پاک و ہند میں زبان زدِ عوام و خواص

غیر معتبر روایات کا فنی جائزہ

2

مُفتی طارق امیر خان صاحب
متخصص فی الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

تقریظ

استاذ العلماء حضرت مولانا سَلیمُ اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ
شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

تقریظ

حضرت مولانا نُورُ البشر صاحب دامت برکاتہم
استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

نام کتاب .... غیر معتبر روایا کا فنی جائزہ
تالیف .... مفتی طارق امیر خان صاحب
اشاعت اول .... جنوری 2018ء
تعداد 1100
طابع .... القادر پرنٹنگ پریس کراچی
ناشر .... مکتبہ عمر فاروق 4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی
021-34604566 Cell: 0334-3432345
ای میل .... maktabaumarfarooq@gmail.com

قارئین کی خدمت میں

کتاب ہذا کی تیاری میں تصحیح کتابت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے، تاہم اگر پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو التماس ہے کہ ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان اغلاط کا تدارک کیا جا سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

دار الاشاعت، اردو بازار کراچی
اسلامی کتب خانہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی
ادارۃ الانور، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ
کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی
مکتبہ العارفی، جامعہ امدادیہ ستیانہ روڈ فیصل آباد

مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور
مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور
مکتبہ علمیہ، جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ
وحیدی کتب خانہ، محلہ جنگی قصہ خوانی بازار پشاور
مکتبہ غزنوی، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ فاروق اعظم، پشاور
مکتبہ بیت العلم، پشاور

	میرے نور کو پیدا کیا۔۔۔"۔ ضمنی طور پر روایت: "میں اس وقت بھی نبی تھا جس وقت کہ آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے"۔ کو ذکر کیا جائے گا۔	
روایت⑧	"جس نے علماء کی زیارت کی، گویا کہ اس نے میری زیارت کی، جس نے علماء سے مصافحہ کیا، گویا کہ اس نے مجھ سے مصافحہ کیا، جس نے علماء کی ہم نشینی اختیار کی، گویا کہ اس نے میری ہم نشینی اختیار کی، اور جس نے دنیا میں میری ہم نشینی اختیار کی اللہ تعالی آخرت میں اسے میری ہم نشینی عطا فرمائیں گے"۔	۱۶۳
روایت⑨	"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ روشن رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میری گود میں تھا، اس دوران میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا کسی شخص کی ستاروں کی تعداد کے برابر نیکیاں ہو سکتی ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ہاں عمر کی"۔ میں نے عرض کیا: پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں کہاں گئیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عمر کی تمام نیکیاں ابو بکر کی ساری نیکیوں میں سے ایک نیکی کے برابر ہے"۔	۱۸۷
روایت⑩	"کھڑے ہو کر کنگھی کرنے والا شخص مقروض ہو جاتا ہے"۔	۲۰۹
روایت⑪	"اگر رمضان شریف ٹھیک رہا، تو پورا سال ٹھیک رہے گا، اور اگر جمعہ ٹھیک رہا تو پورا ہفتہ ٹھیک رہے گا"۔	۲۱۹
روایت⑫	"عالم کا سونا بھی عبادت ہے"۔	۲۲۷
روایت⑬	گوہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی دینا اور اعرابی کا مسلمان ہونا۔	۲۳۸

	لوٹتی ہیں، اور اگر معدہ خراب ہو تو یہ رگیں بیماری لے کر لوٹتی ہیں"۔	
روایت(۲۱)	"العلم علمان: علم الأبدان وعلم الأديان". علم کی دو قسمیں ہیں: جسمانی علوم اور دینی علوم۔	۲۹۶
روایت(۲۲)	"خير البر عاجله". بہترین نیکی، جلد کی جانے والی ہے۔	۲۹۸
روایت(۲۳)	"الدنيا ضَرَّة الآخرة". دنیا آخرت کی سوکن ہے۔	۳۰۱
روایت(۲۴)	"حسنات الأبرار سيئات المقربين". نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کے گناہ ہوتے ہیں۔	۳۰۴
روایت(۲۵)	"الناس نيام فإذا ماتوا انتبهوا". لوگ سورہے ہیں جب مریں گے تو بیدار ہو جائیں گے۔	۳۰۷
روایت(۲۶)	"سين بلال عند الله شين". بلال کا سین بھی اللہ کے نزدیک شین ہے۔ بعض مقامات پر یہ روایت ان الفاظ سے ہے: "إن بلالًا كان يبدل الشين في الأذان سينًا". بلال رضی اللہ عنہ اذان میں شین کو سین سے بدل دیتے تھے۔	۳۱۱
روایت(۲۷)	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس شخص نے ایک مرتبہ یہ دعا پڑھی: "الحمد لله رب السموات والأرض رب العالمين....." پھر یہ کہے: اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچا دے، تو اس پر اپنے والدین کا جو حق تھا، اس نے ادا کر دیا۔	۳۱۵
روایت(۲۸)	"حب الوطن من الإيمان". وطن سے محبت کرنا ایمان کا حصہ ہے۔	۳۱۹
روایت(۲۹)	"من استوى يوماه فهو مغبون". جس شخص کے دونوں دن (اعمال کے اعتبار سے) برابر ہوں وہ شخص خسارے میں ہے۔	۳۲۱

روایت ۳۰	"تزوجوا ولا تطلقوا فإن الطلاق يهتز له العرش". نکاح کرو اور طلاق مت دیا کرو، کیونکہ طلاق سے عرش ہل جاتا ہے۔	۳۲۸
روایت ۳۱	"من عرف نفسه فقد عرف ربه". جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔	۳۳۳

روایت ⑪	داعی کے ہر بول پر ایک سال کی عبادت کا اجر۔	۳۶۸
روایت ⑫	”نماز مؤمن کی معراج ہے“۔	۳۷۰
روایت ⑬	”آپ ﷺ جب معراج پر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے کہا: ”التحیات للہ والصلوت و الطیبات. اللہ رب العزت نے فرمایا: السّلام علیك أیھاالنبي ورحمة اللہ وبرکاته. پھر آپ ﷺ نے کہا: السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین. اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام اور ملائکہ نے کہا: أشھد أن لاإله إلا اللہ و أشھد أن محمدارسول اللہ“۔	۳۷۲
روایت ⑭	صحابی کی داڑھی کے ایک ہی بال پر فرشتوں کا جھولنا۔	۳۷۵
روایت ⑮	”مسجد سے بال کا نکالنا ایسے ہے جیسے مردار گدھے کا مسجد سے نکالنا“۔	۳۷۶
روایت ⑯	”حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اونٹ گم ہو گئے، آپ رضی اللہ عنہ بہت غم زدہ ہوئے، نبی اکرم ﷺ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو غمگین پایا، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس کی وجہ پوچھی، انہوں نے ساری بات بتادی، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرا تو یہ خیال تھا کہ تمہاری تکبیرِ اولیٰ فوت ہو گئی ہے، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تکبیرِ اولیٰ کا ثواب اتنا زیادہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تکبیرِ اولیٰ کا ثواب تو دنیا ومافیہا سے بہتر ہے“۔	۳۷۹
روایت ⑰	”اللہ اپنے بندوں سے ستر (۷۰) ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں“۔	۳۸۲
روایت ⑱	”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص فجر کی نماز نہ پڑھے اس کے رزق میں برکت نہ ہو گی، جو شخص ظہر کی نماز ترک کر دے اس کے قلب میں نور نہ ہو گا، جو شخص	۳۸۴

روایت (۳۱)	”آپ ﷺ کا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ کہنا: جو میرا کام ہے وہ تمہارا کام ہے“۔	۴۰۱
روایت (۳۲)	”تمام تر دین، ادب ہے“۔	۴۰۴
روایت (۳۳)	”آپ ﷺ کا طبیب کو یہ فرمانا: ہم ایسی قوم ہیں جو سخت بھوک کے علاوہ نہیں کھاتے اور جب کھاتے ہیں تو پیٹ بھر کر نہیں کھاتے“۔	۴۰۵
روایت (۳۴)	بیل کے سینگ ہلنے سے زمین میں زلزلہ آجاتا ہے۔	۴۰۷
روایت (۳۵)	سلیمان علیہ السلام نے مخلوقات کی ضیافت کے لئے کھانا تیار کیا جسے ایک مچھلی کھا گئی۔	۴۱۱
روایت (۳۶)	”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دین کے بارے میں ایک گھڑی فکر کرنا دنیا ومافیہا سے بہتر ہے“۔	۴۱۴
روایت (۳۷)	”جس نے عالم کی توہین کی اس نے اللہ کی توہین کی“۔	۴۱۵
روایت (۳۸)	”مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے سے چالیس (۴۰) دن کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں“۔	۴۱۷
روایت (۳۹)	اللہ کے راستے میں عید گزارنے پر، جنت میں حضور ﷺ کے ولیمہ میں شرکت۔	۴۱۹
روایت (۴۰)	”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو میری سنت کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے چار خصلتوں سے نوازیں گے: (۱) نیک لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ہوگی (۲) فاجر لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت ہوگی (۳) اس کے رزق میں برکت ہوگی (۴) دین میں معتبر سمجھا جائے گا / اسے ایمان پر موت آئے گی“۔	۴۲۰
روایت (۴۱)	”داعی کے قبرستان سے گزرنے سے، مُردوں سے چالیس (۴۰) روز تک عذاب معاف ہو جاتا ہے“۔	۴۲۲

روایت (۴۲)	بے نمازی کی نحوست سے بچنے کے لئے گھر کے دروازے پر پردہ ڈالنا۔	۴۲۴
روایت (۴۳)	بے نمازی کی چالیس (۴۰) گھروں تک نحوست۔	۴۲۵
روایت (۴۴)	”آپ ﷺ نے فرمایا: جو پانچ وقت کی نمازوں کا اہتمام کرے گا اللہ تعالیٰ اسے پانچ انعامات سے نوازیں گے: (۱) رزق کی تنگی اس سے دور کر دی جائے گی (۲) عذابِ قبر اس سے دور کر دیا جائے گا (۳) اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا (۴) پل صراط پر بجلی کی طرح گزر جائے گا (۵) بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو گا“۔	۴۲۶
روایت (۴۵)	جان بوجھ کر نماز چھوڑنے پر ایک حقب جہنم میں جلنا۔	۴۲۹
روایت (۴۶)	جبرائیل علیہ السلام کا سوال: اللہ کو آپ ﷺ زیادہ محبوب ہیں یا دین زیادہ محبوب ہے؟	۴۳۲
روایت (۴۷)	”ایک عورت نبی اکرم ﷺ کے پاس دودھ پیتا بچہ لے کر آئی اور کہا کہ اسے آپ اپنے ساتھ جہاد میں لے جائیں، لوگوں نے اس سے کہا: یہ بچہ جہاد میں کیا کرے گا، اس عورت نے کہا: کچھ نہ ہو تو اسے اپنے لئے ڈھال بنالینا“۔	۴۳۳
روایت (۴۸)	”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس کھانے میں عالم شریک ہو جائے تو اس کھانے کے تمام شرکاء سے حساب کتاب معاف ہو جاتا ہے“۔	۴۳۵
روایت (۴۹)	حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان نہیں دی تو صبح نہیں ہو رہی تھی۔	۴۳۶
روایت (۵۰)	”آپ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی عورت خاوند کے کہے بغیر اس کے پیر دبائے تو اسے سونا صدقہ کرنے کا اجر ملے گا، اور اگر خاوند کے کہنے پر دبائے تو اسے چاندی صدقہ کرنے کا اجر ملے گا“۔	۴۳۸
روایت (۵۱)	”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: خدمت کرنے والے (اجر میں) شہید کے درجوں تک پہنچ جاتے ہیں“۔	۴۳۹

روایت (۵۲)	”حضور اقدس ﷺ جب معراج میں عرش پر تشریف لے گئے اور دیدارِ خداوندی سے مشرف ہوئے تو اللہ رب العزت نے فرمایا: اے محمد! آپ میرے لئے کیا تحفہ لائے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میں وہ چیز لے کر آیا ہوں جو آپ کے پاس نہیں ہے، اللہ نے فرمایا: وہ کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے کہا: میں عاجزی لے کر آیا ہوں“۔	۴۴۰
روایت (۵۳)	بسم اللہ کہہ کر گھر کی جھاڑو لگانے پر بیت اللہ میں جھاڑو لگانے کا اجر۔	۴۴۱
روایت (۵۴)	”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حاملین عرش اللہ کے راستے میں جانے والے کے لئے تین دعائیں کرتے ہیں: (۱) یا اللہ! اس کی بخشش فرما (۲) اس کے گھر والوں کی بخشش فرما (۳) اس کو اور اس کے گھر والوں کو جنت میں جمع فرما“۔	۴۴۳
روایت (۵۵)	”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں دنیا بھر میں بارش کے قطروں کو گن سکتا ہوں مگر تکبیرِ اولیٰ کا ثواب نہیں لکھ سکتا“۔	۴۴۵
روایت (۵۶)	نیک عورت کا اپنے خاوند سے پانچ سو (۵۰۰) سال پہلے جنت میں جانا۔	۴۴۶
روایت (۵۷)	”ایک دفعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہدایت اپنے ہاتھ میں رکھی ہے، اگر ہدایت آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہوتی تو میری باری نہ جانے کب آتی“۔	۴۴۹
روایت (۵۸)	حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قسم پر سحری کے وقت کا ختم ہونا۔	۴۵۰
روایت (۵۹)	”جب کوئی شخص مسجد میں ہوا خارج کرتا ہے تو فرشتہ اس ہوا کو منہ میں لے کر مسجد سے باہر خارج کر دیتا ہے“۔	۴۵۲

قَالَ تَعَالیٰ:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمۡ فَاسِقُۢ بِنَبَإٖ فَتَبَيَّنُوٓاْ أَن تُصِيبُواْ قَوۡمَۢا بِجَهَٰلَةٖ فَتُصۡبِحُواْ عَلَىٰ مَا فَعَلۡتُمۡ نَٰدِمِينَ﴾ (الحجرات: ٦)

اے ایمان والو! اگر کوئی بد کردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (مبادا) کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو۔ پھر تم کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:

﴿مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ﴾ (صحیح بخاری: ج۱، ص۲۱، قدیمی کتب خانہ)

جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

عرض ناشر

رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال اور تقاریر کو ”حدیث“ کہتے ہیں۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے ہر ہر قول، ہر ہر فعل، آپ کی تقاریر وسکوت، الغرض حضور علیہ السلام کی ہر ہر ادا کو اپنے دل ودماغ میں محفوظ کیا اور دوسروں تک اس کو پہنچایا۔ خلافتِ راشدہ کا دور گزرنے کے بعد جہاں فتنہ خوارج، رافضیت اور فتنہ اعتزال نے سر اٹھایا، وہیں من گھڑت، خودساختہ اور خودتراشیدہ اقوال کو نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کی طرف منسوب کرنے اور انہیں عوام میں پھیلانے کا بھی ایک سلسلہ شروع ہوا۔ اس فتنہ کی شر انگیزی کا اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان وضاعین اور کذابین میں احمد بن عبداللہ جیوباری، محمد بن عکاشہ کرمانی اور محمد بن تمیم تین ایسے نام ہیں، جنہوں نے اکیلے دس ہزار احادیث گھڑیں اور نبی کریم ﷺ کی ذات اطہر کی طرف انہیں منسوب کرکے انہیں لوگوں میں پھیلایا، تاکہ لوگوں کو عقائد، افکار ونظریات اور فقہ وغیرہ کے اعتبار سے شکوک وشبہات میں مبتلا کریں اور جتنا ہوسکے دین اسلام کو نقصان پہنچائیں، مگر یہ بھی سنت الٰہیہ ہے کہ اللہ رب العزت نے ہر دور میں ایسے رجال کار کو پیدا فرمایا ہے جنہوں نے ہر ہر محاذ پر دین اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کی بھرپور بیخ کنی اور سرکوبی کی۔ ضروری تھا کہ اس انتہائی خطرناک اور عظیم فتنے کو روکا جائے اور ایسے اصول وضوابط وضع کئے جائیں جن کے نتیجے میں بآسانی صحیح اور معتبر روایات کو موضوع اور غیر معتبر روایات سے الگ اور جدا کیا جاسکے۔ چنانچہ سب سے پہلے اس فتنے کے خلاف ابوجعفر منصور نے اقدام کیا اور احادیث کی جانچ پڑتال کا ذمہ امام دار الہجرۃ امام مالک بن انس اصبحی رحمۃ اللہ علیہ کو سونپا۔ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث کو جمع کرنے میں دن رات ایک کر دیئے، خوب تگ ودو اور شب بیداری کے نتیجے میں انہوں نے ایک لاکھ احادیث کو جمع کیا اور پھر ان ایک لاکھ احادیث میں سے صرف دس ہزار کا انتخاب کیا، باقی نوے ہزار احادیث کو ترک کر دیا، کیونکہ یہ احادیث ان کے نزدیک صحت کے معیار پر پوری نہیں اترتی تھیں۔ اس کے

بعد ان دس ہزار احادیث کا قرآن وسنت اور اخبار وآثارِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسلسل چالیس سال تک موازنہ کرتے رہے، جس کے بعد ان دس ہزار میں سے بھی صرف پانچ سو ایسی احادیث رہ گئیں جو ان کے نزدیک صحت کے معیار پر پوری اترتی تھیں۔

پھر رفتہ رفتہ اس میدان میں کام بڑھتا گیا اور بڑھتا ہی چلا گیا، یہاں تک کہ اب اس موضوع کی ہر ہر جہت اور ہر ہر رخ پر کافی وشافی مواد موجود ہے۔ محدثین عظام اور ائمہ کرام نے جہاں ایک طرف احادیث صحیحہ کو جمع کرنے کا اہتمام فرمایا ہے، وہیں بعض ائمہ کرام نے من گھڑت اور موضوع احادیث کو بھی یکجا کرنے کا انتظام کیا ہے۔ چنانچہ احادیث صحیحہ کے حوالے سے جہاں امام مالک، امام بخاری، امام مسلم، امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کی صحاح میسر ہیں، وہیں موضوع احادیث پر امام ابن جوزی کی ''کتاب الموضوعات''، امام جوزقانی کی ''کتاب الاباطیل والمناکیر''، ملا علی قاری کی ''الاسرار المرفوعہ'' اور ''المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع''، امام طاہر پٹنی ہندی کی ''تذکرۃ الموضوعات''، علامہ ابن عراق الکنانی کی ''تنزیہ الشریعہ''، علامہ شوکانی کی ''الفوائد المجموعہ'' اور علامہ ابن قیم کی ''المنار المنیف'' جیسی شہرۂ آفاق کتب سے شاید ہی کوئی ناآشنا ہو۔

بالکل اسی طرح جہاں حضرات محدثین نے ثقہ اور معتبر رواۃ کو مستقل تصانیف میں جمع کیا ہے، وہیں بعض حضرات نے ضعفاء اور کذابین کو بھی مستقل تالیفات میں اکٹھا کیا ہے۔ نیز ایسی کتب بھی موجود ہیں جن میں ائمہ کرام نے ثقہ اور غیر ثقہ دونوں طرح کے رواۃ کو جمع کیا ہے اور ان پر ائمہ رجال کے کلام کو قلم بند کرکے قول فیصل ذکر کیا ہے۔ چنانچہ امام ابن حبان، امام ابن شاہین اور امام عجلی رحمۃ اللہ علیہم کی ''کتاب الثقات'' قسم اول کے رواۃ پر، امام نسائی اور دار قطنی کی ''کتاب الضعفاء والمتروکین''، امام ابن حبان کی ''کتاب المجروحین''، امام عقیلی کی ''الضعفاء الکبیر''، ابن عدی کی ''الکامل فی ضعفاء الرجال''، امام ذہبی کی ''میزان الاعتدال'' اور حافظ ابن حجر کی ''لسان المیزان'' وغیرہ کتب قسم ثانی کے رواۃ پر، اور حافظ مزی کی

"تہذیب الکمال"، امام ذہبی کی "سیر اعلام النبلاء، حافظ ابن حجر کی "تہذیب التہذیب" اور تقریب التہذیب" اور ابن ابی حاتم کی "الجرح والتعدیل" وغیرہ قسم ثالث کے رواۃ پر مشتمل کتب ہیں۔

مگر اس سارے کام کا دائرہ کار عربی زبان کی حد تک تھا، جب کہ پاک وہند میں باطل اور من گھڑت روایات کے شیوع کے سبب اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ اس موضوع پر اردو زبان میں بھی کام کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ **مولانا ومفتی طارق امیر خان صاحب** کو اجر عظیم عطا فرمائے، جنہوں نے اس موضوع پر **"غیر معتبر روایات کا فنی جائزہ"** کے نام سے نہایت عمدہ مواد جمع کیا اور اسے عوام وخواص کی خدمت تک پہنچانے کی غرض سے اشاعت کے لیے ہمیں سونپا۔ یہ اللہ رب العزت کا انعام واحسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی طباعت کی سعادت ہمیں نصیب فرمائی، جس کا موضوع براہ راست نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس سے وابستہ اور منسلک ہے۔ الحمد للہ ادارہ ہذا کی حتی الامکان یہی کوشش ہوتی ہے کہ تحقیقی، معیاری اور مستند کتب کی اشاعت وطباعت کی جائے، تاکہ اس پر فتن دور میں عوام وخواص کے ہاتھوں میں مستند بات پہنچے اور صراط مستقیم پر چلنے میں راہنمائی حاصل ہو۔ ہماری قارئین کرام سے گزارش ہے کہ تصحیح کے اہتمام کے باوجود اگر کوئی قابل اصلاح بات نظر آئے تو اس سے ہمیں ضرور آگاہ کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رب کریم مؤلف کی اس عظیم کاوش کو اپنی بارگاہ شرف قبولیت سے نوازے اور مؤلف، ناشر اور جملہ معاونین کو روز محشر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے، آمین۔

ناشر:
مکتبہ عمر فاروق

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى. أما بعد!

والله لولا أنت ما اهتدينا و لا تصدقنا و لا صلينا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا انتہائی احسان ہے جس نے بندہ اور میرے ساتھیوں کو "غیر معتبر روایات کا فنی جائزہ" کے جزءِ ثانی کے جمع وتالیف کا موقع نصیب فرمایا۔

یہ جزءِ ثانی ان تمام بنیادی اصول وضوابط پر برقرار ہے، جو جزءِ اول میں تھے، البتہ چند منہجی تبدیلی یا اضافے اختیار کیے گئے ہیں، ملاحظہ ہو:

① جزءِ ثانی میں حدیث کی ابتداء میں تمہیدی مضامین نہیں لکھے گئے، کیونکہ ان سابقہ مضامین سے ہی متعلقہ مقاصد بڑی حد تک حاصل ہوچکے ہیں (جن کا ذکر مقدمہ جزءِ اول میں ہے)۔

② جزءِ ثانی میں ہر حدیث کے شروع میں اس کا عنوان یا نفسِ روایت مع حکم لکھی گئی ہے۔

③ جزءِ ثانی کی فصل دوم میں "مختصر نوع" کے عنوان سے مخصوص روایات جمع کی گئی ہیں، یہ روایات بہت زیادہ زبان زد عام وخاص ہیں، اور ان میں سے اکثر روایات کی سند، انتہائی جستجو کے باوجود نہیں ملی، لہٰذا احادیث رسول ﷺ میں اہتمام واحتیاط کا تقاضہ یہی ہے کہ کسی مستند سند کی دستیابی تک ان کے بیان کرنے کو موقوف رکھا جائے، اس کی مزید وضاحت "بعض تعبیرات کی توضیح" کے تحت آرہی ہے۔

④ جزءِ اول مکمل بندہ کی تالیف ہے، البتہ جزءِ ثانی میں میرے ساتھ ساتھ یہ رفقاء تحقیقات کرتے رہے ہیں: مولوی محمد سرور صاحب، مولوی انس ایوب صاحب، مولوی حسیب احمد صاحب، مولوی مسعود صاحب۔

⑤ شیخنا واستاذنا مولانا نور البشر صاحب مدظلہ العالی کی تقریظ جزءِ اول میں موجود ہے، وہ تقریظ صرف جزءِ اول سے متعلق تھی، جسمانی عوارض وانتہائی مشاغل کی وجہ سے استاد جی نے جزءِ ثانی کی تحقیقات دیکھنے سے اعتذار فرمالیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے صحت کاملہ، عاجلہ ومستمرہ نصیب فرمائے۔

⑥ ہم نے اپنی جستجو کے مطابق زیرِ بحث روایت کے مصادر ومراجع ذکر کیے ہیں، اور روایت کا فنی حکم انہیں طرق اور ان کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال کو سامنے رکھ کر قائم کیا ہے، لہٰذا اگر کوئی معتبر طریق ہمیں یا کسی بھی فرد کو مل جائے تو وہ اس تحقیق کے لئے ہرگز مضر نہیں، البتہ متنِ حدیث کا حکم بلاشبہ ایسی صورت میں بدل جاتا ہے، احبابِ فن اس سے بخوبی واقف ہیں کہ محدثین کرام کا کسی روایت پر فنی حکم لگانا، ان کی ملحوظہ روایات کی روشنی میں ہوتا ہے، اس میں اس بات کا امکان بہرحال باقی رہتا ہے کہ اس ساقط الاعتبار روایت کا کوئی معتبر طریق مل جائے، چنانچہ کسی معتبر طریق ملنے کے بعد اب متنِ حدیث کا حکم اس معتبر سند کی حیثیت سے بدل سکتا ہے، لیکن یہ واضح رہے کہ کسی سند کا معتبر یا غیر معتبر ہونا اصولِ حدیث کی روشنی میں ہی ہو سکتا ہے، اس لئے کسی ممکنہ معتبر سند کا محض تصور واحتمال یا کسی غیر معتبر سند کا موجود ہونا، ان تحقیقات میں ذکر کردہ فنی حکم کے معارض نہیں بن سکتا۔

یہ بھی واضح رہے کہ ہم نے اپنی جستجو کے مطابق تحقیقاتِ سلف کو جمع کرکے نتائج نقل کیے ہیں، قارئینِ کرام سے درخواست ہے کہ آپ فنِ حدیث کے مطابق اسے خوب پرکھیں، اگر آپ کے نزدیک ان نتائج کے علاوہ کوئی دوسرا

حکم قرینِ قیاس ہے، تو اس بارے میں احقر کو ضرور مطلع فرمائیں، آپ کے فنی تبصرے کا ماہرینِ فن کے نزدیک راجح ہونے کی صورت میں احقر کو رجوع سے ہرگز تأمل نہیں ہوگا، اور احتیاج کے اظہار کے ساتھ، آپ کی اصلاحات کا ممنون رہوں گا۔

⑦ جزءِ اول وجزءِ ثانی دونوں میں متکلم فیہ راوی کے متعلق، متعلقہ روایت سے قطع نظر، ائمہ رجال کا تفصیلی کلام لایا جاتا ہے، جس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ نفسِ روایت پر ائمہ حدیث کے کلام کا جائزہ، ائمہ رجال کے اقوال کی روشنی میں لیا جاسکے، یہی وجہ ہے کہ ہماری انتہائی جستجو یہ رہی ہے کہ راوی پر کلام ہر زاویے سے سامنے آجائے، عام طور پر یہ کلام معمولی وغیر مؤثر فرق پر مبنی ہوتا ہے، البتہ بعض اوقات اس کلام میں واضح اور نتائج پر اثر انداز ہونے والا فرق ہوتا ہے، احقر نے ایسے مقامات پر نفسِ روایت کی حد تک تعارض کو حل کرنے کی ممکنہ کوشش کی ہے۔ اس تمام نقل وحل میں بندہ کا مقصود اس متعلقہ راوی کا عمومی فنی مقام متعین کرنا نہیں ہے، بلکہ مقصود صرف یہ ہے کہ نفسِ روایت پر ائمہ کا کلام نکھر کر سامنے آجائے، البتہ بندہ نے اگر کسی مقام پر بعض راویوں پر جزماً صریح کلام کیا ہے تو یہ کلام ان کے عمومی فنی مقام کی جانب مشیر ہے، لیکن عام طور پر صرف ائمہ کے کلام کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ کسی راوی پر شدید جرح کے موجود ہونے کا یہ معنی نہیں ہوتا کہ ایسے ہر ہر راوی کی ہر ہر روایت کا یہی حال ہوگا، بلکہ ائمہ حدیث راوی پر عمومی کلام کے بعد، ان کی نقل کردہ حدیثوں کا کئی جہات سے جائزہ لیتے ہیں، چنانچہ بعض امور اور قرائن کی وجہ سے ان کی بعض روایات کو ضعفِ شدید کے باب سے خارج سمجھتے ہیں، یہ انتہائی دقیق اور وسیع نظر کا نتیجہ ہوتا ہے، اگر

کوئی شخص اس بات کو تفصیل سے جاننا چاہے تو حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کی ''الکامل فی الضعفاء'' میں دیکھ سکتا ہے، اس تفصیل کے بعد قارئین کرام سمجھ گئے ہوں گے کہ بندہ کا مقصد صرف نفسِ روایت پر ائمہ کے کلام کی توضیح و تسہیل ہے، ان نقول کو راویانِ حدیث کے عمومی فنی مقام کی تعیین نہ سمجھا جائے، اور نہ ہی ان راویوں کی ہر ہر حدیث پر اس کلام کو جاری کرنے کی کوشش کریں، یہ ایک سنگین غلطی ہے۔

⑧ ان روایات کے بارے میں جو احکامات نقل کیے گئے ہیں وہ صرف انتساب بالرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے ہیں، البتہ معتد بہ مقامات پر آپ یہ محسوس کریں گے کہ روایت کا معنی تو درست ہے، اور حقیقتاً ایسا ہوتا بھی ہے کہ اگرچہ وہ روایت فی نفسہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، لیکن قطعِ نظر روایت کے، اس کا معنی درست ہوتا ہے، حاصل یہ ہے کہ معنی کا درست ہونا حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا (یعنی یہ معنی، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بن سکتا)، بلکہ ثبوتِ روایت کی اپنی اسنادی کسوٹی ہے، چنانچہ معنی کی درستگی اور اس معنی پر مشتمل روایت کا ساقط ہونا دو متضاد چیزیں نہیں ہیں، بلکہ یہ دونوں چیزیں جمع ہو سکتی ہیں۔

⑨ معتد بہ غرض وابسطہ نہ ہونے کی وجہ سے، فصل ثانی میں مصادرِ ثانویہ نقل کرتے ہوئے قدیم یا مشہور مصادر پر اکتفاء کیا ہے، اور تمام کتب کا استیعاب بھی نہیں کیا، بلکہ اکثر مقامات پر ایک ہی مصدر کو ذکر کر دیا ہے۔

⑩ دورانِ تحقیق ضمنی روایتوں کی تحقیق صرف ضرورت کی حد تک کی گئی ہے، اختصار کے پیشِ نظر زائد تفصیلات سے عمداً گریز کیا گیا ہے۔

⑪ لفظِ امام، حافظ، شیخ، علامہ کا استعمال زمانی و رتبی مراتب کے بغیر ہو گیا ہے، اگرچہ یہ الفاظ رتبہ کے فرق کے ساتھ استعمال کرنا ہی بہتر ہے۔

فَائِدَہ: بندہ کی بعض تعبیرات کی توضیح

① "بیان نہیں کرسکتے" سے مراد ہے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان نہیں کرسکتے۔

② جزء ثانی میں "مختصر نوع" کے عنوان سے روایات یکجا کی گئی ہیں، ان میں معتد بہ روایات سند نہ ملنے میں مشترک ہیں، ایسی تمام روایات کے تحت التزاماً یہ عبارت لکھی گئی ہے:

"تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سند اًتاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم"۔

قارئین کرام کو اس عبارت سے یہ کہنا مقصود ہے کہ وہ معتبر سند ملنے تک اسے ہر گز بیان نہ کریں، کیونکہ یہ روایات تلاش بسیار کے باوجود سنداً نہیں مل سکی ہیں، اور بعض روایات میں "وضع" کے قرائن بھی مشاہدہ کیے جاسکتے ہیں، نیز بعض روایات میں کسی معتبر سند کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے، اس لئے ضروری ہے کہ انھیں "معتمد سند" ملنے تک بالکل بیان نہ کریں، یہ بھی واضح رہے کہ ہم نے ان روایات کے بارے میں صراحتاً "بے سند"، یا "بے اصل"، یا "موضوع"، اس لئے نہیں لکھا کہ یہ تمام الفاظ محدثین کے نزدیک خاص اصطلاحات ہیں، جنہیں اہلِ صناعت کے اعلام وائمہ استعمال کرتے ہیں، اور ان کا یہ قول "حجت" ہوتا ہے، اس لئے ہم نے ان روایات کے تحت ایک ایسی توضیحی عبارت پیش کر دی ہے، جس سے اہل صناعت کا ان روایات میں عملی منہج ومقصود بھی واضح ہو جائے، اور اصطلاحی الفاظ کا استعمال بھی نہ ہو۔

یہاں یہ احتیاط رہے کہ "مختصر نوع" میں روایت نہ ملنے کی صورت میں، بغرضِ افادہ، حسبِ موقع بعض ایسی "معتبر روایات" بعنوان تتمہ، فائدہ لکھ

دی گئی ہیں، جو متعلقہ زیرِ بحث روایت کے ہم معنی یا ہم مضمون ہوتی ہیں، انھیں بلاتردد بیان کیا جاسکتا ہے، قارئین سے درخواست ہے کہ ان ''معتبر روایات'' کو زیرِ بحث ''قابلِ توقف'' روایات کے ساتھ خلط نہ کیجئے، کیونکہ دونوں کے احکامات جدا جدا ہیں، جن کی وضاحت بھی ہر مقام پر التزاماً کردی گئی ہے۔

(۳) ''بے اصل'' اکثر من گھڑت کے معنی میں ہے۔

(۴) ''لفظِ اسرائیلی روایت'' سے مراد وہ روایات ہیں جو بنی اسرائیل سے چلی آرہی ہیں، یہ روایات اگر ہماری شریعت کے مخالف نہ ہوں تو ان کو اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کیا جاسکتا ہے، آپ ﷺ کے انتساب سے بیان نہیں کر سکتے، بشرطیکہ آپ ﷺ نے بذاتِ خود اسے بیان نہ کیا ہو۔

(۵) بعض مقامات پر لکھا گیا ہے کہ ''یہ حدیث نہیں ہے، بلکہ کسی کا قول ہے''، محدثین کرام کی تصریح کے مطابق صاحبِ قول کا نام بھی لکھا جاتا ہے، ممکن ہے کہ یہی قول ان کے علاوہ کسی اور کی جانب بھی منسوب ہو، یہ کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ ایک ہی قول ایک سے زائد افراد سے مشہور ہو سکتا ہے۔

(۶) بسا اوقات متاخرین نفسِ روایت یا راوی پر کلام کرتے ہوئے صرف متقدمین کا کلام نقل کر دیتے ہیں، یعنی کوئی تعاقب نہیں کرتے، ایسی جگہوں میں سیاق وسباق اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ناقلین ان ائمہ متقدمین کے کلام پر اعتماد وتقریر فرمارہے ہیں، اور اکثر قرینِ قیاس بھی یہی ہوتا ہے، احقر ایسے موقعوں پر لفظِ ''اکتفاء'' استعمال کرتا ہے، مثلاً حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر ''اکتفاء'' کیا ہے۔

طارق امیر خان
متخصص فی علوم الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

فصل اول

(مفصل نوع)

روایت نمبر:①

روایت: ”حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ٹاٹ کا لباس پہننا اور باری تعالیٰ کی جانب سے اُن پر سلام“۔

حکم: من گھڑت

تحقیق کا اجمالی خاکہ

یہ حدیث تین (۳) صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف سندوں کے ساتھ مروی ہے:

(۱) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (۲) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (۳) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول روایت بہت سے محدثین نے مختلف سندوں سے تخریج کی ہے، تسہیلاً روایتِ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ہم چار بنیادی سندوں پر تقسیم کریں گے، اور ہر ایک پر ائمہ حدیث کا کلام اور حسبِ موقع متکلم فیہ راوی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال مستقل عنوانات کے ساتھ ذکر کریں گے، ان شاء اللہ۔

ان سندوں کے اجمالی عنوانات یہ ہیں:

(۱) علاء بن عمرو حنفی سے منقول روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما (۲) سہل بن صُقَیر خِلاَطی سے منقول روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما (۳) ابن الجِعَابی سے منقول روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما (۴) محمد بن بابشاذ سے منقول روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما۔

روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فارغ ہو کر پھر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول زیرِ بحث روایت کی تحقیق کی جائے گی، اور اس میں بھی سند پر ائمہ حدیث کے اقوال اور حسبِ موقع متکلم فیہ راوی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال لکھے جائیں گے۔

روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما

۱- علاء بن عمرو سے منقول روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما

حافظ ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ (۳۵۵ھ) "الکتاب اللطیف"[۱] میں لکھتے ہیں:

"حدثنا عثمان بن أحمد بن عبدالله الدقاق، ثنا محمد بن الحسين، ثنا العلاء بن عمرو الشيباني، ثنا أبو إسحاق الفزاري، ثنا سفيان بن سعيد الثوري، عن آدم بن علي، عن ابن عمر رضي الله عنه، قال: كنت عند رسول الله صلى الله عليه وسلّم وعنده أبو بكر الصديق، وعليه عَباءةٌ، قدخلها في صدره بخِلال، فنزل عليه جبريل، فقال: يا محمد! مالي أرى أبا بكر عليه عباءة قدخلّها [وفي بعض الكتب قد خلّلَها] في صدره بخِلال، فقال: يا جبريل! أنفق ماله علَيّ قبل الفتح، قال: فإن الله يقرأ عليك السلام [وفي بعض الكتب: فان الله يقرأ عليه السلام]، ويقول لك: قل له أراض أنت عنّي في فقرك هذا أم ساخط؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلّم: "يا أبا بكر! إن الله يقرأ عليك السلام ويقول لك: أراض أنت عنّي في فقرك أم ساخط؟ "فقال أبو بكر: أسخَطُ على ربِّي؟ أنا عن ربِّي راض، أنا عن ربِّي راض، أنا عن ربِّي راض ثلاثا".

[۱] الكتاب اللطيف: ١/ ١٧٥، رقم:١٢٥،ت: عبدالله بن محمدالبصيري، مكتبة الغرباء الأثرية — المدينة المنورة، ط: ١٤١٦هـ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، اور اس مجلس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی چغہ پہنے تشریف فرما تھے، جس کے گریبان میں لکڑی کے تنکے کے ساتھ سوراخ کیا ہوا تھا، اسی دوران حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لے آئے اور فرمایا کہ اے محمد! یہ کیا بات ہے کہ ابو بکر چغہ پہنے ہوئے ہیں، جس کے گریبان میں لکڑی کے تنکے کے ساتھ سوراخ کر رکھا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اے جبریل! ابو بکر فتحِ مکہ سے قبل ہی مجھ پر اپنا مال خرچ کر چکے ہیں“۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرمارہے ہیں [بعض کتب میں ہے کہ اللہ تعالی ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سلام فرمارہے ہیں، از راقم] اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے فرمارہے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہیں، کیا آپ رضی اللہ عنہ اس فقر وفاقہ میں مجھ سے خوش ہیں یا ناراض؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے ابو بکر! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرمارہے ہیں، اور آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ اس فقر وفاقہ میں مجھ سے خوش ہیں یا ناراض؟“۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب ارشاد فرمایا کہ کیا میں اپنے پروردگار سے ناراض ہو سکتا ہوں؟ میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں، یہ جملہ آپ رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔

روایت کے دیگر مصادرِ اصلیہ

یہ روایت مذکورہ سند کے مطابق ان کتب میں بھی تخریج کی گئی ہے:

(۱) المجروحين لابن حبّان[1] (۲) تاريخ بغداد للخطيب[2]

---

[1] المجروحين: ۱۸۵/۱، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة بيروت.

[2] تاريخ بغداد: ۲/ ٤٦٥، رقم: ٤٤٩، ت: دكتور بشّار عوّاد، دار الغرب الإسلامي ـ بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٢ هـ.

(٣) حلیةالأولیاء لأبي نُعیم الأصفهاني[1] (٤) المعجم لابن المقرئ[2] (٥) تاریخ دِمَشق لابن عساکر[3] (٦) أمالي ابن سمعون[4] (٧) أسباب النزول للواحدي[5] (٨) تفسیر الثعلبي[6] (٩) ومن طریق الثعلبي أخرجه البغوي في معالم التنزیل[7] (١٠) وذکره ابن کثیر من طریق البغوي في تفسیره.[8]

یہ تمام سندیں حافظ ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ سند کے راوی ''علاء بن عمرو الشیبانی'' پر آکر مشترک ہو جاتی ہیں۔

روایت کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال

۱- حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ''المجروحین''[9] **میں لکھا ہے:**

''العلاء بن عمرو: شیخ یروي عن أبي إسحاق الفزاري العجائب، لایجوز الاحتجاج به بحال.'' **''علاء بن عمرو شیخ'' ہیں، وہ ابو اسحاق فزاری سے عجائب نقل کرتے ہیں، بہر صورت ان کے ذریعے احتجاج جائز نہیں ہے۔**

[1] حلیة الأولیاء: ٧/ ١٠٥، دارالکتب العلمیة –بیروت، الطبعةالأولی: ١٤٠٩ هـ.

[2] المعجم لابن المقرئ: ص: ٨٢، رقم: ١٧٧ ت: عادل بن سعد، مکتبة الرشد –الریاض، الطبعة الأولی: ١٤١٩ هـ.

[3] تاریخ دِمشق: ٣/ ٧١، ت: عمربن غرامة، دارالفکر –بیروت، ط: ١٤١٥هـ

[4] أمالي ابن سمعون: ١/ ١٦٥، رقم: ١٣٢، ت: عامر حسن صبري، دار البشائرالإسلامیة –بیروت، الطبعة الأولی: ١٤٢٣ هـ

[5] أسباب النزول: سورةالحدید، ص: ٤٠٦، ت: عصام بن عبد المحسن، دار الإصلاح – الدمام، الطبعة الثانیة: ١٤١٢ هـ.

[6] الکشف والبیان: سورة الحدید، ٩/ ٢٣٦، ت: أبو محمد بن عاشور، دارإحیاء التراث العربي–بیروت، الطبعة الأولی: ١٤٢٢ هـ.

[7] معالم التنزیل: سورةالحدید، ٨/ ٣٤، دار طیبة –الریاض، الطبعة: ١٤١٢ هـ.

[8] تفسیرابن کثیر: سورةالحدید، ١٣/ ٤١٤، مؤسسة قرطبة- مصر، الطبعة الأولی: ١٤٢١ هـ.

[9] المجروحین: ١٨٥/١، ت: محمود إبراهیم زاید، دارالمعرفة –بیروت.

اس کے بعد حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے زیرِ بحث روایت نقل کی، جس میں علاء بن عمرو، ابو اسحاق فزاری سے روایت نقل کر رہے ہیں۔

۲- حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"غريب من حديث الثوري لم نكتبه إلا من حديث الفزاري ....".[1] "یہ روایت ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث میں غریب (ایک فنی اصطلاح) روایت ہے، ہم نے ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کو احادیثِ فزاری ہی سے نقل کیا ہے ..."۔

فائدہ:

واضح رہے کہ حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے ہیں کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت، صرف ابو اسحاق فزاری ہی نے نقل کی ہے۔

۳- حافظ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

موصوف "المحلى بالآثار"[2] میں لکھتے ہیں:

"وأما حديث الآخر الذي فيه: "أنفق عليّ ماله قبل الفتح" فلا يحل الاحتجاج به، لأنه من طريق العلاء بن عمر و الحنفي - وهوهالك مُطَرَّحٌ - ثم التوليد فيه لائح، لأن فيه نصّا: إن ذلك كان بعد الفتح، وكان فتح خيبر قبل الفتح بعامين، وكان لأبي بكر فيها من سهمه مال واسع مشهور".

دوسری حدیث جس کے الفاظ یہ ہیں کہ "ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فتحِ مکہ سے قبل مجھ پر اپنا مال خرچ کر دیا ہے"، اس روایت سے استدلال ناجائز ہے، کیونکہ اس روایت کی سند میں علاء بن عمرو حنفی -ایک ہالک مطرح راوی -(شدید جرح)

---

[1] حلية الأولياء: ۷/ ۱۰۵، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولي: ۱٤۰۹ هـ.

[2] المحلى: كتاب الهبات، ۹ / ۱٤۱، محمد منير الدمشقي، إدارة الطباعة المنيرية – مصر، ط: ۱۳۵۲ هـ

ہے، پھر اس روایت میں وضع کی علامت بہت واضح ہے، کیونکہ اس میں صاف موجود ہے کہ یہ واقعہ فتحِ مکہ کے بعد کا ہے، حالانکہ خیبر، مکہ سے دو سال پہلے ہی فتح ہو گیا تھا، اور فتحِ خیبر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنے حصے میں سے، وسعت کے ساتھ مال کا ملنا مشہور و معروف ہے۔

۴- امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

آپ "تاریخ الخلفاء"[۱] میں لکھتے ہیں:

"وأخرج ابن شاهين في السنّةوالبغوي في تفسيره وابن عساكر عن ابن عمر رضي الله عنه .... غريب وسنده ضعيف جدا ....".

"ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ نے "السنة" میں، بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ (ان تمام حضرات نے) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے ..... یہ حدیث غریب (ایک فنی اصطلاح) ہے اور سند شدید ضعیف ہے....."۔

اس کے بعد امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے دیگر طریق لانے کے بعد لکھتے ہیں:

"قال ابن كثير: و هذا منكر جدا، لولا أن هذا و الذي قبله يتداوله كثير من الناس لكان الإعراض عنهما أولى".

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت شدید منکر ہے، اگر یہ اور اس سے پہلے والی روایت لوگوں میں رائج نہ ہوتی تو ان کے ذکر سے اعراض ہی اولیٰ تھا۔

۵- حافظ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

موصوف "الصواعق المحرقة"[۲] میں رقمطراز ہیں: "وسنده غريب ضعيف جدا". حدیث کی سند غریب، شدید ضعیف ہے۔

---

[۱] تاريخ الخلفاء: أبوبكر الصديق،۴۰/۱، ت: محمد محي الدين عبدالحميد، مطبعة السعادة – مصر، الطبعة الأولى: ۱۳۷۱ هـ.

[۲] الصواعق المحرقة: في ذكر فضائل أبي بكر،۲۱٤/۱، مؤسسة الرسالة –بيروت، الطبعة الأولى: ۱۹۹۷ هـ.

۶- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

موصوف "میزان الاعتدال"[۱] میں، علاء بن عمرو کے ترجمہ کے تحت لکھتے ہیں: "وهو كذب". یہ جھوٹی حدیث ہے۔

۷- حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول

موصوف نے "لسان الميزان"[۲] میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

۸- حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

آپ "المغني عن حمل الأسفار"[۳] میں لکھتے ہیں: "ابن حبان والعُقَيلي في الضعفاء. قال الذهبي في "الميزان": "هو كذب". ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت "ضعفاء" میں تخریج کی ہے، "میزان" میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ جھوٹی حدیث ہے۔

حدیث بسندِ علاء بن عمرو پر ائمہ حدیث کے کلام کا خلاصہ

آپ جان چکے ہیں کہ حافظ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو "شدید ضعیف" قرار دیا ہے، اور حافظ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صریح جھوٹ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول ہی پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اکتفاء کیا ہے، چونکہ اکثر ائمہ نے "علاء بن عمرو الحنفی" کی وجہ سے اس روایت کو ساقط قرار دیا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ "علاء بن عمرو" کے بارے میں دیگر ائمہ رجال کے اقوال بھی

---

[۱] ميزان الاعتدال: العلاء بن عمرو، ۳/ ۱۰۳، رقم: ۵۷۳۷، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة-بيروت.

[۲] لسان الميزان: علاء بن عمرو، ۵/ ٤٦٦، رقم: ۵۲۸۰، ت: شيخ عبدالفتاح أبو غدة، مكتبة المطبوعات الإسلامية- حلب.

[۳] المغني عن حمل الأسفار: ۱/ ٤٧٠، رقم: ۱۷۸۷، ت: أبو محمد أشرف، مكتبة طبرية - الرياض، الطبعة الأولى: ١٤١٥هـ.

معلوم ہو جائیں، تاکہ روایت کا فنی مقام سمجھنے میں آسانی ہو۔

علاء بن عمرو الحنفی (۲۲۷ھ) کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول پہلے گذر چکا ہے:

"علاء بن عمرو شیخ" ہیں، وہ ابو اسحاق فزاری سے عجائب نقل کرتے ہیں، بہر صورت ان کے ذریعے احتجاج جائز نہیں ہے "۔

واضح رہے کہ حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ صراحت کے باوجود موصوف کو "ثقات" میں بھی نقل کیا ہے۔

ایسے ہی حافظ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی آچکا ہے: "... لأنّه من طريق العلاء بن عمرو الحنفي ـ وهوهالك مُطَرَّحٌ ـ ....". "...کیونکہ یہ حدیث علاء بن عمرو حنفی سے مروی ہے، جو ہالک مطرح (شدید جرح) ہے ...".

حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "ما رأينا إلا خيرا"[1]. ہم نے ان میں خیر ہی دیکھی ہے۔

واضح رہے کہ حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب العلل" میں حدیث: أحبّوا العرب لثلاث، لأنّي عربي والقرآن عربي وكلام أهل الجنة عربي". اپنی سند سے تخریج کی ہے، اور اس سند میں علاء بن عمرو الحنفی موجود ہے، تخریج سند کے بعد لکھتے ہیں: "هذا حديث كذب".[2] یہ جھوٹی حدیث ہے۔

اسی طرح حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علاء بن عمرو الحنفی کا ترجمہ "میزان"[3] میں قائم کیا، اور حدیث: "أحبوا العرب ....". نقل کر کے حافظ

---

[1] الجرح والتعديل: باب العين، ٦/ ٤٧١، ت: مصطفى عبد القادر عطاء، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٢هـ .

[2] كتاب العلل: ٦/ ٤٢٦، رقم: ٢٦٤١، ت:سعد بن عبد الله وخالد بن عبد الرحمن الجُريسي، مكتبة الملك الفهد –الرياض،الطبعة: ١٤٢٧هـ.

[3] ميزان الاعتدال:العلاء بن عمرو الحنفي،٣/١٠٣رقم:٥٧٣٧،ت:علي محمد البجاوي،دارالمعرفة–بيروت-

ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ قول نقل کیا ہے، جس سے قرینِ قیاس یہی ہے کہ کذب کی نسبت علاء بن عمرو کی طرف ہے، واللہ اعلم۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ الإسلام"[1] میں لکھتے ہیں: "شيخ واهي الحديث ... روى عن أبي إسحاق الفزاري حديثا موضوعا....". علاء بن عمرو شیخ، واہی الحدیث (شدید جرح) ہے ....علاء نے اسحاق فزاری کے انتساب سے ایک من گھڑت روایت نقل کی ہے....''۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی "من گھڑت" روایت سے مراد زیرِ بحث روایت ہے، کیونکہ اس روایت میں علاء اسحاق فزاری سے نقل کر رہا ہے، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا بطریق علاء اسے جھوٹ کہنا پہلے گذر چکا ہے۔

اسی طرح "ميزان الاعتدال"[2] میں بھی حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے موصوف کو "متروک" (شدید جرح) کہا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "لسان الميزان"[3] میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"... وذكر ابن حبان في الثقات فقال: عن ابن إدريس، ربما خالف، وقال النسائي: ضعيف، نقله عنه أبو العرب في تاليفه، ونقل الحاكم في تاريخ نيسابور عن صالح جَزَرَة أنه سُئل عنه فقال: لا بأس به، وقال أبو حاتم: كتبت عنه، وما رأيت إلا خيرا".

---

[1] تاريخ الإسلام:الطبقة الثالثة والعشرون، ٦/ ١١١ رقم: ٦٣٦٨، ت: مصطفى عبدالقادر عطاء، دارالكتب العلمية – بيروت،الطبعة الأولى: ٢٠٠٥م.

[2] ميزان الاعتدال: العلاء بن عمرو الحنفي، ٣/ ١٠٣ رقم: ٥٧٣٧، ت: علي محمد البجاوي،دارالمعرفة – بيروت-

[3] لسان الميزان: ٥/ ٤٦٦،رقم: ٥٢٨٠، ت: شيخ عبد الفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ .

"... ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے موصوف کو ثقات میں نقل کیا ہے، پھر کہا ہے کہ وہ ابن ادریس سے احادیث نقل کرتا تھا، بعض اوقات مخالفت بھی کرتا ہے۔ ابو العرب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تالیف میں نقل کیا ہے کہ نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے علاء بن عمرو کو ضعیف کہا ہے، حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ نیشاپور" میں نقل کیا ہے کہ صالح جزرہ رحمۃ اللہ علیہ سے علاء کے بارے میں پوچھا گیا تو صالح رحمۃ اللہ علیہ نے "لا بأس بہ" (تعدیل) کہا، اور ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں نے ان سے حدیثیں لکھی ہیں اور میں نے ان میں خیر ہی دیکھی ہے"۔

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے اقوال آپ ما قبل میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

ائمہ رجال کے اقوال کا خلاصہ اور روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ بسندِ علاء بن عمرو کا حکم

حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول میں اگرچہ توثیق ہے، لیکن انھیں حضرات سے دوسرے مقام پر موصوف کے بارے میں قولاً و عملاً جرح بھی منقول ہے، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے "ضعیف" اور صالح جزرہ رحمۃ اللہ علیہ نے "لا باس" (تعدیل) کہا ہے، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے شدید جرح (ہالک، مطرح، واہی الحدیث) ذکر کی ہے۔

نفسِ حدیث پر ائمہ کا کلام اور علاء بن عمرو کے بارے میں بھی ائمہ رجال کے اقوال آپ تفصیل سے ملاحظہ فرما چکے ہیں، اس تفصیل کا بے غبار نتیجہ یہ ہے کہ یہ روایت اس سند کے ساتھ بیان کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو من گھڑت کہا ہے، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی

اکتفاء کیا ہے، نیز حافظ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو شدید ضعیف کہا ہے، ان تمام اقوال کو سامنے رکھنے سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ یہ حدیث مذکورہ سند کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے، واللہ اعلم۔

آپ دیکھ چکے ہیں کہ زیرِ بحث روایت کے سابقہ ذکر کردہ تمام طرق "علاء بن عمرو" پر آکر مجتمع ہو جاتے تھے، اور علاء بن عمرو یہ روایت ابو اسحاق فزاری سے نقل کرنے والے ہیں، ابو اسحاق فزاری سے علاء بن عمرو کے علاوہ "سہل بن صُقَیر" نے بھی یہ روایت ابو اسحاق سے نقل کی ہے۔ ذیل میں وہ سند اور اس کی تحقیق نقل کی جائے گی، جس میں ابو اسحاق سے یہی روایت "سہل بن صُقَیر" نقل کرنے والے ہیں۔

۲- سہل بن صُقَیر سے منقول روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما

حافظ ابو القاسم اسماعیل بن محمد الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۳۵ھ) "الحُجَّة في بيان المَحَجَّة"[1] میں لکھتے ہیں:

"أخبرنا سليمان، أنا أبو بكر بن مردويه، نا محمد بن عبدالله ابن إبراهيم[كذا في الأصل]، نا محمد بن يونس العلاء بن عمرو [هكذا فيه، والصحيح صيغة التحديث بينهما كما صرّح به في تاريخ دِمشق] أبو إسحاق الفزاري، قال أبوبكر بن مردويه [وهوالتحويل] وحدثنا محمد بن فارس بن حمدان، نا شعيب بن محمد الدَيْبُلِي، نا سهل بن صُقير، نا أبو اسحاق الفزاري، عن سفيان، عن آدم بن علي، عن ابن عمر رضي الله عنه قال: بينما النبي صلى الله عليه وسلم جالس.....".

[1] الحجة في بيان المحجّة: ٣٢٦/٢، رقم:٣٠٧، ت: محمد بن محمود، دار الراية – الرياض.

سند میں موجود، سہل بن صُقیر ابو الحسن الخلاطی کے بارے میں اقوال ائمہ

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ "الكامل في الضعفاء"[۱] میں لکھتے ہیں:

".... وأرجو ا أن لا يتعمّد الكذب، وإنّما يغلط، أو يشتبه عليه الشيء فيرويه".....مجھے امید ہے کہ سہل جان بوجھ کر جھوٹی روایت نقل نہیں کرتا، بات صرف یہ ہے کہ ان سے غلطی ہو جاتی ہے، یا مشتبہ چیز بھی نقل کر دیتے ہیں"۔

حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ "تهذيب الكمال"[۲] میں حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کر کے لکھتے ہیں: "وقال أبوبكر الخطيب: يضع الحديث، وقال أبونصْر بن ماكولا: فيه ضعف". ابو بکر خطیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سہل حدیث گھڑتا تھا، اور ابن ماکولا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سہل میں ضعف ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "الكاشف"[۳] میں لکھتے ہیں: سہل "متہم" (شدید جرح) ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "التقريب"[۴] میں لکھتے ہیں: "منكر الحديث، اتهمه الخطيب بالوضع". سہل منکر الحدیث ہے، سہل کو خطیب نے "متہم بالوضع" کہا ہے۔

---

[۱] الكامل في الضعفاء: سهل بن صقير، ۳/ ٤٤١، رقم ۸۵۸، دار الفكر –بيروت، الطبعة الثانية: ١٤٠٥هـ

[۲] تهذيب الكمال: سهل بن صقير، ١٢/ ١٩٤، رقم: ٢٦١٦، ت: بشار عواد، مؤسسة الرسالة – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨هـ .

[۳] الكاشف: ١/ ٤٦٩، رقم: ٢١٦٣، ت: محمد عوامة وأحمد الخطيب، دار القبلة للثقافة الإسلامية – جدة، الطبعة الأولى: ١٤١٣هـ .

[۴] التقريب: ٢٥٨، رقم: ٢٦٦٢، ت: محمد عوامة، دار الرشيد – حلب، الطبعة الثالثة: ١٤١١هـ .

خلاصۂ اقوال اور روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما بسندِ سہل بن صُقیر کا حکم

حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے سہل بن صُقیر کو "وضعِ حدیث" سے متہم قرار دیا ہے، اور اس پر حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت کی ہے، حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ فرمایا ہے کہ سہل حدیث میں جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتا تھا، لیکن اس قول سے فی الجملہ "ثبوتِ کذب خطأ" کی طرف اشارہ ملتا ہے، اگرچہ کذب عمداً نہیں ہے، بہر حال ان تمام اقوال کی روشنی میں بے غبار بات یہی ہے کہ سہل بن صُقیر کی موجودگی میں یہ روایت اس سند کے ساتھ بھی اس لائق نہیں ہے کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کیا جائے۔

یہاں تک ذکر کردہ تمام سندوں (علاء بن عمرو اور سہل بن صقیر کی روایت) میں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے ابو اسحاق فزاری نے زیرِ بحث حدیث نقل کی ہے، البتہ یہی روایت حسن بن حسین ابو علی الاسواری نے بھی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے، ذیل میں وہ سند اور اس کی تحقیق نقل کی جائے گی، جس میں ابو علی الاسواری، یہ حدیث سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں۔

۳- محمد بن عمر الجعابی سے منقول روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ "حلية الأولياء"[1] میں تخریج کرتے ہیں:

"حدثنا محمد بن عمر بن سلم، ثنا محمد بن نهشل بن عبدالواحد البصري، وما سمعته إلا منه، ثنا الحسن بن حسين أبو علي الأسواري، ثنا سفيان الثوري، عن آدم بن علي، عن ابن عمر....".

روایت پر کلام

حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ تخریجِ روایت کے بعد لکھتے ہیں: "وحديث

[1] حلية الأولياء: ۷/ ۱۰۵، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۰۹ هـ.

الأسواري لم نكتب إلا عن محمد بن عمر بن سلم". **اسواری کی حدیث ہم نے صرف محمد بن عمر بن سلم سے لکھی ہے۔**

سند کی تحقیق

اس سند میں مذکور، ابو نعیم اصفہانی کے شیخ محمد بن عمر بن سلم کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال ملاحظہ ہوں:

۱- محمد بن عمر بن محمد سَلْم الجِعابي (المتوفی ۳۵۵ھ)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "میزان الاعتدال"[1] میں لکھتے ہیں:

"الحافظ من أئمة هذا الشان ببغداد على رأس الخمسين وثلثماثة، إلا أنه فاسق رقيق الدين .... وله غرائب، وهو شيعي، روى عنه ابن زرقويه، وأبونعيم الأصفهاني، قال أبو علي النيسابوري: مارأيت في أصحابنا أحفظ من أبي بكر ابن الجِعابي، حيّرني حفظه، قال الحاكم: فذكرت هذا للجِعابي فقال: يقول أبو علي هذا القول، وهو أستاذي على الحقيقة، وروى محمد الحسين بن الفضل القطّان عنه، قال: ضاقت لي كتب، فقلت لغلامي: لا تغتمّ، فإن فيها مائتي ألف حديث، لا يشكل علي منها حديث لا إسنادا ولا متنا.

وروى أبو القاسم التنوخي، عن أبيه، قال: ما شاهدنا أحفظ من أبي بكر بن الجِعابي، كان يفضل الحفاظ بأنه كا ن يسوق المتو ن بألفاظها، ولم يبق في زمانه من يتقدمه في الدنيا.

قال أبو بكر الخطيب: حدثني الحسن بن محمد الأشقر، سمعت أباعمر القاسم بن جعفر الهاشمي غير مرة يقول: سمعت الجِعابي يقول:

---

[1] ميزان الاعتدال: ۳/ ٦٧٠، رقم: ٨٠٠٦، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة بيروت.

أحفظ أربع مائة ألف حديث، وأذاكر بست مائة ألف حديث.

فقيل: كان ابن الجِعابي يشرب في المجلس ابن العميد، وقال الحاكم: ذكر لي الثقة من أصحابه كان نائماً فكتب على رجله، قال: فكنت أراه ثلاثة أيام لم يمسه الماء.

وقال الدار قطني: شيعي وذكر أنه خلط.

قال الخطيب: حدثني الأزهري أن ابن الجعابي أوصى أن تحرّق كتبه فأحرقت، وكانت فيها كتب الناس".

"حافظِ حدیث، موصوف ۳۵۰ھ میں حدیث کے ائمہ میں شمار ہوتے تھے، مگر فاسق تھے، اور ان کی دینی حالت پتلی تھی .... اور ان سے غرائب مروی ہیں، اور وہ شیعہ تھے، ابن زرقویہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے حدیثیں نقل کی ہیں"۔

ابو علی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھیوں میں ابن الجعابی جیسا حافظہ کسی کا نہیں دیکھا، ان کے حافظہ نے مجھے حیران کر دیا ہے، حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن الجعابی سے ابو علی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا وہ کہنے لگے کہ ابو علی نے تو یہ بات کہہ دی ہے، حالانکہ در حقیقت وہ میرے استاد ہیں۔

ابن القطان رحمۃ اللہ علیہ ان سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میری کتابیں ضائع ہوگئیں، میں نے غلام سے کہا کہ فکر نہ کرو، ان میں دو لاکھ احادیث تھیں، جن میں کسی ایک حدیث کے بارے میں بھی مجھے پریشانی نہیں ہے، نہ سنداً نہ متناً۔

ابو القاسم تنوخی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ہم نے ابن جِعابی سے بڑھ کر کسی کو حافظہ والا نہیں پایا، آپ کو دیگر حفاظ پر یہ فضیلت حاصل تھی کہ

متونِ حدیث آپ کو زبانی یاد تھے، اور آپ کے زمانے میں دنیا میں آپ سے آگے کوئی نہیں تھا۔

خطیب رحمۃ اللہ علیہ سنداً نقل کرتے ہیں کہ ابن جِعابی کہتے تھے کہ مجھے چار (۴) لاکھ احادیث یاد ہیں، اور میں چھ (۶) لاکھ احادیث کا مذاکرہ کر چکا ہوں۔

کہا جاتا ہے کہ ابن جِعابی، ابن عمید کی مجلس میں شراب پیتا تھا، اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن جِعابی کے ساتھیوں میں ایک ثقہ شخص نے مجھے بتایا کہ میں نے ایک دفعہ سونے کی حالت میں ابن جِعابی کو دیکھا کہ اس نے حدیثیں اپنے پیروں پر لکھی ہوئی تھیں، پھر میں نے تین دن تک دیکھا کہ انہوں نے پیروں کو نہیں دھویا۔

دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ شیعہ تھا، اور یہ بھی ذکر کیا کہ ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا، خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ازہری نے مجھے بیان کیا ہے کہ ابن جِعابی نے وصیت کر دی تھی کہ اس کی کتابیں جلا دی جائیں، چنانچہ کتابیں جلا دی گئیں، حالانکہ ان کتابوں میں دوسروں کی کتابیں بھی تھیں۔

(۲) محمدبن نهْشل بن عبدالواحد البصري

موصوف کا ترجمہ تلاشِ بسیار کے باوجود احقر کو نہیں ملا۔

(۳) حسن بن حُسين أبو علي الأسواري

انتہائی تلاش کے باوجود ترجمہ نہیں ملا۔

روایتِ ابن عمر رضی اللہ عنہما بسندِ محمد بن عمر الجِعابی کا حکم

مذکورہ روایت پر اس سند کے ساتھ مجھے صرف حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہی مل سکا، یعنی ”اسواری کی یہ روایت صرف محمد بن عمر نے نقل کی ہے“۔ سند میں موجود حسن بن حسین اسواری اور محمد بن نہشل کا ترجمہ تلاشِ بسیار کے باوجود نہیں مل سکا، اور محمد بن عمر جعابی کا تفصیلی ترجمہ آپ کے سامنے آ چکا ہے،

مذکورہ روایت کی سند کا خلاصہ یہ ہے کہ اسواری کی یہ روایت صرف محمد بن عمر جِعابی نے نقل کی ہے، اور سند میں موجود دو راوی یعنی اسواری اور محمد بن نہشل "مجہول" ہیں، نیز سابقہ سندوں کے ساتھ متنِ حدیث کو صاف لفظوں میں من گھڑت کہا گیا ہے، مکرر ملاحظہ ہو:

اس روایت میں وضع کی علامت بہت واضح ہے (حافظ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ)

یہ جھوٹی حدیث ہے (حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، اس کلام پر حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے)

آئندہ سندوں میں بھی متنِ حدیث کو من گھڑت کہا گیا ہے، چند اقوال یہ ہیں:

یہ حدیث ابو بکر اشنانی کے ہاتھوں وجود میں آئی ہے (حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، اس کلام پر حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے)

یہ من گھڑت روایت ہے (علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ)

ان محدثینِ کرام نے حدیث کے متن کو من گھڑت کہا ہے، اب زیرِ بحث متن کی موجودہ سند میں دو راوی یعنی اسواری اور محمد بن نہشل "مجہول" ہیں، نیز اسواری کی یہ روایت صرف محمد بن عمر جعابی نے نقل کی ہے، جن کے حالات آپ جان چکے ہیں، چنانچہ سند میں موجود "جہالت" اور "تفرد" ایک ایسے متن کے ثبوت کے لئے ہرگز کافی نہیں ہے، جسے سلف و خلف کے آٹھ محدثینِ کرام من گھڑت کہہ چکے ہوں، بلکہ متنِ حدیث کے بارے میں انھیں محدثین کے حکم کو باقی رکھتے ہوئے کہا جائے گا کہ یہ من گھڑت روایت ہے، واللہ اعلم۔

۴- محمد بن بابُشاذ سے منقول روایت بن عمر رضی اللہ عنہما

اَسواری سے محمد بن نہشل کے علاوہ محمد بن بابُشاذ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے، چنانچہ حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ بغداد"[1] میں تخریج کرتے ہیں:

---

[1] تاریخ بغداد: محمد بن بابشاذ، ۲/ ٤٦٤، رقم: ٤٤٩، ت: بشار عوّاد، دار الإسلامیة - بیروت، الطبعة الأولی: ١٤٢٢ھ .

”أخبرنا أبوبكر البَرْقَاني، قال: أخبرنا عمر بن بِشْران ومحمد بن خَلَف ابن جَيَّان الخَلاَّل، وأخبرنا القاضيان، أبو العلاء محمد بن عليّ الواسطي وعليّ بن المحسن أبو القاسم التَنُوخِي، قالا: حدثنا محمد بن خلَف بن جَيَّان، قالا: حدثنا أبو عبيد الله محمد بن بابشاذ البصري، زاد ابن بِشْران: مولى أمير المؤمنين عمر بن الخطاب، وقال القاضيا ن في حديثهما: ببغداد، وحدثنا أبو طالب يحيى بن علي بن الطيب الدَسْكري لفظا بحُلوان، قال: أخبرنا أبو بكر بن المُقرئ بأصبهان، قال حدثنا محمد بن بَابْشَاذ أخو سهل الجبائي ببغداد، قال: حدثنا الحسن بن الحُسين أبو علي الأسواري، قال حدثنا سفيان بن سعيد الثوري، عن آدم بن عليّ، عن ابن عمر ......“.

مذکورہ روایت میں موجود، محمد بن بابُشَاذ ابوعبید اللہ البصری (المتوفی ۳۰۶ھ) کے بارے میں ائمہ کا کلام

حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”وفي حديثه غرائب ومناكير“[1]۔
ان کی حدیثوں میں غرائب اور منکر روایتیں ہیں۔

اس کے بعد حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے ابن بابُشَاذ کی منکر روایتوں میں زیرِ بحث روایت بھی نقل کی ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی، قطع نظر خاص اس روایت کے، ”البداية والنهاية“[2] **میں ابن بابُشَاذ کے بارے میں یہی لکھا ہے کہ ان کی احادیث میں غرائب ومناکیر ہیں۔**

---

[1] تاريخ بغداد: محمد بن بابشاذ، ٢/ ٤٦٤،رقم:٤٤٩، ت: بشار عوّاد، دار الإسلامية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٢هـ .

[2] البداية والنهاية: ١٤٧/١١،ت:علي شيري، دار إحياء التراث العربي –بيروت،الطبعة الأولى: ١٤٠٨هـ.

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ”المغني في الضعفاء“[1] میں لکھتے ہیں:

”وثّقه الدارقطني، ولكنّه روى حديثا موضوعا راج عليه، ولم يهتد إليه في فضل أبي بكر“. موصوف کی دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے توثیق کی ہے، لیکن محمد بن بابشاذ نے ایک من گھڑت روایت (زیرِ بحث روایت کے علاوہ ایک دوسری روایت) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں نقل کی ہے، یہ روایت ان کی طرف لوٹتی ہے، جس کی جانب انھیں رہنمائی نہیں ہوئی۔

روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما بسندِ محمد بن بابُشاذ کا حکم

آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے موصوف کی روایتوں میں غرائب اور مناکیر کی نشاندہی کر کے اس روایت کو نقل کیا ہے، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن بابُشَاذ سے منقول ایک دوسری موضوع روایت میں محمد بن بابُشَاذ کو علت قرار دیا ہے، اس لئے زیرِ بحث روایت، مذکورہ سند سے بھی درست نہیں ہے۔

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی چار سندوں کا خلاصہ

آپ یہاں تک تفصیل سے مشاہدہ کر چکے ہیں کہ علاء بن عمرو حنفی، سہل بن صُقَیر، ابن الجِعابي اور محمد بن بابُشَاذ سے منقول روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما ساقط الاعتبار اور نا قابل بیان ہے۔

حدیثِ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ”تاریخ بغداد“[2] میں تخریج کرتے ہیں:

---

[1] المغني في الضعفاء: محمد بن بابشاذ، ٢/ ١٦٨، رقم: ٥٣٢٨، ت: دكتور نور الدين عتر، إدارة إحياء التراث الإسلامي – قطر.

[2] تاريخ بغداد: محمد عبد الله بن إبراهيم، ٣/ ٤٦٠، رقم: ٩٨٣، ت: بشار عوّاد، دار الغرب الإسلامي – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٢هـ.

"حدثنا الحسن بن محمد الخلاّل، قال: حدثنا أبو بكر بن شَاذَان، قال: حدثنا محمد بن عبدالله بن إبراهيم بن ثابت الأشْنَاني، قال: حدثنا حنبل بن إسحاق بن حنبل، قال: حدثنا وكيع، عن شعبة، عن الحجاج، عن مِقسَم، عن ابن عباس رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:

هبط عليّ جبريل وعليه طِنفِسَة وهو متخلّل بها، فقلت: يا جبريل! مانزلت إليّ في مثل هذا الزيّ ؟ قال: إن الله أمر الملائكة أن تخلل في السماء كتخلّل أبي بكر في الأرض".

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس اس حالت میں آئے کہ ٹاٹ پہنے ہوئے تھے، اور گریبان میں کپڑا سمیٹنے کے لئے خلال لگایا ہوا تھا، میں نے کہا، اے جبریل! آج آپ میرے پاس کیسی حالت بنا کر آئے ہیں؟ جبریل نے کہا کہ اللہ نے آسمان کے فرشتوں کو حکم فرما رکھا ہے کہ تم بھی ایسے ہی کپڑوں میں لکڑی کا تنکا لگاؤ، جیسا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے گریبان سمیٹنے کیلئے لکڑی کا تنکا لگا رکھا ہے۔

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے یہ روایت حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ دِمشق"[1] میں تخریج کی ہے۔

روایت پر ائمہ کا کلام

۱- حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تخریج روایت کے بعد لکھتے ہیں:

"قلت: وما أبعد الأشناني من التوفيق، تراه ماعلم أن حنبلا لم يرو عن وكيع ولا أدركه أيضا .... ". "میں کہتا ہوں کہ اللہ نے اُشنانی کو اپنی توفیق سے کس قدر دور رکھا ہے، آپ دیکھ رہے ہیں کہ اُشنانی یہ بھی نہیں جانتا کہ

[1] تاريخ دمشق: ۳۰/ ۷۳، ت: عمر غرامة، دار الفكر – بيروت، ط: ١٤١٥ هـ .

حنبل نے نہ تو وکیع سے روایت کی ہے اور نہ وکیع کو پایا ہے (حالانکہ سند میں اُشانی نقل کر رہا ہے کہ حنبل نے یہ حدیث وکیع سے سنی ہے)....."۔

۲- حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

موصوف "كتاب الموضوعات"[1] میں لکھتے ہیں: "هذا ممّا عملته يد الأشناني". یہ حدیث اُشانی کے ہاتھوں کا کمال ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "اللآلي المصنوعة"[2] میں حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ جیسے کلام پر اکتفاء کیا ہے، نیز "تاريخ الخلفاء" میں اس سند کو "واہی" کہا ہے۔[3]

۳- حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

موصوف "تنزيه الشريعة"[4] میں لکھتے ہیں: (حظ) من حديث من طريق أبي بكر الأشناني، وهو ممّا عملت يداه. حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بطریقِ ابی بکر اُشانی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے، اور یہ حدیث ابو بکر اُشانی کے ہاتھوں وجود میں آئی ہے۔

۴- علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

موصوف "الفوائد المجموعة"[5] لکھتے ہیں: "وهو موضوع". یہ من گھڑت روایت ہے۔

---

[1] كتاب الموضوعات: ١/ ٣١٤،عبد الرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية–المدينة المنورة، الطبعةالأولى: ١٣٨٦هـ.

[2] اللآلي المصنوعة: ١/ ٢٦٩، دار الكتب العلمة - بيروت.

[3] تاريخ الخلفاء: أبوبكر الصديق،١/٤٠، ت: محمد محي الدين عبدالحميد، مطبعة السعادة – مصر، الطبعة الأولى: ١٣٧١ هـ.

[4] تنزيه الشريعة: الفصل الأول، ١/ ٣٤٢،رقم: ٥،دارالكتب العلمة - بيروت، الطبعة الثانية: ١٤٠١ هـ .

[5] الفوائد المجموعة: ١/ ٤١٩،رقم: ١٠٤٣،ت: رضوان جامع، مكتبة نزار مصطفي الباز – المكة المكرمة.

محمد بن عبد اللہ بن ابراہیم بن ثابت ابو بکر اُشنانی کے بارے میں اقوال ائمہ

حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "وكان كذّابا يضع الحديث".[1] وہ جھوٹی حدیث گھڑ تا تھا۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ "الضعفاء والمتروكين"[2] میں لکھتے ہیں: "قال الدارقطني: كذّاب دجال ...". "دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ جھوٹا، دجال ہے...."۔

کلام کا خلاصہ اور روایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا حکم

اس روایت کو مذکورہ سند کے ساتھ حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے من گھڑت کہا ہے، چنانچہ زیرِ بحث روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے بھی بیان کرنا درست نہیں ہے۔

حدیثِ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ

واضح رہے کہ زیر بحث روایت بسندِ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ، حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے "فضائل الصحابة" میں تخریج کی ہے، یہ "فضائل الصحابہ" تلاش بسیار کے باوجود مجھے اب تک میسر نہیں ہو سکی، البتہ اس روایت کا ذکر اور اس کے بعد روایت پر حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام "کنز العُمّال" کے حوالے سے پیش خدمت ہے:

"قال ابن كثير: فيه غرابة شديدة، وشيخ الطبراني عبد الرحمن بن معاوية العُتْبِي وشيخه محمد بن نصر الفارسي لا أعرفهما ولم أرأحدا

---

[1] تاريخ بغداد: محمد عبد الله بن إبراهيم، ٣/ ٤٦٠، رقم: ٩٨٣، ت: بشار عوّاد، دار الغرب الإسلامي – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٢ هـ .

[2] الضعفاء والمتروكين: ٣/ ٧٩، رقم: ٣٠٨٨، ت: عبدالله القاضي، دار الكتب العلمية – بيروت.

ذکرھما"[1].

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس روایت میں شدید غرابت ہے، اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد عبد الرحمن بن معاویہ عُتْبی، اور محمد بن نصر فارسی کو میں نہیں پہچانتا، اور نہ ہی میں نے کسی کو انہیں ذکر کرتے دیکھا ہے۔
واضح رہے کہ شیخ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ، "عبد الرحمن بن معاویہ، ابو القاسم الاُموی العُتْبی المِصْری (۲۹۲ھ)" کا ترجمہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ[2] اور حافظ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ[3] نے بلا جرح وتعدیل نقل کیا ہے۔

حدیثِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا حکم

آپ جان چکے ہیں کہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق زیرِ بحث روایت بطریق ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں "شدید غرابت" ہے، اس کے ساتھ ساتھ متنِ حدیث کے متعلق، حافظ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال گذر چکے ہیں کہ یہ روایت من گھڑت ہے، اس لئے موجودہ سند بھی ثبوتِ متن کے لئے ہر گز کافی نہیں ہے، واللہ اعلم۔

پوری تحقیق کا خلاصہ اور روایت کا حکم

زیرِ بحث متنِ حدیث تین صحابہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مختلف سندوں سے مروی ہے، ان تینوں سندوں پر تفصیلی کلام آپ کے سامنے آچکا ہے، جس میں ائمہ حدیث صاف لفظوں میں فرما چکے ہیں کہ

---

[1] كنز العمال: ١٢/ ٥٠٥، رقم: ٣٥٦٤٩، مؤسسة الرسالة - بيروت، الطبعة الخامسة: ١٤٠٥هـ .

[2] تاريخ الإسلام: ٢٢/ ١٩٥، رقم: ٢٧٦، ت: عمر عبد السلام تدمري، دار الكتاب العربي - بيروت، الطبعة: ١٤٠٧هـ.

[3] الأنساب: العتبي، ١٤٩/٣، ت: عبد الله عمر البارودي، دار الجنان - بيروت، الطبعة الأولى، ١٤٠٨هـ.

یہ روایت من گھڑت ہے، مکرر ملاحظہ ہو:

اس روایت میں وضع کی علامت بہت واضح ہے۔(حافظ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ)

یہ جھوٹی حدیث ہے۔(حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، اس کلام پر حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے)

یہ حدیث ابو بکر اُشنانی کے ہاتھوں وجود میں آئی ہے۔(حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، اس کلام پر حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے)

یہ من گھڑت روایت ہے۔(علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ)

نہ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کبھی اپنے چغہ میں تنکے لگائیں ہیں، اور نہ ہی فرشتوں نے، بلکہ یہ جھوٹ ہے۔(حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ)[1]

ان ائمہ حدیث کی تصریحات کے مطابق یہ روایت من گھڑت ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اس کا انتساب درست نہیں ہے۔

---

[1] مجموع الفتاوی: سئل هل تخلّل أبو بکر بالعباءة...، ٦٢/١١، عامر الجزار،دارالوفاء- مصر، ط: ١٤٢٦هـ.
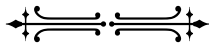
روایت نمبر:(۲)

روایت: ”جس کام کی ابتداء بروز بدھ کی جائے وہ تکمیل تک پہنچتا ہے“۔

حکم: آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کرسکتے۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ

روایت کے بارے میں ائمہ حدیث کا کلام
ائمہ کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم

ائمہ حدیث کا کلام

۱- حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

”المقاصد الحسنة“[1] میں ہے:

” لم أقف له على أصل، ولكن ذكر برهانُ الإسلام في كتابه ”تعليم المتعلّم“ عن شيخه المَرْغِينَاني صاحب الهداية في فقه الحنفية، أنّه كان يُوقف بدايةَ السبق على يوم الأربعاء، وكان يروي في ذلك بحفظه ويقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”ما من شيء بُدِئ به يوم الأربعاء إلا وقد تمّ“، قال: وهكذا كان يفعل أبي، فيروي هذا الحديث بإسناده عن القوام أحمد بن عبد الرشيد، انتهى.

ويعارضه حديثُ جابر مرفوعا: يَوْمُ الأَرْبِعَاءِ يَوْمُ نَحْسٍ مُسْتَمِرٍّ، أخرجه الطبراني في الأوسط، ونحوه ما يروى عن ابن عباس أنه لا أخذَ فيه ولا عطاءَ، وكلّها ضعيفة، وبلغني عن بعض الصالحين

[1] المقاصد الحسنة،رقم الحديث:۹۴۳،ت:محمد عثمان الخشت،دار الكتاب الغربي ـ بيروت .
كذا ذكره العلامة أبو محمد عبد القادر القرشي في ”الجواهر المضيئة“ في ترجمة: برهان الدين المَرغِيناني معزوّا إلى برهان الإسلام الزرنوجي. (العين مع اللام، ۳۸٤/۱، مير محمد ـ كراتشي).

ممّن لقيناه أنه قال: شَكَتِ الأربعاء إلى الله سبحانه تشاؤمَ الناس بها فمَنَحَها أنّه ما ابتدئ بشيء فيها إلا تمّ".

"میں اس حدیث کی اصل سے واقف نہیں ہوں، البتہ برہان الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "تعلیم المتعلم" میں اپنے شیخ مَرغِینانی صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ وہ بدھ تک سبق کی ابتداء کو روکے رکھتے تھے اور اس بارے میں زبانی یہ فرماتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"جس کام کی ابتداء بروز بدھ کی جائے وہ تکمیل تک پہنچتا ہے"۔

صاحبِ ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ایسا کرتے تھے، پھر صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے قوام الدین احمد بن عبد الرشید رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کرتے تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس کے معارض مرفوع روایت (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) منقول ہے کہ "بدھ کا دن دائمی نحوست کا دن ہے"۔اس روایت کو امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "اوسط" میں تخریج کیا ہے، ایسے ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بھی اس کے معارض ہے کہ "بروز بدھ کچھ لینا، دینا نہیں ہے"، یہ سب روایتیں (حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ اور حدیثِ ابن عباس رضی اللہ عنہ) ضعیف ہیں۔ میرے ملنے والوں میں ایک نیک شخص سے مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ "یوم بدھ نے اللہ کی بارگاہ میں شکایت کی کہ لوگ اسے منحوس سمجھتے ہیں، اس پر اللہ نے بدھ پر یہ احسان کیا کہ" بروز بدھ جو کام بھی شروع کیا جائے وہ تکمیل تک پہنچتا ہے"۔

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے مستفاد چند امور

❶ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام "میں اس حدیث کی اصل سے واقف نہیں ہوں" سے مراد یہ ہے کے میں اس روایت کی کسی مرفوع سند سے واقف نہیں ہوں۔

❷ صاحب ہدایہ امام مَرغِینانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مرفوع روایت (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) اپنے شیخ قوام الدین احمد بن عبد الرشید بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے سند کے ساتھ نقل کی ہے، اگرچہ صاحبِ ہدایہ نے صریح طور پر سند کو ذکر نہیں کیا۔

❸ بعض ضعیف روایتیں اس روایت کے معارض ہیں۔

❹ ایک نیک شخص سے مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ "یوم بدھ نے اللہ کی بارگاہ میں شکایت کی کہ لوگ اسے منحوس سمجھتے ہیں، اس پر اللہ نے بدھ پر یہ احسان کیا کہ "بروز بدھ جو کام بھی شروع کیا جائے وہ تکمیل تک پہنچتا ہے"۔

۲- ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"قال السخاوي: لم أقف له على أصل"[1]. سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں اس کی کسی اصل سے واقف نہیں ہوں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے "الأسرار المرفوعة"[2] میں امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کیا، پھر لکھتے ہیں:

"وفيه أن معناه كان يوما نَحْسا مُسْتَمِرًّا على الكفار، فمفهومه أنه سعد مستقر على الأبرار وقد اعتمد من أئمتنا صاحب الهداية على هذا الحديث، وكان يعمل به في ابتداء درسه، وقد قال العسقلاني: بلغني عن بعض الصالحين ممن لقيناه أنه قال اشتكت الأربعاء إلى الله تعالى تشاؤم الناس بها فمنحها أنها ما ابتدىء بشيء فيها إلا وتم، والله سبحانه أعلم وأحكم".

"حدیث: (بدھ کا دن دائمی نحوست کا دن ہے) کا معنی یہ ہے کہ بدھ کافروں پر دائمی نحوست کا دن ہے، اس سے معلوم ہوا کہ بدھ کا دن مسلمانوں کی

---

[1] المصنوع: رقم: ٢٧٥، ت: شيخ أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية - حلب.

[2] الأسرار المرفوعة: رقم الحديث: ٤٠١، ت: محمد الصباغ، مؤسسة الرسالة - بيروت، الطبعة: ١٣٩١هـ.

دائمی سعادت کا دن ہے، اور ہمارے ائمہ میں صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر اعتماد کیا ہے، اور درس کی ابتداء میں اس حدیث پر عمل کرتے تھے۔

عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک نیک شخص سے مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ "یوم بدھ نے اللہ کی بارگاہ میں شکایت کی کہ لوگ اسے منحوس سمجھتے ہیں، اس پر اللہ نے بدھ پر یہ احسان کیا کہ بروز بدھ جو کام بھی شروع کیا جائے وہ تکمیل تک پہنچتا ہے"۔

فائدہ: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر ایک زائد بات یہ ہے کہ زیرِ بحث روایت کے خلاف موجودہ ضعیف حدیث کا معنی یہ ہے کہ یہ کفار کے لئے تو دائمی نحوست کا دن ہے، البتہ مسلمانوں کے لئے دائمی سعادت کا دن ہے، نیز امام مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر اعتماد کیا ہے، اور یہ حدیث معمول بہ ہے۔

۳- حافظ محمد بن اسماعیل عجلونی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"کشف الخفاء"[۱] میں حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کر دیا، اس کے علاوہ اور کوئی بات نقل نہیں کی۔

۴- حافظ محمد بن محمد الحوت رحمۃ اللہ علیہ[۲]، علامہ محمد امیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ[۳]، اور علامہ محمد بن خلیل طرابلسی رحمۃ اللہ علیہ[۴] کا کلام

ان تینوں حضرات نے حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو نقل کیا ہے، یعنی اس کی اصل معلوم نہیں۔

---

[۱] كشف الخفاء: ١٨١/١، رقم: ٢١٩١، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الثالثة: ١٤٠٨هـ.

[۲] أسنى المطالب: رقم: ١٢٤٣، دار الكتب العلمية - بيروت.

[۳] اللؤلؤ المرصوع: رقم: ٤٦٦، فؤاد أحمد، دار البشائر الإسلامية - بيروت، الطبعة: ١٤١٥هـ.

[۴] النخبة البهية: ١٠٥/١، رقم: ٢٨٧، المكتب الإسلامي - بيروت.

۵- حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت کے علاوہ ایک دوسری روایت "يوم الأربعاء يوم نَحْس مُسْتَمِرّ" پر کلام کرنے کے بعد مذکورہ روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"(ومما) اشتهر على الألسنة في نقيض هذا حديث: ما ابتدئ بشيء يوم الأربعاء إلا تم. لا أصل له، وينسب لصاحب هداية الحنفية أنه كان يُوقف بداية الدروس على يوم الأربعاء ويحتج بهذا الحديث، وكذا كان جماعة من أهل العلم يتحرون البداية يوم الأربعاء، والأولى أن يلحظ في ذلك ما في الصحيح من أن الله عز وجل خلق النور يوم الأربعاء والعلم نور فيتفاءل لتمامه ببداءته يوم خلق النور، إذ يأبى الله إلا أن يتم نوره كما قال جل شأنه، وفي جزء أبي بكر بن بُنْدَار الأنباري من جهة عطاء بن ميسرة عن عطاء بن أبي رباح عن عائشة رضي الله عنها قالت: أحب الأيام أن يخرج فيه مسافِرِي وأنكح فيه واختتن فيه الصبي يوم الأربعاء، والله أعلم"[1].

"اس حدیث کی" اصل نہیں ہے، اور صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب ہے کہ آپ بدھ تک سبق کی ابتداء روکے رکھتے، اور اس حدیث کو استدلال کے طور پر پیش کرتے، علماء کی ایک جماعت اسی طرح بدھ کو سبق کی ابتداء کرتی ہے، بہتر یہ ہے کہ اس بارے میں یہ صحیح حدیث مدِ نظر ہو کہ "اللہ عز وجل نے بدھ کو نور کی تخلیق کی" انتہی، اور علم بھی ایک نور ہے، چنانچہ بروز بدھ ابتداء کرنے پر یہ نیک فالی ہوگی کہ یہ فعل پایہ تکمیل تک پہنچے گا، کیونکہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ "اللہ اپنے نور کو ضرور پورا کرکے رہیں گے"، جزء ابی بکر

---

[1] تنزيه الشريعة: الفصل الثاني، ۲/ ۵۵، رقم: ۲۳، دار الكتب العلمة - بيروت، الطبعة الثانية: ۱۴۰۱هـ.

انباری میں عطاء بن میسرہ عن عطاء بن ابی رباح عن عائشہ رضی اللہ عنہا مروی ہے:
”(میرے نزدیک) میرے مسافر کی روانگی کے لئے، نکاح کے لئے، اور بچے کی ختنہ کے لیے پسندیدہ دن بدھ ہے“۔

۶- علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

آپ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”قد استخرجت لذلك أصلا آخر لطيفا، وهو أخرجه البخاري في الأدب وأحمد والبزار عن جابر بن عبد الله قال: دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم في هذا المسجد، مسجد الفتح، يوم الإثنين ويوم الثُلاثاء ويوم الأرِبعاء، فاستُجِيب له بين الصلاتين، أي: الظهر والعصر من الأرِبعاء.

قال جابر: ولم ينزل بي أمْر مُهِمّ إلا تَوَخَّيْتُ تلك الساعة، فدعوت الله فيه بين الصلاتين يوم الأرِبعاء في تلك الساعة إلا عرفتُ الإجابة“[1].

مجھے اس روایت کی ایک دوسری لطیف اصل ملی ہے، جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”الادب المفرد“ میں، نیز امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد فتح میں پیر، منگل اور بدھ کو دعا کی، چنانچہ بروز بدھ ظہر اور عصر کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوگئی۔

---

[1] الفوائد البهية في تراجم الحنفية: علي بن أبي بكر المَرْغِينَاني، ص: ٥٨، المطبع المصطفائي.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے جب بھی کوئی اہم بات پیش آتی ہے، میں اس گھڑی کی جستجو کرتا، اور بروز بدھ اس گھڑی میں دعا کرتا، میری دعا قبول ہو جاتی۔

ائمہ حدیث کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا حکم

سابقہ تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے، میں اس کی اصل (مرفوع سند، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول) سے واقف نہیں ہوں، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ محمد بن محمد الحوت رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد امیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ، اور علامہ محمد بن خلیل طرابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے اعتماد کیا ہے، نیز حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صاف لفظوں میں "بے اصل" کہا ہے، ان تمام ائمہ کی تصریحات کا بے غبار نتیجہ یہ ہے کہ یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے اس کو بیان کرنا درست نہیں ہے، البتہ بدھ کو بعض دیگر معتبر روایات کے مطابق قبولیت اور فضیلت حاصل ہے، اس لئے ان معتبر روایات کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے درس وغیرہ کی ابتداء بدھ سے کرنا بلاشبہ مستحسن ہے، اور حضرات علماء سلف کا معمول بھی ہے، چنانچہ حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ زیرِ بحث روایت کو "بے اصل" کہا ہے، لیکن بروز بدھ، درس کی ابتداء کو مستحسن سمجھتے ہوئے یہ دلیل پیش کی ہے:

"بہتر یہ ہے کہ اس بارے میں یہ صحیح حدیث مدِ نظر ہو کہ "اللہ عزوجل نے بدھ کو نور کی تخلیق کی" انتہی، اور علم بھی ایک نور ہے، چنانچہ بروز بدھ ابتداء کرنے پر یہ نیک فالی ہوگی کہ یہ فعل پایہ تکمیل تک پہنچے گا، کیونکہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ "اللہ اپنے نور کو ضرور پورا کر کے رہیں گے"، جزء ابی بکر انباری میں عطاء بن میسرہ

عن عطاء بن ابی رباح عن عائشہ رضی اللہ عنہا مروی ہے، ”سفر کے لئے، نکاح کے لئے، اور بچے کے ختنہ کے لیے پسندیدہ دن بدھ ہے“۔

اسی طرح علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے بروز بدھ ابتداءِ درس کو پسند کیا ہے اور دلیل یہ پیش کی ہے:

”مجھے اس روایت کی ایک دوسری لطیف اصل ملی ہے، جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”الادب المفرد“ میں، نیز امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد فتح میں پیر، منگل اور بدھ کو دعا کی، چنانچہ بروز بدھ ظہر اور عصر کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہو گئی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے جب بھی کوئی اہم بات پیش آتی ہے، میں اس گھڑی کی جستجو کرتا، اور بروز بدھ اس گھڑی میں دعا کرتا، میری دعا قبول ہو جاتی“۔
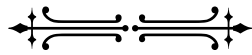
روایت نمبر:③

روایت: ”إن يمين ملائكة السماء: والذي زيَّن الرجال باللُّحى، والنساء بالذوائب“.

ترجمہ: آسمان کے فرشتے اپنی قسم میں یہ الفاظ کہتے ہیں: قسم ہے اس ذات کی جس نے مردوں کو داڑھی سے زینت بخشی، اور عورتوں کو مینڈھیوں سے۔

حکم: ساقط، بیان نہیں کر سکتے۔

مذکورہ متن تین (۳) مختلف سندوں سے مرفوعاً اور موقوفاً منقول ہے :

① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے مرفوعاً

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے موقوفاً

③ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طریق سے مرفوعاً

ذیل میں تینوں سندوں کی تحقیق ذکر کی جائے گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا طریق مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول)

مصدرِ اصلی

امام شہر داد بن شیرویہ رحمۃ اللہ علیہ ”مسند فردوس“[1] میں یہ روایت امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے مرفوعاً نقل فرماتے ہیں:

” أخبرنا ابن عصمة، حدثنا الحسين بن داود بن مُعاذ، حدثنا النَضْر بن شُمَيْل، حدثنا عوف، عن الحسن، عن عائشة مرفوعا: ملائكة السماء يستغفرون لذوائب النساء ولحى الرجال، يقولون: سبحان الذي

[1] ”مسند فردوس“ فی الوقت میسر نہیں، البتہ ”مسند فردوس“ کی مذکورہ سند، ثانوی مرجع سلسلة الأحاديث الضعيفة ”سے نقل کی جارہی ہے، فانظر: سلسلة الأحاديث الضعيفة: ١٤/ ٥٢، رقم: ٦٠٢٥، مكتبة المعارف- الرياض.

زين الرجال باللحى والنساء بالذوائب".

ترجمہ: آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ آسمان کے فرشتے اللہ تعالی سے مغفرت مانگتے ہیں، مینڈھیوں والی عورتوں اور داڑھی والے مردوں کے لئے ، وہ فرشتے کہتے ہیں: پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھی سے اور عورتوں کو مینڈھیوں سے زینت بخشی۔

علامہ عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ "فيض القدير"[1] میں لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان الفاظ سے قسم کھاتی تھی: "والذي زين الرجال باللُحى ...".

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۱- حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ "تنزيه الشريعة"[2] کی "الفصل الثالث" میں اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: "من حديث عائشة، وفيه الحسين بن داود بن مُعاذ البلخي". یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، اور اس کی سند میں حسین بن داؤد بن معاذ بلخی ہے۔

واضح رہے کہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ میں "حسین بن داؤد" کو وضاعین میں شمار کیا ہے۔

۲- علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ پٹنی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو "تذكرة الموضوعات"[3] میں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: " فيه ابن داود، ليس بثقة". اس میں ابن داؤد ہے، جو ثقہ نہیں ہے۔

---

[1] فيض القدير:٦ / ١٤، رقم:٨٢٥١، دار المعرفة - بيروت، الطبعة الثانية: ١٣٩١هـ.

[2] تنزيه الشريعة: كتاب الأنبياء والقدماء، الفصل الثالث،١/ ٢٤٧، رقم: ١٤، ت: عبد الله الغماري، دار الكتب العلمية– بيروت ،ط:١٤٠١ هـ.

[3] تذكرة الموضوعات: ص:١٦٠،كتب خانة مجيدية– ملتان.

۳- امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے زیرِ بحث روایت بسند حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو "ذیل اللآلي "[1] میں نقل کرنے کے بعد سند کے راوی حسین بن داؤد کو "لیس بثقة" کہا ہے۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی سند میں موجود راوی "حسین بن داؤد بلخی" کو محدثین نے اس روایت میں مدارِ علت بنایا ہے، ذیل میں حسین بن داود کے بارے میں ائمہ رجال کی آراء ذکر کی جارہی ہیں۔

حسین بن داؤد بن معاذ بلخی (المتوفی ۲۸۲ھ) کے بارے میں ائمہ کے اقوال

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ بغداد"[2] میں "حسین بن داؤد بلخی" کے متعلق لکھتے ہیں:

"ولم يكن الحسين بن داود ثقة، فإنه روى نسخة عن يزيد بن هارون، عن حميد، عن أنس، أكثرها موضوع". حسین بن داؤد ثقہ نہیں ہے، کیونکہ اس نے یزید بن ہارون عن حمید عن انس رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک نسخہ نقل کیا ہے، جس کی اکثر روایات من گھڑت ہیں۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ "الضعفاء والمتروكين"[3] میں نقل کرتے ہیں: "قال الأزدي: كذاب، ساقط". ازدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حسین بن داؤد جھوٹا، ساقط ہے۔

---

[1] ذيل اللآلي المصنوعة:ص:۷۳، دار ابن حزم – بيروت.

[2] تاريخ بغداد: ۵۷۶/۸، رقم:۴۰۵۳،ت: بشارعوادمعروف.ط: دار الغرب الإسلامي – بيروت، ط:۱۴۲۲هـ.

[3] الضعفاء والمتروكين: من اسمه حسين، ۱/ ۲۱۸، رقم: ۹۱۴، ت: عبد الله القاضي، دار الكتب العلمية–بيروت، ط:۱۴۰۶هـ.

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ الإسلام"[1] میں فرماتے ہیں: "نزيل نيسابور، وأحد المتروكين". "نیشاپور میں آیا ہے اور متروکین میں سے ایک تھا" (شدید جرح)۔

اسی طرح حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "المغني"[2] میں فرماتے ہیں: "متهم بالكذب". حسین بن داؤد متہم بالکذب ہے (شدید جرح)۔

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ

"تنزيه الشريعة"[3] کے مقدمہ میں وضاعین کی فہرست میں ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ نے حسین بن داؤد کے بارے میں یہ کلمات نقل کیے ہیں:

"قال الخطيب: حديثه موضوع، وقال الحاكم: له عجايب يستدل بها على حاله". خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس کی حدیث گھڑی ہوئی ہے، اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان سے عجیب روایتیں منقول ہیں، ان روایتوں سے حسین بن داؤد کی حالت پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔

روایت بطریق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حکم

روایت کو مذکورہ سند سے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے صراحتاً موضوعات میں شمار کیا ہے، نیز سند میں موجود راوی حسین بن داؤد کی جانب (قطع نظر خاص اس روایت کے) حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ازدی رحمۃ اللہ علیہ نے صاف لفظوں میں جھوٹ اور وضعِ حدیث کی نسبت کی ہے، اور اسی پر حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] تاريخ الإسلام: ٢١/ ١٥٩، رقم: ٢٢٥، ت: عمر عبدالسلام تدمري، دار الكتاب العربي- بيروت، ط: ١٤٠٧هـ.

[2] المغني في الضعفاء: ص: ٢٦٠، رقم: ١٥٧٣، ت: نورالدين عتر، دار إحياء التراث العربي- بيروت، ط: ١٩٨٧م.

[3] تنزيه الشريعة: ١/ ٥٢، رقم: ١٠، ت: عبد الله الغماري، دار الكتب العلمية- بيروت، ط: ١٤٠١هـ.

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ مذکورہ سند سے یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا طریق، موقوف روایت (صحابی کا قول)

مصدر اصلی

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ دمشق"[1] میں "عبد العزیز بن محمد نخشبی" کے ترجمے میں یہ روایت ذکر کی ہے، ملاحظہ ہو:

"أنا القاضي أبو سعيد الخليل بن أحمد بن محمد بن الخليل، نا أبو عبد الله محمد بن مُعاذ بن فَهْد النُهَاوَنْدِي وسمعته يقول: لي مائة وعشرون سنة وقد كتبت الحديث ولحقت أبا الوليد الطيالسي والقعنبي وجماعة من نظرائهم، ثم ذكر أنه تصوف ودفن الحديث الذي كتبه أول مرة ثم كتب الحديث بعد ذلك وذكرأنه حفظ من الحديث الأول حديثا واحدا، وهوماحدثنا به[كذا في الأصل] محمد بن المِنْهال الضَرِير، نا يزيد بن زُريع، نا رَوح بن القاسم، عن سهيل بن أبي صالح، عن أبيه، عن أبي هريرة قال: إن يمين ملائكة السماء: والذي زين الرجال باللحى والنساء بالذوائب".

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بے شک آسمان کے فرشتوں کی قسم یہ ہے: قسم اس ذات کی جس نے مردوں کو داڑھی اور عورتوں کو مینڈھیوں سے زینت بخشی۔

روایت پر ائمہ رجال کا کلام

۱- حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد خود فرماتے ہیں:

---

[1] تاريخ مدينة دمشق: حرف العين، ۳۶/ ۳۴۳، ت: عمربن غرامة، دارالفكر –بيروت، ط: ۱٤۱٥ هـ.

”هذا حديث منكر جدا وإن كان موقوفا، فأولت[۱] النُهَاوَنْدِي نسيه فيما نسي، فإنه لا أصل له من حديث محمدبن المِنْهال والله اعلم“[۲].

یہ حدیث شدید منکر ہے، اگرچہ موقوف بھی ہے، شاید نہاوندی کو نسیان ہو گیا ہے، کیونکہ ”محمد بن منہال“ کی احادیث میں اس کی کوئی اصل نہیں ملتی، واللہ اعلم۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”ذيل اللآلي“[۳] میں حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کی اس سند کے بعد انھیں کے کلام کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

۲- حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”لسان الميزان“[۴] میں اس روایت کو ”محمد بن معاذ شعرانی“ کے ترجمے کے تحت ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں:

”وروى عنه أبو سعيد الخليل بن أحمد بن الخليل البُستِي حكاية منكرة ....“. **ابوسعید الخلیل نے ”محمد بن معاذ“ سے ایک منکر روایت نقل کی ہے، اس کے بعد حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت نقل کی ہے۔**

۳- حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ نے ”تنزيه الشريعة“[۵] میں اس روایت کو

---

[۱] ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کے مطبوعہ نسخے میں یہ لفظ ”فأولت“ ہے، اور بظاہر یہاں اس کا کوئی مطلب بن بھی نہیں بن سکتا، چنانچہ دیگر حضرات جنھوں نے ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کو ذکر کیا ہے، انہوں نے اس لفظ کو ”وليت“ لکھا ہے، جیساکہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”لسان الميزان“ میں لکھا ہے، اسی طرح ”لسان الميزان“ میں ”نخشبي“ کی جگہ ”يحسبي“ لکھا ہے۔

[۲] تاريخ مدينةدمشق: حرف العين ٣٦ / ٣٤٣، ت: عمربن غرامة، دارالفكر – بيروت، ط: ١٤١٥ هـ.

[۳] ذيل اللآلي المصنوعة: ص: ٧٣، دار ابن حزم – بيروت.

[۴] لسان الميزان: حرف الميم، ٧/ ٥١٢، رقم: ٧٣١٧، ت: عبدالفتاح أبوغدة، دارالبشائرالإسلامية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.

[۵] تنزيه الشريعة: كتاب الأنبياءوالقدماء، الفصل الثالث، ١/ ٢٤٧، رقم: ١٣، ت: عبد الله الغماري، دار الكتب العلمية – بيروت، ط: ١٤٠١هـ.

نقل کرنے کے بعد ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے، ملاحظہ ہو:

"وقال: منكر، لا أصل له". ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے منکر، بے اصل کہا ہے۔

حضرات محدثین نے مذکورہ سند میں موجود ایک راوی "محمد بن معاذ نہاوندی شعرانی" کو مدارِ علت بنایا ہے، ذیل میں مزید وضاحت کے لئے نہاوندی کے بارے میں ائمہ رجال کا کلام ملاحظہ ہو۔

محمد بن مُعاذ بن فہد نُہاوَنْدِی شعرانی (بعد ۳۳۴ھ) پر ائمہ رجال کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "سير أعلام النبلاء"[1] میں فرماتے ہیں:

"وهو واه وله أوهام". نہاوندی "واہی" ہے، اور اس کے بہت سے اوہام ہیں (شدید جرح)۔

اسی طرح "تاريخ الإسلام"[2] میں فرماتے ہیں: "وهو متروك، واه". نہاوندی متروک، واہی شخص ہے (شدید جرح)۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "لسان الميزان"[3] میں نہاوندی کے متعلق حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اعتماد کیا ہے۔

ائمہ رجال کے کلام کا خلاصہ اور روایت بسندِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا حکم

آپ جان چکے ہیں کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے نہاوندی کو متروک، واہی (شدید جرح) قرار دیا ہے، نیز حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن منہال سے منقول روایتوں میں اس روایت کو شدید منکر کہا ہے، اور اسی نُہاوندی کو

[1] سير أعلام النبلاء: ١٥/ ٣٨٧ رقم: ٢١٠. ت: شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة - بيروت، ط: ١٤٠٢هـ.

[2] تاريخ الإسلام: ١٥/ ٣٨٧، رقم: ٢٢٥، ت: عمر عبدالسلام تدمري، دار الكتاب العربي - بيروت، ط: ١٤٠٧هـ.

[3] لسان الميزان: حرف الميم، ٧/ ٥١٢، رقم: ٧٣١٧، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.

اس کی علت اور سبب قرار دیا ہے، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے، چنانچہ ائمہ حدیث کی ان تصریحات کے بعد یہ متن اس سند کے ساتھ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا درست نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا طریق مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "الحاوي للفتاوِي"[1] میں اس مضمون کی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کی ہے، ملاحظہ ہو:

"وقال علي رضي الله عنه: عن النبي صلى الله عليه وسلّم أنه قال: "عليكم بالمِشْط فإنه يذهب الفقر، ومن سرّح لحيته حتى يصبح كان له أمانا حتى يمسي، لأن اللحية زين الرجال وجمال الوجه".

حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: "کنگی ضرور کیا کرو، کیونکہ یہ فقر کو ختم کرتی ہے، اور جو شخص صبح کو داڑھی میں کنگی کرے وہ شام تک مامون رہے گا، کیونکہ داڑھی مردوں کی زینت اور ان کے چہروں کی خوبصورتی ہے"۔

روایت بسندِ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کلام

علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "موضوع"[2] کہا ہے۔

تحقیق کا خلاصہ اور تینوں روایتوں کا حکم

زیر بحث حدیث کی تینوں سندیں (حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا، اور حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ) درجہ اعتبار سے ساقط اور شدید ضعیف ہیں، تفصیل گزر چکی ہے، چنانچہ یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا درست نہیں ہے، واللہ اعلم۔

---

[1] الحاوي للفتاوي: ص: ۳۹/۲، ت: عبد اللطيف حسن، دار الكتب العلمية – بيروت، ط: ۱٤۲۱هـ.

[2] كشف الخَفَا: ۳۱۱/۲، رقم: ۲۵۳۹، ت: يوسف بن محمود الحاج أحمد، مكتبة العلم الحديث ـ دمشق، ۱٤۲۱هـ.

روایت نمبر ④

روایت: ”علم حاصل کرو اگرچہ چین تک ہی کیوں نہ جانا پڑے“۔
ضمنی طور پر روایت: ”علم حاصل کرو، ماں کی گود سے قبر تک“ کی تحقیق کی گئی ہے۔

حکم: دونوں روایتیں باطل، من گھڑت ہیں۔

پہلی روایت دو صحابہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

① انس بن مالک رضی اللہ عنہ ② ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دو سندوں کے ساتھ مروی ہے:

① ابو عاتکہ کے طریق سے ② زہری رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے

سب سے پہلے ابو عاتکہ سے منقول حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بحث کی جائی گی، اس کے بعد دیگر سندوں کو ذکر کیا جائے گا۔

ابو عاتکہ سے منقول روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ ”كتاب الضعفاء الكبير“ میں ”ابو عاتکہ طریف بن سلمان“ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

”من حديثه ما حدثناه جعفر بن محمد الزعفراني، قال: حدثنا أحمد بن سريح، قال: حدثنا حماد بن خالد الخيّاط، قال: حدثنا طَرِيف بن سلمان أبو عاتكة، قال: سمعت أنس بن مالك عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ”اطلبوا العلم ولو بالصين، فإن طلب العلم فريضة على كل مسلم“[1]۔

---

[1] كتاب الضعفاء: باب الطاء، ٢/ ٢٢٩، رقم: ٧٧٧، ت: عبد المعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨هـ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ علم حاصل کرو اگرچہ چین ہی کیوں نہ جانا پڑے، بے شک علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

مذکورہ روایت اسی سند کے ساتھ درج ذیل کتب میں تخریج کی گئی ہے:

(١)البحر الزخار المعروف بمسند البزار[1] (٢) المجروحين لابن حبان البستي[2] (٣)الكامل في الضعفاء لابن عدي[3] (٤) تاريخ أصبهان لأبي نعيم الأصبهاني[4] (٥)شعب الإيمان للبيهقي[5] (٦)المنتخب من العلل للخلّال لابن قدامة المقدسي[6] (٧) جامع بيان العلم وفضله لابن عبدالبر[7] (٨)الرحلة في طلب الحديث للخطيب البغدادي[8] (٩)المدخل إلى السنن الكبرى للبيهقي[9] (١٠)تاريخ

---

[1] البحر الزخار:مسند علي،١/ ١٧٥، رقم: ٩٥ ، ت: محفوظ الرحمن زين الله، مؤسسة القران- بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٩هـ.

[2] المجروحين: باب الطاء، ١/ ٣١٢، ت: محمود إبراهيم زايد،دار المعرفة- بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

[3] الكامل في الضعفاء: باب الطاء، من اسمه طريف، ١١٨/٤، رقم: ٩٦٣، دار الفكر - بيروت، ط: ١٤٠٩هـ.

[4] كتاب ذكر أخبار أصبهان: ٣/ ١٥٦، ت: سيد كسروي حسين، دار الكتاب الإسلامي- بيروت، الطبعة الأولى: ١٤١٠هـ .

[5] شعب الإيمان: باب في طلب العلم ٣/ ١٩٤، رقم: ١٥٤٤، ت: عبد العلي عبدالحميد حامد، مكتبة الرشد- سوريا، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ .

[6] المنتخب من العلل: كتاب العلم، ص: ١٢٩، رقم : ٦٣، ت: أبو معاذ طارق بن عوض الله، دار الرأية- الرياض، الطبعة الأولى: ١٤١٩هـ.

[7] جامع بيان العلم: باب قوله(صلى الله عليه وسلم) طلب العلم فريضة،١/ ٣٠، ت: أبو الأشبال الزهري، دارابن الجوزي-الدمام، ط:١٤١٩هـ.

[8] الرحلة في طلب الحديث: ص: ٧٢، رقم: ١، ت: نورالدين عتر، دار الكتب العلمية- بيروت، ط: ١٣٩٠هـ.

[9] المدخل إلي السنن الكبري: باب العلم العام، ص:٢٤١، رقم: ٣٢٤، ت: محمد ضياء الرحمن الأعظمي، دار الخلفاء-الكويت، ط:١٤٠٤هـ.

مدينة السلام بغداد لأبي بكر الخطيب البغدادي[1] (۱۱)التدوين في أخبار قزوين للرافعي[2] (۱۲)الموضوعات لابن الجوزي[3].

ان تمام کتب کی سندیں، سند میں مذکور "ابو عاتکہ طریف بن سلمان" پر آکر مشترک ہو جاتی ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے "طریف بن سلمان" کے متعلق ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال ذکر کر دیے جائیں، تاکہ روایت کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

ابو عاتکہ طریف بن سلمان[4] کے بارے میں ائمہ کا کلام

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ ابو عاتکہ کے متعلق "المجروحين" میں فرماتے ہیں: "منكر الحديث جدا، يروي عن أنس ما لا يشبه حديثه، وربما روى عنه ما ليس من حديثه"[5].

ابو عاتکہ شدید منکر الحدیث ہے، یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایسی روایتیں نقل کرتا ہے، جو ان کی احادیث کے مشابہ نہیں ہوتیں، اور بعض دفعہ ان سے ایسی روایت بیان کرتا ہے، جو ان کی روایت کردہ احادیث میں سے نہیں ہوتی۔

اس کے بعد حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ابو عاتکہ کی زیرِ بحث روایت نقل کی۔

حافظ ابو بِشر دُولابی رحمۃ اللہ علیہ "الكنى والأسماء"[6] میں لکھتے ہیں:

---

[1] الرحلة في طلب الحديث: ص: ۷۲، رقم: ۱، ت: نورالدين عتر، دار الكتب العلمية– بيروت، ط: ۱۳۹۰هـ.

[2] التدوين: فصل: حرف الفاء في الأبناء،۱/ ٤۹۲، ت: عزيز الله العطاردي، دار الكتب العلمية–بيروت، ط:۱٤۰۸هـ.

[3] الموضوعات:كتاب العلم ۱/ ۲۱۰، ت: عبدالرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية–المدينة المنورة، الطبعة الأولى: ۱۳۸٦هـ.

[4] طريف بن سلمان ويقال بن سليمان. كذا في "الكامل في الضعفاء لابن عدي". (باب الطاء، من اسمه طريف، ٤/ ۱۱۸،رقم: ۹٦۳، دارالفكر – بيروت).و قال الخطيب: والمحفوظ ابن سلمان.(تاريخ مدينة السلام بغداد: باب الطاء، من اسمه طريف، ۱۰/ ٤۹۷،رقم: ٤۸۸٤،دار الغرب الإسلامي – بيروت).

[5] المجروحين: باب الطاء، ۱/ ۳۱۲،ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة– بيروت، ط: ۱٤۱۲هـ.

[6] الكنى والأسماء: ۲/ ۷۰۷، رقم:۱۲٤۲،ت:أبو قتيبة نظر محمد، دار ابن حزم ـ بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۲۱هـ.

"أخبرني أبو عبد الرحمن النسائي، قال: أنبأ علي بن الحسن بن الحسين قال: ثنا حماد بن خالد، قال: سألت شيخا يقال له: طريف بن سليمان [كذا في الأصل] أبو عاتكة وكان قد أتى عليه مائة سنة وأربع سنين فقلت له: ربما اختلط عليك عقلك؟ قال: نعم، قلت: سمعت من أنس بن مالك: طلب العلم فريضة على كل مسلم؟ قال: نعم".

"۔۔۔ حماد بن خالد کہتے ہیں کہ ایک بوڑھا شخص جسے طریف بن سلیمان ابو عاتکہ کہا جاتا تھا، اور اس وقت ان کی عمر ۱۰۴ برس ہو چکی تھی، میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کو کبھی کبھی اختلاطِ عقل بھی ہوتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں، میں نے پھر پوچھا کہ کیا آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ حصولِ علم ہر مسلمان پر فرض ہے، اس نے کہا: ہاں"۔

حافظ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ "الجرح والتعدیل" میں اپنے والد ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ابو عاتکہ کے ترجمہ میں نقل فرماتے ہیں: "ذاهب الحديث، ضعيف الحديث"[1].

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ "التاريخ الكبير" میں زیرِ بحث روایت تخریج کرنے کے بعد، طریف بن سلمان کے متعلق فرماتے ہیں: "منكر الحديث"[2].

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ "الكامل"[3] میں طریف بن سلمان کے ترجمہ میں فرماتے ہیں: "منكر الحديث". اس کے بعد حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو عاتکہ کی زیرِ بحث روایت تخریج کی۔

---

[1] الجرح والتعديل: باب من روي عنه العلم ممن يسمي طريف، ٤ / ٤٩٤، رقم: ٢١٦٩، دار الكتب العلمية– بيروت، الطبعة الأولى: ١٣٧٢ هـ.

[2] التاريخ الكبير: باب طريف، ٤/ ٣٥٧، رقم: ٣١٣٥، ت: محمد عبد المعيد خان، دار الكتب العلمية- بيروت، ط: ١٤٠٧هـ.

[3] الكامل في الضعفاء: باب الطاء، من اسمه طريف، ٤/ ١١٨ رقم: ٩٦٣، دار الفكر – بيروت، ط: ١٤٠٩هـ.

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ "الضعفاء والمتروکین"[1] میں **ابوعاتکہ کے بارے میں فرماتے ہیں:** "ليس بثقة".

حافظ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ **ابوعاتکہ طریف بن سلمان کے متعلق فرماتے ہیں:** "ضعيف"[2].

امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ **اپنی کتاب** "الضعفاء الكبير" **میں مذکورہ روایت ذکر کرنے کے بعد ابو عاتکہ کے بارے میں لکھتے ہیں:** "هو متروك الحديث"[3]. **ابو عاتکہ "متروک الحدیث" ہے۔**

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تلخيص"[4] **میں زیرِ بحث روایت ذکر کرنے کے بعد، ابوعاتکہ کے بارے میں فرماتے ہیں:** "أبو عاتكة طريف واهٍ". **ابوعاتکہ "واہی" ہے۔**

اور "المغني في الضعفاء" **میں طریف بن سلمان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:** "مجمع على ضعفه"[5]. **یعنی اس شخص کے ضعف پر اجماع ہے، اسی طرح** "الكاشف" **میں لکھتے ہیں:** "ضعفوه"[6].

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ **ہی سلیمانی** رحمۃ اللہ علیہ **کا یہ قول بھی نقل کرتے ہیں:** "فيمن

---

[1] الضعفاء والمتروكين للنسائي: باب الطاء، ١/ ١٤٤، رقم: ٣٣٥، ت: كمال يوسف الحوت، مؤسسة الكتب الثقافية—بيروت، ط: ١٤٠٥هـ.

[2] تهذب الكمال: باب العين، ٥/ ٣٤، رقم: ٧٤٥٨، ت: بشار عواد معروف، مؤسسة الرسالة— بيروت، الطبعة الأولى: ١٤١٣هـ.

[3] كتاب الضعفاء: باب الطاء، ٢/ ٢٢٩، رقم: ٧٧٧، ت: عبد المعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية— بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨هـ.

[4] تلخيص الموضوعات: باب العلم، ١/ ٢٣، رقم ١١٠، ت: أبو تميم ياسر بن إبراهيم، مكتبة الرشد— رياض، الطبعة الأولى: ١٤١٩هـ.

[5] المغني: باب الكنى، ٢/ ٤٧٧، رقم: ٧٥٦١، ت: نورالدين عتر، دار إحياء التراث العربي—بيروت، ط: ١٩٨٧م.

[6] الكاشف: باب العين، ٢/ ٤٣٧، رقم: ٦٧٠٠، ت: شيخ محمد عوامه، مؤسسة علوم القران— بيروت، الطبعة الأولى: ١٤١٣هـ.

عرف بوضع الحديث"[1]. ابو عاتکہ ان لوگوں میں سے ہے جو وضع حدیث میں معروف ہیں۔

علامہ برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ "الكشف الحثيث"[2] میں ابو عاتکہ کے ترجمہ میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف سلیمانی کا قول نقل کیا ہے، بذاتِ خود ابو عاتکہ کے بارے میں یہ نہیں کہا کہ وہ حدیث گھڑتا تھا۔

اسی طرح حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "تقريب التهذيب"[3] میں لکھتے ہیں: "بالغ السليماني". سلیمانی نے (ابو عاتکہ کو معروف بالوضع کہہ کر) مبالغہ کیا ہے، نیز ابو عاتکہ کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بذاتِ خود: "ضعيف" کہتے ہیں۔

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "تعقبات على الموضوعات" میں اس روایت کے تحت ابو عاتکہ کے بارے میں لکھتے ہیں: "أن أبا عاتكة من رجال الترمذي ولا يجرح بكذب ولا تهمة"[4]. ابو عاتکہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے رجال میں سے ہیں، اور ان پر کذب اور تہمت کذب کی جرح نہیں کی گئی۔

لیکن اس پر حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے تعقب کیا ہے، چنانچہ آپ "تنزيه الشريعة"[5] میں لکھتے ہیں: "كونه لم يُجْرَح ممنوع كما يُعلم من ترجمته في المقدمة". یہ کہنا کہ ان پر جرح نہیں کی گئی یہ بات درست نہیں،

---

[1] ميزان الاعتدال: حرف الطاء، من اسمه طريف، ۲/ ۳۳۵، ۳۹۸۴، ت: علي البجاوي، دار المعرفة- بيروت، ط: ۱۳۸۲ھـ.

[2] الكشف الحثيث: حرف الراء، ص: ۱۲۹، رقم: ۳۵٤، ت: صبحي السامرائي، مكتبة النهضة العربية - بيروت، ط: ۱٤۰۷ھـ

[3] تقريب التهذيب: ص: ٦٥۳، رقم: ۸۱۹۳، ت: شيخ محمد عوامه، دار الرشد- سوريا، ط: ۱٤۱۱ھـ.

[4] تعقبات علي الموضوعات: كتاب العلم، ص: ٤، بمطبع محمدي، المكتبة الأثريه- ضلع شيخوپوره، ط: ۱۳۰۸ھـ.

[5] تنزيه الشريعة: كتاب العلم، الفصل الثاني، ۱/ ۲۵۸، رقم: ۲۸، ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الكتب العلمية- بيروت، ط: ۱٤۰۱ھـ.

جیساکہ مقدمہ میں ان کے ترجمہ سے معلوم ہو رہا ہے[1]۔

نوٹ: پیچھے حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے معلوم ہوا کہ ابوعاتکہ رجالِ ترمذی میں سے ہے، یہاں کسی کو غلط فہمی نہ ہو کہ ان کی ''ولو بالصین'' والی روایت کو موضوع کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ابوعاتکہ اگرچہ رجالِ ترمذی میں سے ہیں، لیکن ان کی جو روایت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے اسے بھی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ان ہی کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔[2]

چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''حديث أنس حديث ليس إسناده بالقوي، ولا يصح عن النبي صلى الله عليه و سلم في هذا الباب شيء''. حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کی سند قوی نہیں ہے، اس باب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ''صحیح'' روایت منقول نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ آگے ابو عاتکہ کے بارے میں فرماتے ہیں: ''أبو عاتكة يضعف''[3]. ابوعاتکہ کو ضعیف کہا گیا ہے۔

---

[1] علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ میں ابوعاتکہ کے متعلق سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے، لیکن اس قول کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''بالغ سليماني'' کہہ کر رد کیا ہے۔

[2] امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ''سنن ترمذي'' میں ابوعاتکہ کی سند سے جو روایت تخریج کی ہے، وہ ملاحظہ فرمائیں: ''حدثنا عبد الأعلى بن واصل الكوفي، حدثنا الحسن بن عطية، حدثنا أبو عاتكة، عن أنس بن مالك: قال جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه و سلم فقال: اشتكت عيني أفأكتحل وأنا صائم ؟ قال: ''نعم'' . ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا میری آنکھ میں تکلیف ہے، کیا میں سرمہ لگالوں؟ حالانکہ میں روزے سے ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں'' ۔ سنن الترمذي: باب ما جاء في الكحل للصائم، ۳/ ۹٦، رقم: ۷۲٦، ت: محمد فؤاد عبد الباقي، الطبعة الثانية: ۱۳۹۷ هـ. یہ بھی واضح رہے کہ ''سنن الترمذي'' کی اس روایت کے دیگر شواہد بھی ہیں، دیکھیے: التلخيص الحبير، ۳٦٥/۲، رقم: ۸۸٦۔

[3] سنن الترمذي: باب ما جاء في الكحل للصائم، ۹٦/۳، رقم: ۷۲٦، ت: محمد فؤاد عبد الباقي، الطبعة الثانية ۱۳۹۷هـ.

اور مقدمہ میں یہ بات آچکی ہے کہ کسی راوی کی روایت کے ساقط ثابت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان سے منقول تمام متون ساقط ہوں گے، بلکہ دیگر قرائن وغیرہ سے ایسے راویوں کے بعض متون سقط سے محفوظ ہوں سکتے ہیں۔

خلاصہ: ابو عاتکہ کے بارے میں سوائے سلیمانی کے کسی نے بھی وضع حدیث کی نسبت نہیں کی، البتہ مختلف کلمات سے جرح کی گئی ہے، جن میں بعض شدید جرح پر مشتمل ہیں، مثلا:

”منکر الحدیث جداً“۔(امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ)

”منکر الحدیث“۔(امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ)

”متروک الحدیث“۔(حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ)

”واہی“۔(حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ)

یہ بھی واضح رہے کہ ابو عاتکہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس روایت کو نقل کرنے میں (جس میں اطلبوا العلم ولو بالصین کے الفاظ ہیں) متفرد ہیں۔

روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بطریق ابو عاتکہ پر ائمہ کا کلام

۱- امام ابو بکر البزار رحمۃ اللہ علیہ

امام ابو بکر بزار رحمۃ اللہ علیہ ”البحر الزخار المعروف بمسند البزار“ میں فرماتے ہیں:

”حديث أبي العاتكة: اطلبوا العلم ولو بالصين، لا يعرف أبو العاتكة ولا يدرى من أين هو، فليس لهذا الحديث أصل“[1]. **حدیث:** ”اطلبوا العلم ولو بالصين“. **ابو عاتکہ معروف شخص نہیں، اور یہ بھی معلوم**

---

[1] البحر الزخار: مسند علي، ۱۷۵/۱، رقم: ۹۵، ت: محفوظ الرحمن زين الله، مؤسسة القران- بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۰۹ھ۔

نہیں کہ وہ کہاں کا ہے، اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔

۲- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا کلام موفق الدین ابن قدامہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ "المنتخب من علل الخلّال" میں مَرُّوذِی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"أن أبا عبدالله ذكر له هذا الحديث، فأنكره إنكارا شديدا"[1].

ابو عبد اللہ (امام احمد رحمۃ اللہ علیہ) کے سامنے اس روایت کو بیان کیا گیا تو انہوں نے اس روایت پر شدید نکیر کی۔

۳- امام یحیی ابن معین رحمۃ اللہ علیہ

علامہ دُوری رحمۃ اللہ علیہ امام یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وسألت يحيى بن معين عن أبي عاتكة هذا فلم يعرفه"[2].

میں نے یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے اس ابو عاتکہ کے بارے پوچھا، تو آپ نے اسے نہیں پہچانا۔

۴- حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ "الموضوعات" میں حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں: "هذا باطل،لا أصل له"[3]. یہ روایت باطل ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

---

[1] المنتخب من العلل الخلال: كتاب العلم، ص: ١٢٩،رقم : ٦٣، ت: أبو معاذ طارق بن عوض الله دار الرأية- الرياض ط: ١٤١٩ هـ.

[2] المنتخب من العلل الخلال: كتاب العلم، ص: ١٢٩، رقم : ٦٣، ت: أبو معاذ طارق بن عوض الله، دار الرأية- الرياض، الطبعة الاولى: ١٤١٩ هـ.

[3] حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ قول "مجروحین" میں نہیں ملا، حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "موضوعات" میں ذکر کیا ہے، اور یہیں سے باقی حضرات نے لیا ہے، البتہ ان کے متعلق "مجروحین" میں دوسرے الفاظ ہیں جو پہلے ذکر کیے گئے ہیں۔

۵- امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ "المدخل" میں اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"هذا حديث متنه مشهور وأسانيده ضعيفة، لا أعرف له إسنادا يثبت بمثله الحديث"[۱]. اس حدیث کا متن مشہور اور سندیں ضعیف ہیں، مجھے اس حدیث کی اس درجے کی کوئی سند نہیں مل سکی ہے، جس سے یہ حدیث ثابت کہلائی جاسکے۔

"شعب الإيمان" میں اس روایت کے متعلق امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ملاحظہ ہو:
"هذا حديث متنه مشهور، وإسناده ضعيف وقد روي من أوجه، كلها ضعيفة"[۲]. اس حدیث کا متن مشہور ہے اور اسناد ضعیف ہے، اور یہ کئی طرق سے منقول ہے لیکن وہ تمام کے تمام طرق ضعیف ہیں۔

۶- حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ

امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الضعفاء الكبير" میں مذکورہ روایت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"لا يحفظ: ولو بالصين، إلا عن أبي عاتكة، وهو متروك الحديث ...."[۳]. لفظ "ولو بالصين" صرف ابوعاتکہ ہی سے محفوظ (منقول) ہے، اور ابوعاتکہ متروک الحدیث ہے ....".

---

[۱] المدخل إلى السنن الكبرى: باب العلم، ص: ٢٤١، رقم: ٣٢٤، ت: محمد ضياء الرحمن الأعظمي، دار الخلفاء – الكويت، ط: ١٤٠٤ هـ.

[۲] شعب الإيمان: باب في طلب العلم، ٣/ ١٩٤، رقم: ١٥٤٤، ت: عبد العلي عبدالحميد حامد، مكتبة الرشد – سوريا، الطبعة الأولى: ١٤٢٣ هـ.

[۳] كتاب الضعفاء: باب الطاء، ٢/ ٢٢٩، رقم: ٧٧٧، ت: عبد المعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨ هـ.

۷- حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ "الكامل في الضعفاء"[1] میں ابوعاتکہ کے بارے میں فرماتے ہیں: "منكر الحديث".

آگے روایت ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "ما أعلم يرويه غير الحسن بن عطية عن أبي عاتكة". میرے علم میں (اس حدیث کی صرف ایک ہی سند ہے، یعنی حسن بن عطیہ عن ابی عاتکہ) حسن کے علاوہ کوئی دوسرا اسے ابوعاتکہ سے روایت کرنے والا نہیں ہے۔

واضح رہے کہ حسن، ابوعاتکہ سے نقل کرنے میں متفرد نہیں ہے، تفصیل آرہی ہے۔

۸- حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بارے میں "الموضوعات" میں فرماتے ہیں:

"هذا حديث لا يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ... وأما أبو عاتكة فقال البخاري منكر الحديث ..."[2]. یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے "صحیح" نہیں ... نیز ابوعاتکہ بقول بخاری رحمۃ اللہ علیہ منکر الحدیث ہے ..."۔

۹- حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "مجموع الفتاوى"[3] میں مذکورہ روایت (قطع

---

[1] الكامل في الضعفاء: باب الطاء، من اسمه طريف، ٤/١١٨، رقم: ٩٦٣، دارالفكر - بيروت، ط: ١٤٠٩هـ.

[2] الموضوعات: كتاب العلم، ١/ ٢١٠، ت: عبدالرحمن محمد عثمان المكتبة السلفية - المدينة المنورة، الطبعة الأولي: ١٣٨٦ هـ.

[3] مجموع الفتاوى: سئل شيخ الإسلام عن أحاديث يرويها القصاص، ١٨/ ٢٢٠، عامر الجزار، دارالوفاء - مصر، ط: ١٤٢٦ هـ.

نظر کسی خاص سند کے) کے متن کے بارے میں فرماتے ہیں: " ليس هذا ولا هذا من كلام النبي صلى الله عليه وسلم ".

نہ یہ روایت (ایک دوسری روایت کی طرف اشارہ ہے) نبی علیہ السلام کا کلام ہے نہ وہ (یعنی، علم حاصل کرو اگرچہ چین ہی کیوں نہ جانا پڑے)[۱]۔

۱۰- علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ مرتضی زَبِیدِی رحمۃ اللہ علیہ "إتحاف السادة المتقين"[۲] میں لکھتے ہیں:

"قال العراقي: أخرجه ابن عدي في الكامل والبيهقي في الشعب والمدخل وابن عبد البر في العلم من رواية أبي عاتكة عن أنس، وأبو عاتكة منكر الحديث، وقال البيهقي: هذا الحديث مشهور وأسانيده ضعيفة ...".

عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ اس روایت کو حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ ... ابو عاتکہ عن انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے تخریج کیا ہے، اور ابو عاتکہ منکر الحدیث ہے، اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ مشہور حدیث ہے، اور اس کی سندیں ضعیف ہیں ..."۔

۱۱- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "ميزان الاعتدال" میں ابو عاتکہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

"هو صاحب حديث: اطلبوا العلم ولو بالصين"[۳]. "اطلبوا العلم ولو بالصين" والی روایت نقل کرنے والے یہی ابو عاتکہ ہیں۔

---

[۱] "مجموع الفتاوي" میں مکمل متن اس طرح سے ہے: "يا علي! رضی اللہ عنہ تخذ لك نعلين من حديد وأفنهما في طلب العلم ولو بالصين". اس پورے متن کے بارے حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے۔

[۲] إتحاف السادة: كتاب العلم، الباب الأول، ١٤٨/١، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الخامسة: ١٤٣٣هـ.

[۳] ميزان الاعتدال: حرف الطاء، من اسمه طريف، ٢/ ٣٢٥، رقم: ٣٩٨٤، ت: علي البجاوي، دار المعرفة- بيروت، ط: ١٣٨٢ هـ.

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ہی "تلخیص الموضوعات"[1] میں اس روایت کو لکھ کر ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل فرماتے ہیں: "هذا باطل وأبو عاتكة طريف واهٍ". یہ باطل روایت ہے، اور ابو عاتکہ طریف، ایک واہی شخص ہے۔

۱۲- حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ روایت مذکور کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

"وهو ضعيف من الوجهين، بل قال ابن حبان: إنه باطل لا أصل له، وذكره ابن الجوزي في الموضوعات ..."[2]. یہ روایت دونوں سندوں (جو ماقبل میں ذکر کی گئی ہیں) سے ضعیف ہے، بلکہ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ باطل ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے، نیز ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے..."۔

۱۳- حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے "تذكرة الموضوعات"[3] میں مذکورہ روایت نقل کر کے ابو عاتکہ کو "منكر الحديث جدا" کہا ہے۔

(۱۴) علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے "تنزيه الشريعة"[4] میں حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

---

[1] تلخيص الموضوعات: باب العلم، ١/ ٢٣، رقم ١١٠، ت: أبو تميم ياسر بن إبراهيم، مكتبة الرشد– رياض، الطبعة الأولى: ١٤١٩هـ.

[2] المقاصد الحسنة: حرف الألف، ص: ٨٥، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٥هـ.

[3] تذكرة الموضوعات: حرف الألف، ص: ٢٩، نور محمد كتب خانه– كراتشي.

[4] تنزيه الشريعة: كتاب العلم، الفصل الثاني، ١/ ٢٥٨، رقم: ٢٨، ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الكتب العلمية– بيروت، الطبعة الثانية: ١٤٠١هـ.

(۱۵) علامہ محمد بن محمد درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ

علامہ محمد بن محمد درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "أسنی المطالب"[1] میں مذکورہ روایت (قطع نظر کسی خاص سند کے) کے بارے میں حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بطریق ابو عاتکہ پر ائمہ کے کلام کا خلاصہ اور اس کا حکم

ابو عاتکہ سے منقول روایتِ انس بن مالک رضی اللہ عنہ پر محدثین کرام کا کلام آپ کے سامنے تفصیل سے آچکا ہے، ذیل میں اس کلام کا خلاصہ لکھا جائے گا:

یہ روایت باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ، اس قول پر حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ محمد الحوت رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اس روایت کو بیان کیا گیا، تو انہوں نے اس روایت پر شدید نکیر فرمائی۔ (مَرّوذی رحمۃ اللہ علیہ)

اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (امام بزار رحمۃ اللہ علیہ)

یہ نبی علیہ السلام کے کلام میں سے نہیں ہے۔ (حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ)

یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ (حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ، اس قول کو حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے)

ان تمام محدثین کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ یہ روایت اس سند سے باطل، بے اصل ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت درست نہیں ہے۔

---

[1] أسنی المطالب: ص: ۵۸، رقم:۲۰۸،ت:مصطفی عبدالقادر عطا،دارالکتب العلمیة– بیروت، ط: ۱٤۱۸ھـ.

اہم فائدہ

یہاں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ایک غلط فہمی ہوسکتی ہے، بلکہ بعض حضرات نے ان کے کلام کو استناد کے لئے ذکر بھی کیا ہے، اس لئے اس غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "شعب الإيمان" میں اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: "هذا حديث متنه مشهور، و إسناده ضعيف وقد روي من أوجه، كلها ضعيفة"[1]. اس حدیث کا متن مشہور ہے اور سند ضعیف ہے، اور یہ روایت کئی سندوں سے مروی ہے اور وہ تمام ضعیف ہیں۔

حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

آپ فرماتے ہیں: " له طرق ربما يصل بمجموعها إلى الحسن"[2].
اس روایت کے اور بھی طرق ہیں ان کا مجموعہ حسن درجے تک پہنچتا ہے[3]۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

اسی طرح حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول "تلخيص الواهيات"[4] کے حوالے سے منقول ہے: "روي من عدة طرق واهية وبعضها صالح"[5].

---

[1] شعب الإيمان: باب في طلب العلم، ٣/ ١٩٤، رقم: ١٥٤٤، ت: عبد العلي عبدالحميد حامد، مكتبة الرشد–سوريا، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.

[2] كشف الخفاء: ١/ ١٦٣، رقم: ٣٩٧، ت: يوسف بن محمود الحاج أحمد، مكتبة العلم الحديث–جدة، ط: ١٤٢١هـ.

[3] حافظ مزّی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے "تنزيه الشريعه" اور علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے "كشف الخفاء" میں لکھا ہے۔

[4] كشف الخفاء: ١/ ١٦٣، رقم: ٣٩٧، ت: يوسف بن محمود الحاج أحمد، مكتبة العلم الحديث–جدة، ط: ١٤٢١هـ.

[5] حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بحوالہ "تلخيص الواهيات" حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے، جبکہ "تلخيص كتاب الموضوعات" میں یہ قول تلاش کے باوجود نہیں مل سکا۔

اس روایت کو متعدد طرق سے روایت کیا گیا ہے، بعض ان میں سے واہی ہیں اور بعض صالح ہیں۔

غلط فہمی کی توضیح

بعض علماء کو ان اقوال سے یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ ان اقوال (یعنی بقول امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ متن کا مشہور اور سند کا ضعیف ہونا، بقول امام مزی رحمۃ اللہ علیہ مجموعہ طرق کا حسن ہونا، بقول حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ بعض سندوں کا صالح ہونا) کا تعلق مذکورہ پورے متن (علم حاصل کرو اگرچہ چین تک ہی کیوں نہ جانا پڑے اور علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) سے ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ ان اقوال کا تعلق صرف دوسرے حصے (علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) سے ہے، کیونکہ آپ جان چکے ہیں کہ حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ، امام بزار رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ محمد الحوت رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کے پہلے حصے (علم حاصل کرو اگرچہ چین تک ہی کیوں نہ جانا پڑے) کو باطل، بے اصل، منکر اور شدید ضعیف قرار دیا ہے۔

ہمارے اس قول کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات (اس حدیث کا متن مشہور ہے اور سند ضعیف ہے، اور یہ روایت کئی سندوں سے مروی ہے اور وہ تمام ضعیف ہیں) کو کہنے کے بعد "شعب الایمان" میں آگے جتنی بھی سندیں ذکر کیں ہیں، وہ اس دوسرے حصے (علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) کی ہیں، جبکہ پہلے والے حصے (علم حاصل کرو اگرچہ چین تک ہی کیوں نہ جانا پڑے) کے ساتھ صرف یہی ایک سند ذکر کی ہے (یعنی ابو عاتکہ کا طریق) آگے کوئی بھی سند نقل نہیں کی۔

اسی طرح حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے حصے کے نو(۹) طرق نقل کیے ہیں، اور پہلا حصہ دو(۱۔ ابو عاتکہ، ۲۔ زہری رحمۃ اللہ علیہ اس پر آگے کلام ذکر کیا جائے گا) طریق سے ہے، اسی طرح حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ نے "تحفة الأشراف"[1] میں دوسرے حصے کی سند کو ذکر کیا ہے، جبکہ پہلے والے حصے (علم حاصل کرو اگرچہ چین تک ہی کیوں نہ جانا پڑے) کو سرے سے ذکر ہی نہیں کیا۔

حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے بھی اسی طرف اشارہ ملتا ہے کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا تعلق حدیث کے صرف دوسرے حصے (علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) سے ہے، ذیل میں ہر ایک کا کلام لکھا جائے گا۔

حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

آپ فرماتے ہیں: "لا يحفظ: ولو بالصين، إلا عن أبي عاتكة"[2]. کہ ولو بالصین صرف ابو عاتکہ سے مروی ہے۔

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے "المقاصد الحسنة" باب الطاء میں ان الفاظ سے حدیث کا عنوان قائم کیا: "طلب العلم فريضة على كل مسلم"[3]. (علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) اس کے بعد لکھتے ہیں: ابو عاتکہ نے مذکورہ روایت کے شروع میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے: "علم حاصل کرو اگرچہ چین تک ہی کیوں نہ جانا پڑے"۔

---

[1] تحفة الأشراف: مسند أنس بن مالك، ۱/ ۳۷٤، رقم: ۱٤۷، ت: عبدالصمد شرف الدين، المكتب الإسلامي — بيروت، ط: ۱٤۰۲هـ.

[2] كتاب الضعفاء: باب الطاء، ۲/ ۲۲۹، رقم: ۷۷۷، ت: عبد المعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية — بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۰۸هـ.

[3] المقاصد الحسنة: حرف الطاء، رقم: ٦٦۰، ص: ٤٤۱، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي — بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۰۵هـ.

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

اسی طرح ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے "تنزیه الشریعة"[1] میں نفس روایت پر کلام کرنے کے بعد دوسرے حصے (علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) کی وضاحت کرتے ہوئے حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ قول نقل کیا ہے، اس کے بعد اس کے بعض طرق بیان کر کے حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول لکھتے ہیں:

"نصفه الثاني أخرجه ابن ماجه، قال الحافظ المزي الشافعي: وله طرق كثيرة عن أنس، يصل مجموعها إلى مرتبة الحسن".

نصفِ ثانی (علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) کی تخریج ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے، اور حافظ مزی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ حصہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کئی طرق سے منقول ہے، جن کا مجموعہ مرتبہ حسن تک پہنچتا ہے۔

اہم فائدہ کے تحت تفصیل کا خلاصہ

اس تمام تحقیق کا خلاصہ یہ نکلا کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا قول (اس حدیث کا متن مشہور ہے، اور سند ضعیف ہے) حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ کا قول (اس روایت کے اور بھی طرق ہیں ان کا مجموعہ حسن درجے تک پہنچتا ہے) اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول (اس روایت کو متعدد طرق سے روایت کیا گیا ہے، بعض ان میں سے واہی ہیں اور بعض صالح ہیں) حدیث کے صرف اس حصے سے متعلق ہے: "علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے"۔ اور حدیث کے پہلے حصے (علم حاصل کرو اگرچہ چین تک ہی کیوں نہ جانا پڑے) سے ان اقوال کا کوئی تعلق نہیں ہے، حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے اسی بات کی طرف اشارہ ملتا ہے، تفصیل آپ کے سامنے گذر چکی ہے۔

---

[1] تنزيه الشريعة المرفوعة: كتاب العلم، فصل الثاني، ١/٢٥٨، رقم: ٢٨، ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الكتب العلمية – بيروت، ط: ١٤٠١هـ.

اہم تنبیہ

علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے "کشف الخفاء"[1] میں لکھا ہے: "رواہ أبو یعلی عن أنس بلفظ: اطلبوا العلم ولو بالصین فقط". ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فقط "اطلبوا العلم ولو بالصین" کے الفاظ سے روایت نقل کی ہے۔

"مسند أبو یعلی الموصلي"[2] میں جب مذکورہ روایت کو تلاش کیا گیا، تو روایت میں صرف دوسرا حصہ مذکور ہے، پہلا حصہ (علم حاصل کرو اگرچہ چین تک ہی کیوں نہ جانا پڑے) ذکر ہی نہیں کیا گیا۔

دوسری اہم تنبیہ

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بارے میں کہتے ہیں: "ما أعلم یرویه غیر الحسن بن عطیة عن أبي عاتکة عن أنس"[3]. میں نہیں جانتا کہ حسن بن عطیہ کے علاوہ کوئی اور شخص بھی ابو عاتکہ عن انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرتا ہو، یعنی امام موصوف کا کہنا ہے کہ روایت مذکورہ ابو عاتکہ سے حسن بن عطیہ ہی نقل کرنے والے ہیں۔

حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ حسن بن عطیہ کے بارے میں تفرد کے دعوی کی تردید کرتے ہیں، چنانچہ "الموضوعات"[4] میں حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی اسی طرح کی بات نقل کی ہے:

"قال الحاکم أبو عبد الله النیسابوري: تفرد به الحسن بن

---

[1] کشف الخفاء: ۱/ ۱٦۳، رقم: ۳۹۷، ت: یوسف بن محمود الحاج أحمد، مکتبة العلم الحدیث- جدة، ط: ۱٤۲۱هـ.

[2] مسند أبي یعلی: مسند أنس،الزبیر بن عدي عن أنس، ۷/ ۹٦، رقم: ٤۰۳۵ وکذا في الرقم: ۲۸۳۷ و ۲۹۰۳ عن أنس، ت: حسین سلیم أسد، دار المأمون للتراث — دمشق، ط:۱٤۰٤هـ.

[3] الکامل في الضعفاء: باب الطاء، من اسمه طریف، ۱۱۸/٤، رقم: ۹٦۳، دارالفکر — بیروت، ط: ۱٤۰۹هـ.

[4] الموضوعات: کتاب العلم، ۱/ ۲۱۰، ت: عبدالرحمن محمد، عثمان المکتبة السلفیة- المدینة المنورة، الطبعة الأولی: ۱۳۸٦هـ.

عطیة". حاکم رحمۃ اللہ علیہ ابو عبد اللہ نیشاپوری کہتے ہیں حسن بن عطیہ اس روایت کو نقل کرنے میں متفرد ہیں۔
حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اس قول کی تردید میں لکھتے ہیں:

"قلت: وهذا تحريف [كذا في الأصل و في بعض النسخ تخريف] من الحاكم لأنه قد رواه غير الحسن أنبأنا .... حدثنا حماد بن خالد الخياط قال: حدثنا طريف بن سليمان[كذا في الأصل] أبو عاتكة ..."[1].

میں کہتا ہوں کہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات اندازہ سے کی ہے، اسے حسن کے علاوہ نے بھی نقل کیا ہے.... حماد بن خالد الخیاط کہتے ہیں کہ ہمیں طریف بن سلیمان ابو عاتکہ نے بیان کیا ....".

اسی طرح امام سمعانی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو "ابراہیم بن اسحاق صینی" کے حوالے سے "الأنساب"[2] میں لکھتے ہیں:

"إبراهيم بن إسحاق الصيني، كوفي..... يروي عن أبي عاتكة، عن أنس، عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: "اطلبو العلم ولو بالصين".

ابراہیم بن اسحاق .... ابو عاتکہ سے اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں: "علم حاصل کرو اگرچہ چین تک ہی کیوں نہ جانا پڑے"۔

ان تمام باتوں سے یہ حاصل ہوا کہ حسن، ابو عاتکہ سے نقل کرنے میں متفرد نہیں ہیں، بلکہ ابو عاتکہ سے حماد بن خالد الخیاط اور ابراہیم بن اسحاق بھی مذکورہ روایت نقل کرتے ہیں۔

---

[1] الموضوعات: كتاب العلم، ١/ ٢١٠، ت: عبدالرحمن محمد، عثمان المكتبة السلفية - المدينة المنورة، الطبعة الأولى: ١٣٨٦ هـ.
[2] الأنساب للسمعاني: حرف الصاد، باب الصاد والياء، الصيني، ٣/ ٥٧٧، ت: عبد الله عمر البارودي، دار الجنان - بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨ هـ.

یہاں تک حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول، ابو عاتکہ کی سند مکمل ہو گئی، ذیل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول، امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت نقل کی جائے گی۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"أخبرنا أحمدنا مسلمة، نا يعقوب بن إسحاق بن إبراهيم العسقلاني، ثنا يوسف بن محمد الفِرْيَابي ببيت المقدس، ثنا سفيان بن عيينة، عن الزهري، عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "اطلبوا العلم ولو بالصين فإن طلب العلم فريضة على كل مسلم"" [1].

روایت پر کلام، ابو عاتکہ کے طریق میں آچکا، لہذا یہاں پر مذکورہ طریق پر ائمہ کا کلام نقل کیا جائے گا۔

مذکورہ سند پر ائمہ کا کلام

١- علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ مرتضی زَبِیدی رحمۃ اللہ علیہ "إتحاف السادة المتقين" [2] میں لکھتے ہیں:

"قال العراقي: ... وأخرجه ابن عبد البر أيضا من رواية الزهري عن أنس، وفي إسناده يعقوب بن إسحاق العسقلاني فقد كذبه البيهقي...".

---

[1] جامع بيان العلم وفضله: باب طلب العلم فريضة، ١/ ٣٠، رقم: ٢١، ت: أبو الأشبال الزهري، دارابن الجوزي-الدمام، ط: ١٤١٩هـ.

[2] إتحاف السادة المتقين: كتاب العلم، الباب الأول، ١/ ١٤٨، دارالكتب العلمية - بيروت، الطبعة الخامسة: ١٤٣٣هـ.

عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے ... نیز اس روایت کو ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے زہری عن انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے تخریج کیا ہے، اور اس سند میں یعقوب بن اسحاق عسقلانی ہے، جسے بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے جھوٹا کہا ہے..."۔

۲- حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "لسان المیزان" میں سند میں موجود "یعقوب بن اسحاق" کے ترجمہ میں مذکورہ روایت اور یعقوب سے مروی دیگر روایات ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "هذا من أباطيل يعقوب"[1]. یہ یعقوب کی باطل روایتوں میں سے ہے۔

۳- حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ سند مذکور اور اس سے پہلے ابو عاتکہ کی سند تحریر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: " وهو ضعيف من الوجهين"[2]. یہ روایت دونوں سندوں (یعنی زہری و ابو عاتکہ کے طریق) سے ضعیف ہے۔

۴- علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "اللآلي المصنوعة"[3] میں مذکورہ روایت بسندِ یعقوب بن اسحاق نقل کرنے کے بعد یعقوب کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول "کذاب" کو ذکر کیا، پھر یعقوب کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کردہ مسلمہ بن قاسم کا قول تحریر کیا ہے، جو عنقریب آئے گا۔

---

[1] لسان الميزان: حرف الياء، من اسمه يعقوب، ۸/ ۵۲۵، رقم: ۸٦۳۱، ت: عبدالفتاح أبوغدة، مكتبة المطبوعات الإسلامي – بيروت، ط: ۱٤۲۰هـ.

[2] المقاصد الحسنة: حرف الألف، ص: ۸۵، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي – بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۰۵هـ.

[3] اللآلي المصنوعه: كتاب العلم، ۱/ ۱۷۵، دار الكتب العلمية – بيروت، ط: ۱٤۱۷ هـ.

۵- حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ سند مذکور کے متعلق لکھتے ہیں:

"أخرجه ابن عبد البر من طريق يعقوب بن إسحق العسقلاني ... عن الزهري عن أنس، لكن يعقوب رمي بالكذب، ووثقه مسلمة بن القاسم، وحكى توثيقه عن بعضهم"[1]. ابن عبد البر نے یعقوب بن اسحاق العسقلانی کے طریق سے روایت تخریج کی ہے ...زہری رحمۃ اللہ علیہ سے وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں، لیکن یعقوب پر کذب کی تہمت ہے، البتہ مسلمہ بن قاسم نے یعقوب کی توثیق کی ہے، اور بعض محدثین سے ان کی توثیق بھی نقل کی ہے۔

واضح رہے کہ حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے بذاتِ خود "تنزيه الشريعة"[2] کے مقدمہ میں یعقوب کو "کذاب" لکھا ہے۔

سابقہ ائمہ حدیث کی تصریحات کے مطابق اس سند میں یعقوب متہم ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب بن اسحاق عسقلانی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال معلوم کر لیے جائیں، تاکہ روایت کا حکم واضح طور پر معلوم ہو سکے۔

یعقوب بن اسحاق عسقلانی کے بارے میں ائمہ کے اقوال

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "المغني"[3] میں "یعقوب بن اسحاق عسقلانی" کے ترجمہ میں اس سے مروی ایک دوسری روایت ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[1] تنزيه الشريعة المرفوعة: كتاب العلم، الفصل الثاني ١/ ٢٥٨، رقم: ٢٨، ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الكتب العلمية—بيروت، ط: ١٤٠١ هـ.

[2] تنزيه الشريعة المرفوعة: كتاب المناقب، الفصل الأول، ١/ ١٢٩، ت: عبد الله الغماري، دار الكتب العلمية—بيروت، ط: ١٤٠١ هـ.

[3] المغني في الضعفاء الرجال: حرف اليا ء ٢/ ٤٣٠، رقم: ٧١٨٣، ت: نورالدين عتر، دار إحياء التراث العربي—بيروت، ط: ١٩٨٧م.

"یعقوب بن إسحاق العسقلاني، عن حميد بن زنجويه، عن يحيى بن بكير، عن مالك، عن نافع، عن ابن عمر مرفوعا: من حفظ على أمتي أربعين، وهذا كذب في السند والمتن "..... اس روایت کی سند و متن دونوں میں جھوٹ ہے۔

اسی طرح" میزان الاعتدال "[1] میں یعقوب العسقلانی کے بارے میں لکھتے ہیں: "كذاب". یہ جھوٹا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "لسان الميزان "[2] میں ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

مذکورہ سند میں یعقوب سے مسلمہ بن قاسم نے روایت نقل کی ہے، یہی مسلمہ، یعقوب کے بارے میں لکھتے ہیں:

"واختلف فيه أهل الحديث، فبعضهم يضعفه وبعضهم يوثقه، ورأيتهم يكتبون عنه فكتبت عنه، وهو عندي صالح جائز الحديث".[3]

علماء حدیث کے نزدیک یعقوب کے بارے میں اختلاف ہے، بعض نے اس کی تضعیف کی ہے اور بعض نے توثیق کی ہے، میں نے محدثین کو ان سے روایت لیتے دیکھا ہے، چنانچہ میں بھی ان سے روایت لیتا ہوں، میرے نزدیک وہ صالح، جائز الحدیث ہے۔

---

[1] ميزان الاعتدال: حرف الياء، من اسمه يعقوب، ٤/ ٤٤٩، رقم: ٩٨٠٤، ت: علي البجاوي، دار المعرفة– بيروت، ط: ١٣٨٢ هـ.

[2] لسان الميزان: حرف الياء، من اسمه يعقوب، ٨/ ٥٢٥، رقم: ٨٦٣١، ت: عبدالفتاح أبوغدة، مكتبة المطبوعات الإسلامي– بيروت، ط: ١٤٢٠هـ.

[3] لسان الميزان: حرف الياء، من اسمه يعقوب، ٨/ ٥٢٥، رقم: ٨٦٣١، ت: عبدالفتاح أبوغدة، مكتبة المطبوعات الإسلامي– بيروت، ط: ١٤٢٠هـ.

روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بطریق زہری پر ائمہ کے کلام کا خلاصہ اور اس کا حکم

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یعقوب کی باطل روایات کے تناظر میں اس سند سے یہ روایت لکھی ہے، اور حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت بسندِ ہذا نقل کر کے سند میں موجود یعقوب کو بحوالہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کذاب لکھا ہے، نیز قطع نظر خاص اس سند کے یعقوب کے بارے میں ائمہ کے اقوال بھی آپ مشاہدہ کر چکے ہیں، لہٰذا سند مذکور سے بھی روایت بیان کرنا درست نہیں ہے۔

یہاں تک حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول، ابوعاتکہ اور زہری رحمۃ اللہ علیہ کے طریق پر کلام مکمل ہو چکا ہے، آگے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریق پر کلام کیا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا طریق

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وحدث ابن كَرّام عنه [أي الجويباري] أيضا عن الفضْل بن موسى، عن محمد بن عمرو، عن أبي سلمة، عن أبي هريرة رضي الله عنه حديث: اطلبوا العلم ولو بالصين، فإن طلبه فريضة على كل مسلم"۔[1]

روایت پر ائمہ کا کلام

۱- حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ "الکامل"[2] میں اس سند کے متعلق لکھتے ہیں:

[1] الكامل في الضعفاء: ذكر أحاديث المنكرة، أحمد الجويباري، ١/ ١٧٧، رقم: ١٧، دارالفكر- بيروت، ط: ١٤٠٩هـ.

[2] الكامل في الضعفاء: ذكر أحاديث المنكرة، أحمد الجويباري، ١/ ١٧٧، رقم: ١٧، دارالفكر- بيروت، ط: ١٤٠٩هـ.

"هذا بهذا الإسناد باطل". یہ روایت اس سند کے ساتھ باطل ہے۔
نیز حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ سند میں موجود ابو علی احمد الجویباری کے متعلق لکھتے ہیں:

"حدث عن جرير والفضل بن موسى و غيرهما بأحاديث وضعها عليهم، وكان يضع الحديث لابن كَرّام على ما يريده".

جویباری، جریر، فضل بن موسی وغیرہ کے انتساب سے روایتیں گھڑتا تھا، نیز یہ ابن کرّام کے لئے ان کی خواہش کے مطابق روایت گھڑتا تھا۔
واضح رہے کہ ہماری اس سند میں بھی فضل بن موسی اور ابن کرّام موجود ہیں۔

۲- محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ سند "ذخيرة الحفاظ" میں ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "وهذا باطل، والجُوَيْبَاري كذاب"[1]. یہ روایت باطل ہے اور جویباری کذاب ہے۔
محدثین کرام نے اس سند میں احمد الجویباری کو متہم قرار دیا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جویباری کے متعلق ائمہ فن کے اقوال جان لیے جائیں، تاکہ روایت کا حکم معلوم ہو سکے۔

جویباری کے متعلق ائمہ رجال کے اقوال

علامہ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ جویباری کے بارے میں فرماتے ہیں: "أبو علي الجُوَيْبَارِي دجال من الدجاجلة"[2]. ابو علی الجویباری دجالوں میں سے ایک دجال ہے۔

---

[1] ذخيرة الحفاظ: ٤١٦/١، رقم: ٥٤٣، ت: عبد الرحمن الفريوائي، دار السلف-الرياض، ط: ١٤١٦ هـ.
[2] المجروحين: باب الألف، من اسمه أحمد، ١/ ١٤٢، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة-بيروت، ط: ١٤١٢ هـ.

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ جویباری کے متعلق فرماتے ہیں: ”كذاب“[1]. یہ جھوٹا ہے۔
دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں کہتے ہیں: ”كذاب“[2]. یہ جھوٹا ہے۔
حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق فرماتے ہیں: ”قلت: الجُوَيْبَارِي ممن يضرب المثل بكذبه“[3]. میں کہتا ہوں جویباری ان لوگوں میں سے ہے جن کا جھوٹ ضرب المثل ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول روایت کا حکم

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ محمد بن طاہر رحمۃ اللہ علیہ مقدسی نے صراحت سے مذکورہ سند سے روایت کو باطل قرار دیا ہے۔

پوری تحقیق کا خلاصہ

زیرِ بحث متن (علم حاصل کرو اگرچہ چین ہی جان پڑے) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مختلف سندوں کے ساتھ منقول ہے، جس کے بارے میں تیرہ (۱۳) ائمہ رجال کے اقوال (مختلف سندوں میں) آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ یہ روایت باطل من گھڑت اور بے اصل ہے، مکرر ملاحظہ ہو:
یہ روایت باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ، اس قول پر حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ الحوت رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے)
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اس روایت کو بیان کیا گیا، تو انہوں نے اس روایت پر شدید نکیر کی۔ (مروذی رحمۃ اللہ علیہ)

---

[1] ميزان الاعتدال: حرف الألف، من اسمه أحمد، ١/١٠٦، رقم: ٤٢١، ت: علي البجاوي، دار المعرفة— بيروت، ط: ١٣٨٢ هـ.
[2] ميزان الاعتدال: حرف الألف، من اسمه أحمد، ١/١٠٦، رقم: ٤٢١، ت: علي البجاوي، دار المعرفة— بيروت، ط: ١٣٨٢ هـ.
[3] ميزان الاعتدال: حرف الألف، من اسمه أحمد، ١/١٠٦، رقم: ٤٢١، ت: علي البجاوي، دار المعرفة— بيروت، ط: ١٣٨٢ هـ.

اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (امام بزار رحمۃ اللہ علیہ)
یہ روایت اس سند (جویباری کی سند) کے ساتھ باطل ہے۔ (حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ)
نہ یہ نبی علیہ السلام کے کلام میں سے ہے نہ وہ۔ (حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ)
یہ روایت باطل ہے اور جویباری کذاب ہے۔ (حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ)
یہ یعقوب کی باطل روایتوں میں سے ہے۔ (حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، اسی پر حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے)

اس روایت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا صحیح نہیں۔ (حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ، اس قول کو حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے)

ان تمام محدثین کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ یہ روایت باطل، بے اصل ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت درست نہیں ہے۔

اہم فائدہ

جیسا کہ ماقبل میں بتلایا جا چکا ہے کہ مذکورہ روایت کے دو ٹکڑے ہیں:

(۱) أطلبوا العلم ولو بالصين (۲) طلب العلم فريضة على كل مسلم.

پہلے کے بارے میں کلام تفصیل سے آ چکا، دوسرے (علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) کے بارے میں علامہ پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے قبول وعدم قبول کے بارے میں علماء کی دو جماعتوں کا ذکر کیا ہے، اور خود ثبوتِ حدیث کی جانب مائل ہیں، چنانچہ "تذکرۃ الموضوعات" میں تمام اقوال کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"لكن قال العراقي: قد صحح بعض الأئمة بعض طرقه، وقال المُزَني[1]: إن طرقه تبلغ رتبة الحسن"[2]. لیکن حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں

[1] یہ لفظ "مِزّي" ہے جیسا کہ پیچھے تفصیل سے آپ پڑھ چکے ہیں "مُزَني" کا لفظ یہاں کتاب میں غلط ہے۔
[2] تذكرة الموضوعات: كتاب العلم، ص: ۱۷، كتب خانه مجيدية.

کہ بعض ائمہ نے اس کے بعض طرق کو صحیح قرار دیا ہے،اور حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کے طرق حسن درجے کے ہیں۔

اسی طرح حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ "المقاصد الحسنة"[1] میں اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ "تنزيه الشريعة" میں دوسرے حصے (علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) کے ثبوت کی جانب مائل ہوئے ہیں، چنانچہ حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت کی بحث کے آخر میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول لکھتے ہیں:

"روي من عدة طرق واهية، وبعضها صالح"[2]. اس روایت کو متعدد طرق سے روایت کیا گیا ہے، بعض ان میں سے واہی (اصطلاح) ہیں اور بعض صالح ہیں[3]۔

تتمہ: فضیلت علم کے باب میں روایت: "اطلبواالعلم ولوبالصين". (علم حاصل کرو، اگرچہ چین جانا پڑے) کے ساتھ: "اطلبوا العلم من المهد إلى اللحد". (علم حاصل کرو، ماں کی گود سے قبر تک) کو بھی بیان کیا جاتا ہے، یہ روایت کتبِ حدیث میں باوجود تلاش کے نہیں مل سکی، البتہ حاجی خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے

---

[1] المقاصد الحسنة:حرف الطاء،رقم: ٦٦٠، ص: ٤٤١، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٥هـ.

[2] كشف الخفاء: ١/ ١٦٣، رقم: ٣٩٧، ت: يوسف بن محمود الحاج أحمد، مكتبة العلم الحديث– جدة، ط: ١٤٢١ هـ.

[3] مذکورہ روایت:"علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے"۔پر احمد بن محمد بن الصدیق الغماری نے "المسهم في بيان حال حديث طلب العلم فريضة علي كل مسلم" کے نام سے تحقیقی کام کیا ہے، اس میں انہوں نے مذکورہ روایت کے نو (۹) مختلف طریق ذکر کئے ہیں، آخر میں اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: "هذا ما وقفت عليه من طرق هذا الحديث، وبالنظر فيها يعلم أن الحديث بمجموعها يبلغ رتبة الصحيح ولا بد". یہ ہیں حدیث کے وہ طرق جو مجھے ملے ہیں، اور ان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث مجموعی طور پر درجہ "صحیح" تک پہنچ جاتی ہے، اور یہ ضرور ایسا ہی ہے۔(المسهم في بيان حال حديث طلب العلم فريضة على كل مسلم : فصل، ص: ٣٦ مكتبة طبرية– الرياض، ط: ١٤٣٣هـ).

"کشف الظنون"[1] میں لکھا ہے:

"قد حث الشارع عليه الصلاة والسلام على اكتسابه حيث قال: ....: اطلبوا العلم من المهد إلى اللحد ....." . نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے علم حاصل کرنے کی بہت زیادہ تاکید کی ہے، چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:.... "علم حاصل کرو، ماں کی گود سے قبر تک"۔

مذکورہ روایت کے متعلق متقدمین محدثین میں سے کسی کا کلام نہیں ملا، البتہ شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ "قيمة الزمن عند العلماء"[2] میں اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

"هذا الكلام: "طلب العلم من المهد إلى اللحد". ويحكى أيضا بصيغة: "اطلبوا العلم من المهد إلى اللحد". ليس بحديث نبوي، وإنما هو من كلام النّاس، فلا يجوز إضافته إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم كما يتناقله بعضهم .. ..وهذا الحديث الموضوع: "اطلبوا العلم من المهد إلى اللحد". مشتهر على الألسنة كثير، ومن العجب أن الكتب المؤلفة في الأحاديث المنتشرة لم تذكره".

یہ کلام: "طلب العلم من المهد إلى اللحد". (طلبِ علم ماں کی گود سے قبر تک ہے) اور اسی طرح یہ الفاظ: " اطلبوا العلم من المهد إلى اللحد". (علم حاصل کرو، ماں کی گود سے قبر تک) حدیث نبوی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نہیں ہے، یہ تو لوگوں کا کلام ہے، اسے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں ہے، جیساکہ بعض حضرات نے اسے حدیث کہہ کر نقل کیا ہے.... یہ موضوع

---

[1] كشف الظنون:المنظر العاشر: في التعلم وفيه فتوحات أيضا، ١/ ٥٢، ت: علي البجاوي، دار الفكر— بيروت، ط:١٤٠٤هـ.

[2] قيمة الزمن عند العلماء:ص:٢٩، حاشية، دار عالم الكتب— بيروت، ط:١٤٠٤هـ.

روایت: ”اطلبوا العلم من المهد إلى اللحد“.(علم حاصل کرو، ماں کی گود سے قبر تک) زبان زد عوام ہے،اور تعجب ہے کہ جن حضرات نے ”احادیثِ مشتہرہ“ پر تالیفات کی ہیں، انہوں نے اس کا تذکرہ ہی نہیں کیا۔

حاصل یہ رہا کہ شیخ ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق مذکورہ الفاظ: ”علم حاصل کرو، ماں کی گود سے قبر تک“۔ حدیث نہیں ہے، بلکہ من گھڑت روایت ہے،اس لئے اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے بیان کرنا درست نہیں ہے۔
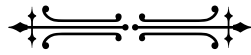
روایت نمبر⑤

روایت: ”لم یکن یُری له ظِلٌ .....“.
حضور ﷺ کا سایہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔۔۔“۔
حکم: شدید ضعیف ہے، بیان نہیں کر سکتے۔

یہ روایت تین سندوں سے مروی ہے:

① روایت ذکوان
② روایت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
③ روایت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

روایت ذکوان

روایت کا مصدر

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الخصائص الکبری“[1] میں یہ روایت حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے نقل کی ہے، آپ لکھتے ہیں:

”أخرج الحكيم الترمذي من طريق عبد الرحمن بن قيس الزعفراني، عن عبد الملك بن عبد الله بن الوليد، عن ذكوان أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يُرى له ظِلٌ في شمس ولا قمر ولا أثَرُ قضاءِ حاجة“.

ترجمہ: ذکوان سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ نہ سورج کی روشنی میں دکھائی دیتا تھا، نہ چاند کی روشنی میں اور نہ آپ کی قضاء حاجت کا نشان ہوتا۔

[1] الخصائص الكبرى: باب الآية في حفظه، ۱۲۱، دار الكتب العلمية — بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۰۵هـ۔
یہ روایت ”نوادر الاصول“ میں نہیں مل سکی، اس لئے ثانوی مصدر سے روایت نقل کی ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "مناهل الصفا في تخريج أحاديث الشفا"[1] میں بھی یہ روایت اسی سند سے بیان کی ہے۔

روایت پر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "مناهل الصفا"[2] میں حدیث: "أنه كان إذا أراد أن يتغوط انشقت الأرض...". کے تحت "نوادر الاصول" کی سند ذکر کرتے ہوئے، سند میں موجود "عبد الرحمن بن قیس" کو وضاع، کذاب اور "عبد الملک بن عبد اللہ رائد" کو مجہول کہا ہے، ملاحظہ ہو:

"... وأخرج الحكيم الترمذي في نوادر الأصول من طريق عبد الرحمن بن قيس ـ وهو وضاع كذاب ـ عن عبد الملك بن عبد الله بن الرائد [كذا في الأصل] ـ وهو مجهول ـ عن ذكوان أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يرى له ظل في شمس ولا قمر ولا أثر قضاء حاجة".

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "شرح الشفاء"[3] میں مذکورہ روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

"ذكره الحكيم الترمذي في نوادر الاصول عن عبدالرحمن بن قيس ـ وهو مطعون ـ عن عبدالملك بن عبدالله بن الوليد ـ وهو مجهول ـ عن ذكوان من أنه كان لا ظل لشخصه في شمس ولاقمر".

---

[1] مناهل الصفا: ص:٤٢، رقم:٦٨، ت: الشيخ سمير القاضي، مؤسسة الكتب الثقافية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨هـ.

[2] مناهل الصفا: ص:٤٢، رقم: ٦٨، ت: الشيخ سمير القاضي، مؤسسة الكتب الثقافية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨هـ.

[3] شرح الشفاء: ١/٧٥٣، ت: الحاج أحمد طاهر القنوي، دار الكتب العلمية – بيروت، ط: ١٣١٩هـ.

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نوادرالاصول میں عبد الرحمن بن قیس سے نقل کیا ۔ جو مطعون راوی ہے ۔ وہ عبد الملک بن عبد اللہ سے نقل کرتا ہے ۔ جو مجہول ہے ۔ اور عبد الملک نے ذکوان سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک سورج و چاند کی روشنی میں نہیں ہوتا تھا۔

فائدہ: امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے سند میں موجود عبد الرحمن بن قیس کو کذاب، اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مطعون کہا ہے، اس لئے ذیل میں عبد الرحمن بن قیس زعفرانی کے متعلق ائمہ رجال کے تفصیلی اقوال لکھے جائیں گے، تاکہ روایت کی فنی حیثیت واضح ہو جائے:

عبد الرحمن بن قیس ابو معاویہ زعفرانی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول

عبد اللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ "العلل ومعرفة الرجال" میں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے عبد الرحمن بن قیس زعفرانی کے بارے میں پوچھا، آپ نے موصوف کے بارے میں کہا: " لم يكن بشيء متروك الحديث (شدید جرح) "[1]۔

حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے "الضعفا ءالکبیر"[2] میں اور حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے "معرفة التذکرة"[3] میں زعفرانی کے متعلق امام احمد کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

---

[1] العلل ومعرفة الرجال: ١/ ٣٨٤، رقم: ٧٤٨، ت: وصي الله بن محمد عباس، المكتب الإسلامي — بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨هـ.

[2] الضعفاءالكبير: باب العين، ٢/ ٣٤٢، رقم: ٩٣١، ت: عبد المعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية — بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٨ هـ.

[3] معرفة التذكرة: حرف الميم، ص: ٢٦، مير محمد كتب خانه — كراتشي.

امام عبد الرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ مدینة السلام" میں عبد الرحمن بن قیس کے بارے میں حافظ ابن مہدی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں: "كان عبد الرحمن بن مهدي يكذّبه"[1]. عبد الرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ اسے جھوٹا کہتے تھے۔

امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ہی "تاریخ مدینة السلام"[2] میں عبد الرحمن بن قیس کے بارے میں امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں: "كذاب". یہ جھوٹا ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "المغني في الضعفاء"[3] میں عبد الرحمن کے بارے میں ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابو حاتم محمد بن حبان البستی رحمۃ اللہ علیہ "المجروحين" میں عبد الرحمن بن قیس زعفرانی کے متعلق فرماتے ہیں:

"كان ممن يقلب الأسانيد، وينفرد عن الثقات بما لا يشبه حديث الأثبات، تركه أحمد بن حنبل"[4]. یہ ان لوگوں میں سے تھا جو سندوں میں تبدیلی کیا کرتے تھے، اور یہ تنہا ثقہ راویوں سے ایسی احادیث نقل

---

[1] تاريخ مدينة السلام: من اسمه عبدالرحمن، ۱۱/ ۵۲٦، رقم: ۵۳۲۱، ت: دكتور بشار عوّاد، دار الغرب الإسلامي – بيروت، ط: ۱٤۱۲ھ۔

[2] تاريخ مدينة السلام: من اسمه عبدالرحمن، ۱۱/ ۵۲٦، رقم: ۵۳۲۱، ت: دكتور بشار عوّاد، دار الغرب الإسلامي – بيروت، ط: ۱٤۱۲ھ۔

[3] المغني: حرف العين، ۱/ ۵٤٤، رقم: ۳٦۱٤، ت: نورالدين عتر، دار إحياء التراث العربي – بيروت، ط: ۱۹۸۷م.

[4] المجروحين: باب العين، ۲/ ۵۹، ت: محمود ابراهيم زايد، دار المعرفة – بيروت، ط: ۱٤۱۲ھ۔

کرتے ہیں جو ثقہ راویوں کی روایات کے مشابہ نہیں ہوتیں، احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ترک کر دیا تھا۔

امام ابو سعد عبد الکریم السمعانی رحمۃ اللہ علیہ "الأنساب"[1] میں عبد الرحمن بن قیس زعفرانی کے متعلق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کرتے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ "التاریخ الکبیر"[2] میں عبد الرحمن بن قیس کے متعلق فرماتے ہیں: "ذهب حديثه" (جرح)۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ مدینة السلام"[3] میں عبد الرحمن بن قیس کے متعلق امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں: "ذاهب الحديث" (جرح)۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ "الضعفاء والمتروكين"[4] میں فرماتے ہیں: "متروك الحديث" (شدید جرح).

---

[1] الأنساب للسمعاني: باب الزاء والعين، الزني، ٣/ ١٥٣، ت: عبدالله عمر البارودي، دار الجنان-بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨هـ.

[2] التاريخ الكبير: باب عبدالرحمن، ٥/ ٣٣٩، رقم: ١٠٨٢، ت: محمد عبيد بن علي، دار الكتب العلمية- بيروت، ط: ١٤٠٧هـ.

[3] تاريخ مدينة السلام: من اسمه عبدالرحمن، ١١/ ٥٢٦، رقم: ٥٣٢١، ت: دكتور بشار عوّاد، دار الغرب الإسلامي - بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

[4] الضعفاء والمتروكين: باب العين، ١٥٩، رقم: ٣٨٣، ت: كمال يوسف الحوت، مؤسسة الكتب الثقافية- بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٥هـ.

امام صالح بن محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

صالح بن محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، عبد الرحمن بن قیس زعفرانی کے متعلق فرماتے ہیں: "کان یضع الحدیث"[1]. وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ مدینۃ السلام"[2] میں عبد الرحمن بن قیس زعفرانی کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عبد الرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابو زرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور ابو علی صالح بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الضعفاء"[3] میں عبد الرحمن کو "لا شيء". (جرح) کہا ہے۔

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "الضعفاء والمتروکین"[4] میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ حافظ صالح بن محمد رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "تقریب التہذیب"[5] میں عبد الرحمن بن قیس زعفرانی کے بارے میں فرماتے ہیں: "متروك، كذبه أبو زرعة وغيره". یہ متروک ہے، ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اسے جھوٹا کہا ہے۔

---

[1] تاريخ مدينة السلام: من اسمه عبدالرحمن، ۱۱/۵۲٦، رقم: ۵۳۲۱، ت: دكتور بشار عوّاد، دار الغرب الإسلامي - بيروت، ط: ۱٤۱۲ هـ.

[2] تاريخ مدينة السلام: من اسمه عبدالرحمن، ۱۱/۵۲٦، رقم: ۵۳۲۱، ت: دكتور بشار عوّاد، دار الغرب الإسلامي - بيروت، ط: ۱٤۱۲ هـ.

[3] كتاب الضعفاء: باب العين، ۱۰۳، ت: فاروق حمادة، دار الثقافة - بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۰۵ هـ.

[4] الضعفاء والمتروكين: ۲/۹۸، رقم: ۱۸۹۲، ت: عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱٤۰٦ هـ.

[5] تقريب التهذيب: ص: ۳٤۹، رقم: ۳۹۸۹، ت: محمد عوامة، دار الرشد - سوريا، ط: ۱٤۰٦ هـ.

ائمہ رجال کے کلام کا خلاصہ اور روایت ذکوان کا حکم

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "نوادر الاصول" کی سند ذکر کرتے ہوئے عبد الرحمن بن قیس زعفرانی کو وضاع، کذاب کہا ہے، نیز (قطع نظر کسی خاص سند کے) حافظ عبد الرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ صالح بن محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ان تمام محدثین کرام نے عبد الرحمن بن قیس زعفرانی کے بارے میں جرح کے شدید الفاظ استعمال کیے ہیں (مثلاً: متروک، جھوٹا، حدیثیں گھڑتا ہے) اور یہ بھی واضح رہے کہ عبد الرحمن زعفرانی تنہا اس روایت کو نقل کرنے والے ہیں، چنانچہ عبد الرحمن زعفرانی جیسے راوی کا اس حدیث کو تنہا نقل کرنا اس کی واضح دلیل ہے کہ یہ روایت کسی بھی طرح ضعفِ شدید سے خالی نہیں ہو سکتی۔

روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

روایت کا مصدر

علامہ تقی الدین احمد بن علی مَقْرِیزِی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۸۴۵ھ) "إمتاع الأسماع"[1] میں لکھتے ہیں:

"قال أحمد بن عبد الله الغُدَافِي، أخبرنا عمرو بن أبي عمرو، عن محمد بن السائب، عن أبي صالح، عن ابن عباس رضي الله عنه: لم يكن لرسول الله ظل، ولم يقم مع شمس قط إلا غلب ضوء الشمس[كذا في الأصل]، ولم يقم مع سراج قط إلا غلب ضوءه على ضوء السراج".

---

[1] إمتاع الأسماع بما للنبي من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع:۲/ ۱۷۰،ت: محمد عبد الحميد النميسي، دار الكتب العلمية–بيروت،ط:۱٤۰۲هـ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک نہیں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورج کے سامنے کھڑے ہوتے تو سورج کی روشنی پر آپ کی روشنی غالب آجاتی، اور چراغ کے سامنے کھڑے ہوتے تو چراغ کی روشنی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی غالب آجاتی۔

سند میں موجود محمد بن سائب کلبی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال ملاحظہ ہوں، تاکہ اس روایت کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو:

ابو نضر محمد بن سائب کلبی کوفی (المتوفی ۱۴۶ھ) کے بارے میں ائمہ کے اقوال

حافظ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کلبی نے مجھ سے کہا کہ ہر وہ شے جو میں نے ابو صالح سے نقل کی ہے، وہ جھوٹی ہے[1]۔

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے:

"الكلبي هذا مذهبه في الدين، ووضوح الكذب فيه أظهر من أن يحتاج إلى الإغراق في وصفه"[2]. یہ ہے کلبی کا مذہب، کلبی کی روایات میں جھوٹ اس قدر واضح ہے کہ ان کے احوال کی تفصیل میں جانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

حافظ جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كذاب"[3].

امام یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ليس بشيء، كذاب، ساقط"[4].

حافظ زائدہ رحمۃ اللہ علیہ، امام لیث رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ سلیمان تیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

[1] الكامل في الضعفاء: ٦/ ١١٥، رقم: ١٦٢٦، دار الفكر – بيروت، الطبعة الثانية: ١٤٠٥ھ.

[2] المجروحين: ٢/ ٢٥٣، ت: محمود ابراهيم زايد، دار المعرفة – بيروت، ط: ١٤١٢ھ.

[3] ميزان الاعتدال: ٣/ ٥٥٩، رقم: ٧٥٧٤، ت: علي البجاوي، دار المعرفة – بيروت، ط: ١٣٨٢ھ.

[4] الضعفاء والمتروكين لابن الجوزي، ٣/ ٦٢، رقم: ٢٩٩٨، ت: عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٦ھ.

"وہ کذاب ہے"[1]۔

حافظ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كذاب ساقط"[2].

حافظ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "متروك"[3].

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "محمد بن السائب الكلبي عن أبي صالح أحاديثه موضوعة"[4]. محمد بن سائب کلبی، ابو صالح سے من گھڑت روایات نقل کرتا ہے۔

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وقد حدث عن الكلبي سفيان وشعبة وجماعة، ورضوه في التفسير، وأما في الحديث فعنده مناكير، وخاصة إذا روى عن أبي صالح، عن ابن عباس". کلبی سے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، شعبہ رحمۃ اللہ علیہ اور ائمہ کی ایک جماعت نے روایت نقل کی ہے، یہ حضرات ان کی تفسیر سے راضی رہے ہیں، البتہ احادیث میں ان کے ہاں مناکیر ہیں، خاص کر جب وہ عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کرے[5]۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "متهم بالكذب، ورمي بالرفض"[6].

محمد بن سائب کے ترجمہ میں باذام او باذان ابو صالح مولی ام ہانی کا ذکر آتا رہا ہے، اس لئے ضمناً ذیل میں ان کے احوال بھی لکھے جا رہے ہیں:

---

[1] الضعفاء والمتروكين، ۳/ ٦٢،رقم:۲۹۹۸، ت:عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٦هـ.

[2] الضعفاء والمتروكين، ۳/ ٦٢،رقم:۲۹۹۸، ت:عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٦هـ.

[3] ميزان الاعتدال:۳/ ٥٥٩، رقم:٧٥٧٤، ت:علي البجاوي، دار المعرفة–بيروت، ط:١٣٨٢هـ.

[4] كتاب الضعفاء:ص:١٣٨، رقم:٢١٠، ت:فاروق حمادة،دارالثقافة – قاهره، الطبعة الأولى: ١٤٠٥هـ

[5] ميزان الاعتدال:۳/ ٥٥٩،رقم:٧٥٧٤، ت:علي البجاوي، دار المعرفة–بيروت، ط:١٣٨٢هـ.

[6] تقريب التهذيب:ص:٤٧٩، رقم:٥٩٠١، ت: محمد عوامة، دار الرشد – سوريا،ط:١٤٠٦هـ.

باذام او باذان ابو صالح مولی ام ہانی

عمرو بن قیس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ ابو صالح کی تفسیر سے منع فرماتے تھے۔[1]

امام یحیی بن سعید قطان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لم أر أحدا من أصحابنا ترك أبا صالح مولى أم هانئ، وما سمعت أحدا من الناس يقول فيه شيئا، ولم يتركه شعبة ولا زائدة ولا عبد الله بن عثمان"[2]. میں اپنے اصحاب میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ انہوں نے ابو صالح مولی ام ہانی کو ترک کیا ہو اور نہ میں نے لوگوں میں سے کسی کو کہتے ہوئے سنا کہ اس میں کوئی بات ہے، اور اسے شعبہ، زائدہ اور عبد اللہ بن عثمان نے ترک نہیں کیا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبد الرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو صالح کی حدیث کو چھوڑ دیا تھا ..."[3]۔

امام یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"أبو صالح مولى أم هانئ ليس به بأس، فإذا روى عنه الكلبي فليس بشيء، وإذا روى عنه غير الكلبي فليس به بأس....."[4]. ابو صالح مولی ام ہانی "لیس بہ بأس" ہے، اگر اس سے کلبی [محمد بن سائب] روایت نقل کرے تو یہ "لیس بشیٔ" ہے، البتہ اگر اس سے کلبی کے علاوہ کوئی شخص روایت نقل کرے تو یہ "لیس بہ بأس" ہے...."۔

---

[1] التاريخ الكبير:٢/ ١٤٤،رقم:١٩٨٨، ت: محمد عبد المعيد خان، دار الكتب العلمية– بيروت، ط: ١٤٠٧هـ.

[2] الجرح والتعديل:٢/ ٤٣٢،رقم:١٧١٦، دار الكتب العلمية– بيروت، الطبعة الأولى: ١٣٧٢ هـ.

[3] الجرح والتعديل:٢/ ٤٣٢،رقم:١٧١٦، دار الكتب العلمية– بيروت، الطبعة الأولى: ١٣٧٢ هـ.

[4] الجرح والتعديل:٢/ ٤٣٢،رقم:١٧١٦، دار الكتب العلمية– بيروت، الطبعة الأولى: ١٣٧٢ هـ.

حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "أبو صالح باذان صالح الحديث، يكتب حديثه ولا يحتج به"[۱]. ابو صالح باذان، صالح الحدیث ہے، ان کی حدیث لکھی تو جائے گی مگر ان سے احتجاج نہیں کیا جائے گا۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے باذام کو "ليس بثقة"[۲] کہا ہے۔

روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا حکم

آپ حضرات ائمہ رجال کا کلام ملاحظہ فرما چکے ہیں، مذکورہ سند میں موجود راوی "محمد بن سائب کلبی" پر ائمہ نے شدید کلام کیا ہے (قطع نظر خاص اس روایت کے)، خصوصاً ان کی وہ روایات جو یہ ابو صالح سے نقل کرنے والے ہیں، انھیں کے اقرار کے مطابق من گھڑت ہیں، اور اس سند میں بھی یہ ابو صالح سے روایت نقل کر رہے ہیں، چنانچہ یہ روایت اس سند سے بھی شدید ضعیف ہے، اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

روایت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

روایت کا مصدر

امام فقیہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۷۱۰ھ) "مدارك التنزيل وحقائق التاويل" میں سورۂ نور کی آیات افک کی تفسیر میں، مذکورہ روایت بلاسند نقل فرماتے ہیں:

"وذلك نحو ما يروى أن عمر ـ رضي الله عنه ـ قال لرسول الله عليه الصلاة والسلام: أنا قاطع بكذب المنافقين، لأن الله عصمك من وقوع الذباب على جلدك، لأنه يقع النجاسات فيتلطخ بها، فلما عصمك الله

[۱] الجرح والتعديل: ۲/ ٤٣٢، رقم: ۱۷۱٦، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ۱۳۷۲ هـ.
[۲] ميزان الاعتدال: ۱/ ۲۹٦، رقم: ۱۱۲۱، ت: علي البجاوي، دار المعرفة – بيروت، ط: ۱۳۸۲ هـ.

من ذلك القدر من القَذَر، فكيف لا يعصمك عن صحبة من تكون متلطخة بمثل هذه الفاحشة؟ وقال عثمان: إن الله ما أوقع ظلك على الأرض لئلا يضع إنسان قدمه على ذلك الظل، فلما لم يمكّن أحدا من وضع القدم على ظلك، كيف يمكّن أحدا من تلويث عرض زوجتك؟ وكذا قال علي ـ رضي الله عنه ـ: إن جبريل أخبرك أن على نعليك قَذَرا، وأمرك بإخراج النعل عن رجلك، بسبب ما التصق به من القَذَر، فكيف لا يأمرك بإخراجها بتقدير أن تكون متلطخة بشيء من الفواحش؟!"[1].

روایت کا حاصل یہ ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ افک میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں منافقین کے اس جھوٹ کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر مکھی کو بیٹھنے نہیں دیا کہ کوئی نجاست آپ پر نہ لگے، جب نجاست کی اتنی سی مقدار سے بھی اللہ نے آپ کی حفاظت فرمائی ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ فحاشی سے ملوث عورت سے آپ کی حفاظت نہ فرمائے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک زمین پر پڑنے نہیں دیا تاکہ کسی کا قدم اس پر نہ پڑے، جب اللہ تعالیٰ نے کسی کو یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ مبارک پر قدم رکھ سکے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کسی کو یہ اختیار دیدے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر والی کی ناموس کو خراب کر دے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو خبر دی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتوں میں گندگی لگی ہوئی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتوں کی اس گندگی کی وجہ سے حکم دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اتار دیں، تو اب یہ کیسے ہو سکتا

[1] تفسير النسفي: ٢/ ٤٩٢، ت: يوسف علي بديوي، دار الكلم الطيب – بيروت، ط: ١٤١٩هـ.

ہے کہ آپ ﷺ کی گھر والی ذرہ برابر بھی کسی برائی میں مبتلا ہو اور وہ آپ ﷺ کو اسے جدا کرنے کا حکم نہ دے۔

روایت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حکم

مذکورہ روایت ہمیں تلاش کے باوجود سنداً کہیں نہ مل سکی، لہذا جب تک اس روایت کی کوئی متعبر سند نہ مل جائے، اسے بیان کرنے سے موقوف رکھا جائے۔

تحقیق کا خلاصہ

روایت تینوں سندوں (ذکوان، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) سے شدید ضعیف و بے سند ہے، اس لئے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

تتمہ: حضور اقدس ﷺ کے سایۂ مبارک کا ذکر بعض روایات میں آتا ہے، مثلاً امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "مسند"[1] میں نقل کیا ہے:

"حد ثنا عفان، حدثنا حماد قال: ثابت عن شُمَيْسَة، عن عائشة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان في سفر له فاعْتَلَّ بعير لصفية، وفي إبلِ زينب فضل، فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن بعيرا لصفية اعْتَلَّ، فلو أعطيتِها بعيرا من إبلك، فقالت: أنا أعطي تلك اليهودية ؟ قال: فتركها رسول الله صلى الله عليه وسلم ذا الحجة والمحرم شهرين أو ثلاثة لا يأتيها، قالت: حتى يَئِسْتُ منه و

---

[1] **مسند أحمد: ٤٦٢/٤١، رقم: ٢٥٠٠٢، ت: شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة – بيروت، ط: ١٤٢١ هـ.**
وكذا في "سنن أبي داؤد" مختصراً فقال الملا علي القاري في "مرقاة المفاتيح" بعد ذكره: "قال صاحب التصحيح: رجاله رجال مسلم إلا سمية البصرية الراوية عن عائشة فلم يخرج لها مسلم اهـ وقال المنذري: سمية لم تثبت. وقال العسقلاني: مقبولة من الثالثة نقله ميرك".(مرقاة المفاتيح: كتاب الآداب، ماينهى من التهاجر... ، رقم: ٥٠٤٨، دار الفكر ـ بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٢هـ).

حوّلتُ سريري، قالت: فبينما أنا يوما بنصف النهار، إذا أنا بظِلِّ رسول الله صلى الله عليه وسلم مُقْبِل ....".

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے، دورانِ سفر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہوگیا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس زائد اونٹ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: صفیہ کا اونٹ بیمار ہوگیا ہے، اگر تم اپنا ایک اونٹ انہیں دے دو، انہوں نے کہا: میں اس یہودیہ کو اونٹ دوں؟ اس بات پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ذی الحجہ، محرم دوماہ یا تین ماہ چھوڑے رکھا، ان کے پاس نہیں گئے، وہ خود فرماتی ہیں: بالآخر میں ناامید ہوگئی اور اپنی چارپائی کی جگہ بدل لی، اچانک ایک دن نصفِ نہار کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مجھے سامنے سے آتا ہوا دکھائی دیا (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے راضی ہوگئے)....".
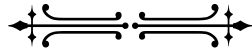
روایت نمبر⑥

روایت: ”لولاك لما خلقت الأفلاك“. ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے، میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔

حکم: محدثین کی ایک جماعت نے اسے من گھڑت کہا ہے۔

مذکورہ روایت ان الفاظ کے ساتھ زبان زد عوام و خواص ہے، زیرِ بحث تحقیق میں آپ دیکھیں گے کہ یہ خاص الفاظ سنداً منقول نہیں ہیں، البتہ یہ روایت ان الفاظ سے مختلف سندوں سے مروی ہے:

”اے آدم! اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہیں کرتا“۔

”اے محمد! اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا“۔

”اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ جنت کو پیدا کرتا نہ آگ کو“۔

”میری عزت کی قسم! اگر آپ (محمد ﷺ) نہ ہوتے تو نہ میں جنت کو پیدا کرتا نہ دنیا کو“۔

تحقیق کا خاکہ

زیرِ بحث روایت مختلف الفاظ کے ساتھ استقراءً تین (۳) صحابہ رضی اللہ عنہم سے نقل کی جاتی ہے:

① حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (مرفوع طریق)۔

اس سند کے تحت طریق ابو الزناد عبد اللہ بن ذکوان کو ضمناً لکھا جائے گا۔

② حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (مرفوع طریق)۔

③ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما (موقوفاً دو مختلف سندوں سے)۔

ذیل میں ہر ایک طریق کو تفصیل سے لکھا جائے گا، اور آخر میں پوری تحقیق کا خلاصہ اور اس کا حکم لکھا جائے گا۔

روایتِ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول)

روایت کا مصدرِ اصلی

مذکورہ روایت کو امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "مستدرك" **میں عبد الرحمن بن زید بن اسلم کی سند سے نقل کرتے ہیں:**

"حدثنا أبو سعيد عمرو بن محمد بن منصور العَدْل، ثنا أبو الحسن محمد بن إسحاق بن إبراهيم الحنظلي، ثنا أبو الحارث عبد الله بن مسلم الفِهْرِي، ثنا إسماعيل بن مسلمة، أنبأ عبد الرحمن بن زيد بن أسلم، عن أبيه، عن جده، عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لما اقترف آدم الخطيئة، قال يا رب! أسألك بحق محمد لِمَا غفرت لي، فقال الله: يا آدم و كيف عرفت محمدا و لم أخلقه؟ قال: يارب! لأنك لما خلقتني بيدك و نفخت في من روحك و رفعت رأسي فرأيت على قوائم العرش مكتوبا: لا إله إلا الله محمد رسول الله. فعلمت أنك لم تضف إلى اسمك إلا أحب الخلق، فقال الله: صدقت يا آدم! إنه لأحب الخلق إلَيَّ، ادعني بحقه فقد غفرت لك و لولا محمد ما خلقتك.

هذا حديث صحيح الإسناد، و هو أول حديث ذكرته لعبد الرحمن بن زيد بن أسلم في هذا الكتاب[1]."

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدم علیہ السلام سے خطا کا ارتکاب ہوا تو عرض کی: اے میرے رب! میں آپ سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں کہ آپ

[1] المستدرك على الصحيحين: كتاب التاريخ، استغفار آدم، ٢/ ٦١٥، ت: يوسف عبدالرحمن المرعشلي، دار المعرفة—بيروت، ط: ١٤٠٦هـ.

میری مغفرت فرمادیں، اللہ تعالی نے کہا: اے آدم! تو نے محمد (ﷺ) کو کیسے پہچانا، جبکہ میں نے انہیں ابھی تک پیدا نہیں کیا؟ آدم علیہ السلام نے کہا: اے رب! جب آپ نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا کر کے، مجھ میں اپنی روح میں سے پھونکا، اور میں نے اپنا سر اٹھایا تو عرش کے ستونوں پر لکھا ہوا دیکھا: "لا إله إلا الله محمد رسول الله ". تو میں نے جان لیا کہ آپ اپنے نام کے ساتھ اپنی محبوب ترین مخلوق کا ہی نام ملا سکتے ہیں، اللہ تعالی نے فرمایا: تو نے سچ کہا اے آدم! یقینی بات ہے کہ مجھے محمد (ﷺ) مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہیں، تم ان کے حق کے وسیلے سے مجھ سے مانگو، لہذا میں نے تیری مغفرت کر دی اور اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور یہ عبد الرحمن بن زید بن اسلم کی پہلی روایت ہے جو میں نے اس کتاب میں ذکر کی ہے۔

حافظ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ (تاج الدین سبکی کے والد، المتوفی: ۷۵۶ھ) نے حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی موافقت میں اسے صحیح قرار دیا ہے، تفصیل آ رہی ہے۔

دیگر مصادر

روایت مذکور بسندِ عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "دلائل النبوة"[1] میں، امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "المعجم الصغير"[2] اور "المعجم الأوسط"[3] میں، حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے "تاريخ دمشق"[4] میں ذکر کیا ہے۔

[1] دلائل النبوة: باب ماجاء في تحديث رسول ﷺ، ٥/ ٤٥٨، ت: عبد المعطي قلعجي، دارالكتب العلمية- بيروت،ط:١٤٠٨هـ .

[2] المعجم الصغير: باب الميم، من اسمه محمد،٢/ ١٨٢، رقم: ٩٩٢، ت: محمد شكور محمود،المكتب الإسلامي - بيروت،ط:١٤٠٥هـ .

[3] المعجم الأوسط:٦/٣١٣،رقم:٦٥٠٢،ت:طارق بن عوض الله،دار الحرمين- قاهره،ط: ١٤١٥هـ .

[4] تاريخ دمشق: ذكر من اسمه إدريس،آدم نبي الله يكني ابامحمد،٧/ ٤٣٧،ت: عمر بن غزامه العمري،دارالفكر- بيروت،ط:١٤١٥هـ .

اہم فائدہ: واضح رہے کہ شیخ ابو بکر آجرّی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الشريعة" میں اپنی سند سے یہی روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً تخریج کی ہے۔

روایت بسندِ عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً کے بارے میں ائمہ کا کلام

۱- امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

" تفرد به عبد الرحمن بن زيد بن أسلم من هذا الوجه عنه، وهو ضعيف "[1] عبد الرحمن بن زید بن اسلم اس سند میں زید بن اسلم سے نقل روایت میں متفرد ہے، اور وہ ضعیف ہے۔

حافظ اسماعیل ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے "البداية والنهاية"[2] میں سابقہ ذکر کردہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

۲- امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "مجموع الفتاوى"[3] میں مذکورہ روایت کو موضوع روایات میں ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"قلت: ورواية الحاكم لهذا الحديث مما أنكر عليه، فإنه نفسه قد قال في كتاب المدخل إلى معرفة الصحيح من السقيم: عبد الرحمن بن زيد بن أسلم روى عن أبيه أحاديث موضوعة، لا تخفى [كذا فيه] على من تأملها من أهل الصنعة أن الحمل فيها عليه ".

[1] دلائل النبوة: باب ماجاء في تحديث رسول ﷺ، ٥/ ٤٥٨، ت: عبد المعطي قلعجي،دارالكتب العلمية- بيروت،ط:١٤٠٨هـ.

[2] البداية والنهاية:باب ماورد في خلق آدم عليه السلام، ١ /١٩٠،ت:عبدالله بن عبدالمحسن التركي،دارهجر- بيروت، ط: ١٤١٧هـ.

[3] مجموع الفتاوى: فصل في الوسيلة، ١/ ١٨٢ - ١٨٥، عامر الجزار،دارالوفاء- بيروت، ط: ١٤٢٦هـ.

میں کہتا ہوں: حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ روایت ان روایات میں سے ہے جن پر نکیر کی گئی ہے، بلکہ خود حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے "المدخل" میں کہا ہے کہ عبد الرحمن بن زید بن اسلم (سند میں موجود راوی) نے اپنے والد زید بن اسلم کے انتساب سے من گھڑت روایات نقل کی ہے، اہل فن میں سے غور کرنے والے پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ ان من گھڑت روایات کی ذمہ داری عبد الرحمن بن زید بن اسلم پر ہے۔

اس کے بعد حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ روایت کو "صحیح" قرار دینے پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وأما تصحيح الحاكم لمثل هذا الحديث وأمثاله، فهذا مما أنكره عليه أئمة العلم بالحديث وقالوا: إن الحاكم يصحح أحاديث وهي موضوعة مكذوبة عند أهل المعرفة بالحديث ....".

"رہی بات حاکم رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ روایت اور اس جیسی دوسری روایات کا صحیح قرار دینا، اس پر ائمہ حدیث نے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ حاکم کبھی ایسی روایات کو صحیح قرار دیتے ہیں جو اہل علم کے نزدیک من گھڑت اور جھوٹی ہوتی ہیں...."۔

۳- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تلخيص المستدرك"[1] میں فرماتے ہیں: "بل موضوع وعبد الرحمن واهٍ". بلکہ یہ من گھڑت ہے، اور عبد الرحمن "واہی" ہے۔ اسی طرح "ميزان الاعتدال"[2] میں عبد اللہ بن مسلم الفہری کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

---

[1] المستدرك على الصحيحين: كتاب التاريخ، استغفار آدم، ٢/ ٦١٥، ت: يوسف عبد الرحمن المرعشلي، دار المعرفة — بيروت، ط: ١٤٠٦هـ.

[2] ميزان الاعتدال: باب العين، من اسمه عبد الرحمن، ٢/ ٥٠٤، رقم: ٤٦٠٤، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة — بيروت، ط: ١٤٠٦هـ.

”عبد الله بن مسلم أبو الحارث الفِهْري روى عن إسماعيل بن مسلمة بن قَعْنَب، عن عبد الرحمن بن يزيد بن أسلم خبرا باطلا فيه: يا آدم لولا محمد ما خلقتك. رواه البيهقي في دلائل النبوة“۔

عبد اللہ بن مسلم ابو حارث الفہری، اسماعیل بن مسلمہ کے واسطے سے عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے ایک باطل روایت نقل کرتا ہے جس میں ہے: ”اے آدم! اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا“، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت ”دلائل النبوة“ میں نقل کی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”لسان المیزان“[1] میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

۴- علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الآثار المرفوعة“[2] میں (**قطع نظر کسی خاص سند کے**) **مذکورہ روایت کو موضوع روایات کے تحت شمار کیا ہے، آپ لکھتے ہیں:**

”قلت: نظير أول ما خلق الله نوري من عدم ثبوته لفظًا وورود معنًى ما اشتهر على لسان القصاص والعوام والخواص من حديث لولاك لما خلقت الأفلاك“۔

میں یہ کہتا ہوں: حدیث: ”لولاك لما خلقت الأفلاك“ لفظاً ثابت نہ ہونے میں اور اس کے معنی کا قصہ گو، عوام وخواص کی زبان پر وارد ہونے میں حدیث: ”أول ما خلق الله نوري“ کی نظیر ہے۔

اس کلام کے بعد علامہ عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ”لولاک“ پر مشتمل روایات نقل کی، جس میں مستدرک کی مذکورہ روایت بھی ذکر کی ہے۔

---

[1] لسان الميزان: من اسمه عبدالله، ۵/ ۱۲، رقم: ۴۴۶۲، ت: عبدالفتاح أبوغدة، دارالبشائر الإسلامية — بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ۔

[2] الآثار المرفوعة: ذكر بعض القصص المشهورة، ص: ۴۴، ت: محمدالسعيد بن بسيوني زغلول، دار الكتب العلمية — بيروت، ط: ۱۳۷۱ھ۔

ائمہ حدیث نے زیر بحث سند میں عبد الرحمن بن زید بن اسلم کو کلام کا مدار بنایا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عبد الرحمن بن زید بن اسلم کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال معلوم کر لیے جائیں، تاکہ روایت کا حکم معلوم ہو سکے۔

عبد الرحمن بن زید بن اسلم (المتوفی ۱۸۲ھ) کے بارے میں ائمہ کا کلام

امام یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ کا قول

عبد الرحمن بن زید بن اسلم کے بارے میں حافظ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ، امام یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ کا کلام "الجرح والتعدیل"[1] میں نقل کرتے ہیں: "عبد الرحمن بن زيد بن أسلم ليس حديثه بشيء، ضعيف". اس کی حدیث "کوئی شئ نہیں"، وہ ضعیف ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"العلل ومعرفة الرجال" میں حافظ عبد اللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ عبد الرحمن کے بارے میں فرماتے ہیں: "كان أبي يضعف عبد الرحمن بن زيد بن أسلم ..."[2]. میرے والد (امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ) عبد الرحمن کی تضعیف کیا کرتے تھے ..."۔

مذکورہ بالا ائمہ کے کلام پر حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے[3]۔

امام علی ابن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ "التاریخ الکبیر"[4] میں عبد الرحمن بن زید بن اسلم

---

[1] الجرح والتعديل: باب من اسمه عبدالرحمن، ٥ / ٢٣٣، رقم: ١١٠٧، دار الكتب العلمية– بيروت، الطبعة الأولى: ١٣٧٢ هـ.

[2] العلل ومعرفة الرجال: ٣/ ٢٧١، رقم: ٥٢٠٣، ت: وصي الله بن محمد عباس، المكتب الإسلامي– بيروت، الطبعة الثانية: ١٤٢٢هـ.

[3] كتاب الضعفاء الكبير: باب العين، ٢/ ٣٣١، رقم: ٩٢٦، ت: عبد المعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية –بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨ هـ.

[4] التاريخ الكبير: باب من اسمه عبدالرحمن، ٥/ ٢٨٤، رقم: ٩٢٢، ت: محمد عبيد بن علي، دار الكتب

کے متعلق حافظ علی ابن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف نقل کرتے ہیں: ”ضعفه علي جدا“. علی ابن مدینی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی شدید تضعیف کی ہے۔

اسی طرح ”التاريخ الصغير“[1] اور ”التاريخ الأوسط“[2] میں بھی یہی کلام نقل کیا ہے۔

امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ضعيف الحديث“[3].

حافظ ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ ”الجرح والتعديل“ میں لکھتے ہیں:

”سألت أبي عن عبد الرحمن بن زيد بن أسلم فقال: ليس بقوي الحديث، كان في نفسه صالحا، وفي الحديث واهيا، ضعفه علي ابن المديني جدا“[4] . میں نے اپنے والد (ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ) سے عبد الرحمن بن زید بن اسلم کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: وہ حدیث میں قوی نہیں ہیں، فی نفسہ صالح ہیں، لیکن حدیث میں واہی ہیں (جرح)، علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی شدید تضعیف کی ہے۔

العلمية— بيروت، ط: ١٤٠٧ هـ.

[1] التاريخ الصغير: باب العين، ص: ٧٤، رقم: ٢٠٨، ت: محمد إبراهيم زايد، دار المعرفة — بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٩ هـ.

[2] التاريخ الاوسط: عشرالى تسعين ومائة، ٢٠٩، ت: محمد إبراهيم زايد، دار المعرفة — بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٦ هـ.

[3] الجرح والتعديل: باب من اسمه عبدالرحمن، ٥ / ٢٣٣، رقم: ١١٠٧، دار الكتب العلمية— بيروت، الطبعة الأولى: ١٣٧٢ هـ.

[4] الجرح والتعديل: باب من اسمه عبدالرحمن، ٥ / ٢٣٣، رقم: ١١٠٧، دار الكتب العلمية— بيروت، الطبعة الأولى: ١٣٧٢ هـ.

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "حديثه عند أهل العلم بالحديث في النهاية من الضعف"[۱]. اہل علم کے نزدیک ان کی روایات ضعف کے انتہائی درجہ پر ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ "سنن الترمذي"[۲] اور "العلل الكبير"[۳] میں فرماتے ہیں:

"عبد الرحمن بن زيد بن أسلم ضعيف في الحديث، ضعفه أحمد بن حنبل وعلي بن المديني وغيرهما من أهل الحديث، وهو كثير الغلط". عبد الرحمن بن زید بن اسلم حدیث میں ضعیف ہے، احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے علماء حدیث نے ان کی تضعیف کی ہے، اور یہ کثیر الغلط ہے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ "الضعفاء والمتروكين"[۴] میں عبد الرحمن بن زید بن اسلم کے متعلق فرماتے ہیں: "ضعيف". یہ ضعیف ہے۔

---

[۱] تهذيب التهذيب: ۲/ ۵۰۸، من اسمه عبدالرحمن، ت:عادل مرشد، مؤسسة الرسالة- بيروت، ط: ۱٤۱٦هـ.

[۲] سنن الترمذي: كتاب الزكاة، ۳/ ۱۷، رقم:٦۳۲، ت: محمد فؤاد عبد الباقي،مطبعة مصطفى البابي- القاهرة، ط: ۱۳۹۷ هـ.

[۳] علل الترمذي الكبير: ماجاءالرجل ينام عن الوتر، ص:۸٤،رقم:۱۳۵، سيدصبيحي السامرائي، عالم الكتب-بيروت،ط: ۱٤۰۹ هـ.

[۴] الضعفاء والمتروكين: باب العين، ۱/ ۱۵۸، رقم:۳۷۷،ت: كمال يوسف الحوت، مؤسسة الكتب الثقافية- بيروت، ط: ۱٤۰۵ هـ.

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ "المجروحین"[1] میں عبد الرحمن بن زید بن اسلم کے بارے میں کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "كان ممن يقلب الأخبار وهو لا يعلم حتى كثر ذلك في روايته من رفع المراسيل وإسناد الموقوف فاستحق الترك".

وہ ان لوگوں میں سے تھے جو نادانستہ طور پر روایات کو خلط ملط کر دیا کرتے تھے حتی کہ ان کی روایات میں کثیر تعداد میں مراسیل کو مرفوع اور موقوف کو مسند کر دیا گیا ہے، چنانچہ یہ اس کا مستحق ہے کہ اسے متروک قرار دیا جائے۔

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "الضعفاء والمتروكين"[2] میں عبد الرحمن بن زید بن اسلم کے بارے میں سابقہ ذکر کردہ ائمہ کرام کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی "صحیح" میں عبد الرحمن بن زید کے متعلق فرماتے ہیں:

"عبد الرحمن بن زيد ليس هو ممن يحتج أهل التثبيت بحديثه لسوء حفظه للأسانيد، و هو رجل صناعته العبادة و التقشف و الموعظة و الزهد، ليس من أحلاس الحديث الذي يحفظ الأسانيد"[3].

عبد الرحمن بن زید ان لوگوں میں سے نہیں ہیں، جن کی روایات سے اہل علم میں پختہ کار لوگ استدلال کریں، کیونکہ وہ اسانید کو یاد رکھنے کے سلسلے

---

[1] المجروحين: باب العين، ۱/ ۳۱۲، ت: محمود ابراهيم زايد، دار المعرفة- بيروت، ط: ۱٤۱۲ هـ.

[2] الضعفاء والمتروكين: باب من اسمه عبدالرحمن، ۲/ ۹۵، رقم: ۱۸۷۱، ت: عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية -بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۰٦ هـ.

[3] صحيح ابن خزيمة: ذكر البيان أن الحجامة تفطر، ۳/ ۲۳۳، رقم: ۱۹۷۲، ت: محمد مصطفى أعظمي، المكتب الإسلامي- بيروت، ط: ۱٤۰۰ هـ.

میں سوء حفظ کا شکار ہیں، عبادت، ادنی حالت پر کفایت، نصیحت اور زہد ان کا مشغلہ ہے، وہ حدیث کا مستقل مشغلہ رکھنے والوں میں سے نہیں ہیں جو سندوں کو یاد رکھتے ہیں۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے زیرِ بحث روایت کو "صحیح الاسناد" قرار دیا ہے، لیکن آپ ہی نے سند میں موجود عبد الرحمن بن زید بن اسلم - جو اس روایت کو اپنے والد سے نقل کر رہا ہے - کے بارے میں "المدخل"[1] میں لکھتے ہیں:

"روى عن أبيه أحاديث موضوعة، لا يخفى على من تأملها من أهل الصنعة أن الحمل فيها عليه ".یہ اپنے والد کے انتساب سے موضوع احادیث روایت کرتے تھے، اہل فن میں سے غور کرنے والے پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ ان من گھڑت روایات کی ذمہ داری عبد الرحمن بن زید بن اسلم پر ہے۔

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے "تنزيه الشريعة" کے مقدمہ میں امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے[2]۔

اہم فائدہ:

حافظ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ (تاج الدین سبکی کے والد، المتوفی: ۷۵۶ھ) نے "شفاء السقام"[3] میں بسندِ حاکم عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے منقول اس سند، اور عنقریب آنے والی بسندِ حاکم عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کو نقل کرکے لکھا

---

[1] المدخل إلى الصحيح: ص: ١٥٤، رقم:٩٧، ت: ربيع هادي عمير المدخلي، مؤسسة الرسالة – بيروت،الطبعة الأولى: ١٤٠٤هـ.

[2] تنزيه الشريعة المرفوعة:حرف العين ، ١/ ٧٨،رقم: ١٤٤،ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الكتب العلمية—بيروت ، ط:١٤٠١هـ.

[3] شفاء السقام في زيارة خير الأنام:ص:٣٥٨،ت:حسين محمد علي شكوي،لم أجد المطبع ،ط:١٤٢٧هـ.

ہے: ”ونحن نقول: قد اعتمدنا في تصحيحه على الحاكم، وأيضا عبد الرحمن بن زيد بن أسلم لا يبلغ في الضعف إلى الحد الذي ادعاه“.

ہم نے اس روایت کو صحیح قرار دینے میں حاکم پر اعتماد کیا ہے، اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم اتنے ضعیف نہیں، جتنا کہ مدعی کا دعوی ہے۔

آپ دیکھ چکے ہیں کہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ ”مستدرک“ میں اس روایت کو ”صحیح الاسناد“ کہا ہے، لیکن امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ ہی فرماتے ہیں کہ یہ اپنے والد کے انتساب سے موضوع احادیث روایت کرتا تھا، اس لئے امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے اعتماد پر روایتِ ہذا کو صحیح کہنا محل نظر ہے، اور روایت بسندِ حاکم عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفصیلی تردید آگے آ رہی ہے، یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن عبد الہادی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الصارم المنكي“[1] میں حافظ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تردید کی ہے، اور

[1] الصارم المنكي: ص: ٣٦، دار الكتب العلمية– بيروت، ط: ١٤٠٥هـ.
علامہ ابن عبد الہادی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ملاحظہ ہو:

”وإني لأتعجب منه كيف قلد الحاكم فيما صححه من حديث عبد الرحمن بن زيد بن أسلم الذي رواه في التوسل، وفيه قول الله لآدم: لولا محمد ما خلقتك مع أنه حديث غير صحيح ولا ثابت، بل هو حديث ضعيف الإسناد جدا، وقد حكم عليه بعض الأئمة بالوضع، وليس إسناده من الحاكم إلى عبد الرحمن بن زيد بصحيح، بل هو مفتعل على عبد الرحمن كما سنبينه، ولو كان صحيحا إلى عبد الرحمن لكان ضعيفا غير محتج به، لأن عبد الرحمن في طريقه.

وقد أخطأ الحاكم في تصحيحه وتناقض تناقضا فاحشا كما عرف له ذلك في مواضع، فإنه قال في كتاب الضعفاء بعد أن ذكر عبد الرحمن منهم، وقال: ما حكيته عنه فيما تقدم أنه روى عن أبيه أحاديث موضوعة، لا يخفى على من تأملها من أهل الصنعة أن الحمل فيها عليه. قال في آخر هذا الكتاب: فهؤلاء الذين قدمت ذكرهم قد ظهر عندي جرحهم لأن الجرح لا يثبت إلا ببينة، فهم الذين أبين جرحهم لمن طالبني به، فإن الجرح لا أستحله تقليدا، والذي اختاره لطالب هذا الشأن أن لا يكتب حديث واحد من هؤلاء الذين سميتهم، فالراوي لحديثهم دخل في قوله صلى الله عليه وسلم: من حدث بحديث وهو يرى أنه كذب فهو أحد الكذابين.

هذا كله كلام أبي عبد الله صاحب المستدرك، وهو متضمن أن عبد الرحمن بن زيد قد ظهر له جرحه بالدليل، وأن الراوي لحديثه داخل في قوله صلى الله عليه وسلم: من حدث بحديث وهو يرى أنه كذب فهو أحد الكاذبين. ثم أنه رحمه الله لما جمع المستدرك على الشيخين ذكر فيه من الأحاديث الضعيفة

اس سند سے بھی روایت کو شدید ضعیف کہا ہے۔

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ "كتاب الضعفاء" میں فرماتے ہیں: "عبد الرحمن بن زيد بن أسلم حدث عن أبيه، لا شيء"[1]. عبد الرحمن بن زید بن اسلم اپنے والد سے روایت نقل کرتے ہیں اور ان کی کوئی حیثیت نہیں۔

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ ہی یہ بھی فرماتے ہیں: "روى عن أبيه أحاديث موضوعة"[2]. یہ اپنے والد کے انتساب سے من گھڑت روایت بیان کرتے تھے۔

واضح رہے کہ عبد الرحمن بن زید نے مذکورہ روایت اپنے والد زید بن اسلم سے نقل کی ہے۔

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ "الكامل في الضعفاء" میں عبد الرحمن بن زید بن اسلم کے ترجمہ میں ان سے منقول بعض روایت نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

والمنكرة بل والموضوعة جملة كثيرة، وروى فيه لجماعة من المجروحين الذين ذكرهم في كتابه في الضعفاء، وذكر أنه تبين له جرحهم، وقد أنكر عليه غير واحد من الأئمة هذا الفعل، وذكر بعضهم أنه حصل له تغير وغفلة في آخر عمره، فذلك وقع منه ما وقع، وليس ذلك ببعيد، ومن جملة ما خرجه في المستدرك حديث لعبد الرحمن بن زيد بن أسلم في التوسل، قال بعد روايته: هذا حديث صحيح الإسناد، وهو أول حديث ذكرته لعبد الرحمن بن زيد بن أسلم في هذا الكتاب. فانظر إلى ما وقع للحاكم في هذا الموضوع من الخطأ العظيم والناقص الفاحش".

[1] كتاب الضعفاء: باب العين، ١/ ١٠٢، رقم: ١٢٢، ت: فاروق حمادة، دار الثقافة – قاهره، الطبعة الأولى: ١٤٠٥هـ.

[2] تهذيب التهذيب: ٢/ ٥٠٨، من اسمه عبدالرحمن، ت: عادل مرشد، مؤسسة الرسالة – بيروت، ط: ١٤١٦هـ.

"عبد الرحمن بن زيد بن أسلم له أحاديث حسان، وقد روى عنه كما ذكرت يونس بن عبيد وسفيان بن عيينة حديثين، وروى معتمر عن آخر عنه، وهو ممن احتمله الناس، وصدقه بعضهم، وهو ممن يكتب حديثه"[1].

عبد الرحمن سے حسن درجے کی روایات بھی منقول ہیں، اور جیساکہ میں نے ذکر کیا ہے کہ ان سے یونس بن عبید اور سفیان بن عیینہ نے دو روایتیں نقل کی ہیں، اور معتمر ان سے ایک واسطہ سے روایت نقل کرتے ہیں، عبد الرحمن ایسے لوگوں میں سے ہیں جن سے محدثین رویات کا تحمل کرتے ہیں، بعض لوگوں نے ان کی توثیق بھی کی ہے، فی الجملہ وہ ایسے راویوں میں شمار ہوتے ہیں جن کی روایات کو لکھا جاتا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ "معرفة السنن والآثار"[2] میں عبد الرحمن بن زید سے مروی روایت ذکر کرنے کے بعد عبد الرحمن کے بارے میں فرماتے ہیں:

"... أن عبد الرحمن بن زيد بن أسلم ضعيف في الحديث، لا يحتج بما ينفرد به "۔ ... عبد الرحمن بن زید حدیث میں ضعیف ہے، جس روایت میں یہ متفرد ہوں اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "الكاشف" میں فرماتے ہیں: "ضعفوه"[1]. اور "ديوان الضعفاء" میں فرماتے ہیں: "ضعفه أحمد بن حنبل، والدارقطني. –

---

[1] الكامل في ضعفاء الرجال:من اسمه عبدالرحمن،٤/ ٢٧٣،ت: يحيى مختار غزاوي، دار الفكر– بيروت،ط:١٤٠٩ هـ.

[2] معرفة السنن والآثار: كتاب الصيام، باب القيء، ٦/ ٢٦٣، رقم: ٨٦٧٦، ت: عبدالله معطي أمين، دار قتيبة– بيروت،ط:١٤١٢ هـ.

ت، ق "[۲]. امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تضعیف کی ہے۔ یہ ترمذی و ابن ماجہ کے راویوں میں سے ہیں۔

واضح رہے کہ علام برہان الدین سبط ابن العجمی رحمۃ اللہ علیہ نے الکاشف کے حاشیہ میں عبد الرحمن بن زید سے منقول سنن ترمذی میں جو روایت ہے اسے ذکر کیا اور اس کے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

اہم نوٹ:

ان عبارتوں کے ساتھ ساتھ یہ اصل ملحوظ رہے کہ ہر شدید ضعیف راوی کی ہر ہر روایت کا مردود ہونا ضروری نہیں، بلکہ ائمہ حدیث بعض ایسے راویوں کی بعض روایات دیگر قرائن و شواہد کی وجہ سے بابِ فضائل میں قبول بھی کرلیتے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "تقریب التهذيب" میں فرماتے ہیں: "ضعیف من الثامنة"[۳]. یہ ضعیف ہیں اور آٹھویں طبقہ کے رواۃ ہیں۔

محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ "معرفة التذكرة"[۴] میں فرماتے ہیں: "هو ليس بشيء". وہ "لیس بشیء" (کلمہ جرح) ہے۔

روایت بطریق عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً کا خلاصہ اور حکم

زیرِ بحث روایت، بطریق عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) کو حافظ

---

[۱] الكاشف: ٦٢٨/١، رقم: ٣١٩٦، ت: محمد عوامة، دار القبلة للثقافة الإسلامية - جدة، ط: ١٤١٣ هـ.

[۲] ديوان الضعفاء: ص: ٢٤٢، رقم: ٢٤٤٦، ت: حماد بن محمد، مكتبة النهضة الحديثة - مكة المكرمة، ط: ١٣٨٧ هـ.

[۳] تقريب التهذيب: ص: ٣٤٠، رقم: ٣٨٦٥، ت: محمد عوامة، دار الرشيد - سوريا، ط: ١٤١١ هـ.

[۴] معرفة التذكرة: حرف الميم، ص: ٢٦، مير محمد كتب خانه - كراتشي.

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن عبد الہادی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (اکتفاءً علی قول الذہبی رحمۃ اللہ علیہ) اور علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے صاف لفظوں میں شدید ضعیف و من گھڑت کہا ہے، اس لیے یہ روایت اس سند سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب نہیں کی جاسکتی۔

طریق عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے متعلق ایک اہم تنبیہ

ائمہ رجال نے روایت ''مستدرک حاکم'' میں عبد الرحمن بن زید بن اسلم کو کلام کا مدار بنایا ہے، اس لئے ان کا تفصیلی ترجمہ لکھا گیا ہے، یہ واضح رہے کہ عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے بواسطہ اسماعیل بن مسلمہ اس روایت کو نقل کرنے والے عبد اللہ بن مسلم فہری ہیں، ان کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ملاحظہ فرمائیں۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ''میزان الاعتدال''[1] میں فرماتے ہیں:

''عبد الله بن مسلم أبو الحارث الفِهْرِي روى عن إسماعيل بن مسلمة بن قَعْنَب، عن عبد الرحمن بن يزيد بن أسلم [كذا في الأصل و الصحيح زيد] خبرا باطلا فيه: يا آدم لولا محمد ما خلقتك''.

عبد اللہ بن مسلم ابو حارث الفہری اسماعیل بن مسلمہ سے وہ عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے ایک باطل روایت نقل کرتا ہے جس میں ہے: ''اے آدم! اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا ''۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ''لسان المیزان''[2] میں عبد اللہ بن مسلم الفہری کے ترجمہ میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

---

[1] ميزان الاعتدال: باب العين، من اسمه عبدالرحمن، ۲/ ۵۰٤، رقم: ٤٦٠٤، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة — بيروت، ط: ١٤٠٦هـ.

[2] لسان الميزان: من اسمه عبدالله، ٥ /١٢، رقم: ٤٤٦٢، ت: عبدالفتاح أبوغدة، دارالبشائر الإسلامية — بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.

"قلت: لا أستبعد أن يكون هو الذي قبله فإنه من طبقته". میں کہتا ہوں کہ یہ بات بعید نہیں ہے کہ یہ شخص ما قبل والا ہی ہو، کیونکہ ان دونوں کا طبقہ ایک ہی ہے۔

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے "تنزيه الشريعة"[1] کے مقدمہ میں ابو حارث الفہری کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ قول لکھا ہے۔

طریق حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پیوستہ ایک ضمنی سند (طریق ابو الزناد عبد اللہ بن ذکوان)

ذیل میں اس روایت (روایتِ حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کے ضمن میں روایتِ ابو الزناد عبد اللہ بن ذکوان (موقوفاً) کی تحقیق بھی نقل کی جائے گی۔

اہم فائدہ

واضح رہے کہ سابقہ روایت (بطریق حضرت عمر رضی اللہ عنہ) اور درج ذیل روایت کے الفاظ قدرے مشترک ہیں، اگرچہ درج ذیل روایت میں مطلوبہ الفاظ (و لولا محمد ما خلقتك) نہیں ہیں۔

موقوف روایت (علی عبد اللہ بن ذکوان، متوفی: ۱۳۰ھ)

روایت کا مصدرِ اصلی

مذکورہ روایت کو موقوفاً علامہ آجرّی رحمۃ اللہ علیہ "الشريعة"[2] میں اس طرح نقل فرماتے ہیں:

"أنبأنا أبو أحمد هارون بن يوسف بن زياد التاجر، قال:

---

[1] تنزيه الشريعة المرفوعة: ۱/۷٦، ت: عبدالله الغماري، دار الكتب العلمية– بيروت، ط:۱٤۰۱هـ.

[2] الشريعة للآجري: ذكر متى وجبت النبوة للنبي صلى الله عليه وسلم، ۳/٤۳، رقم:۹۳۸، ت: عبد الله الدميجي، دار الوطن –الرياض، ط:۱٤۲۰هـ.

حدثنا أبو مروان العثماني[محمدبن عثمان بن خالد]، قال: حدثني أبي عثمان بن خالد، عن عبد الرحمن بن أبي الزِناد، عن أبيه [عبدالله بن ذكوان أبوالزناد] قال: من الكلمات التي تاب الله بها على آدم عليه السلام قال: اللهم إني أسألك بحق محمد صلى الله عليه وسلم عليك، قال الله عز وجل: يا آدم! وما يدريك بمحمد ؟ قال: يا رب ! رفعت رأسي، فرأيت مكتوبا على عرشك: لا إله إلا الله محمد رسول الله، فعلمت أنه أكرم خلقك عليك".

ترجمہ: عبد الرحمن بن ابو الزناد اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں ان کے والد فرماتے ہیں: وہ کلمات جن کے ذریعے اللہ رب العزت نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی، یہ ہیں: آدم علیہ السلام نے کہا اے اللہ! میں آپ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے کہا: اے آدم! آپ نے محمد کو کیسے جانا؟ آدم علیہ السلام نے کہا: اے رب! جب میں نے اپنا سر اٹھایا تو عرش پر لکھا ہوا دیکھا: "لا إله إلا الله محمد رسول الله". تو میں نے جان لیا کہ بے شک وہ آپ کی معزز ترین مخلوق ہے۔

روایت پر ائمہ کا کلام

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت مذکور کو "مجموع الفتاوی"[1] میں موضوع روایات کے تحت ذکر کیا ہے، مذکورہ روایت اور اس کے ہم معنی دیگر روایات پر کلام کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"مثل هذا لا يجوز أن تبنى عليه الشريعة ولا يحتج به في الدين باتفاق المسلمين، فإن هذا من جنس الإسرائيليات ونحوها

[1] مجموع الفتاوى: فصل في الوسيلة، ١/ ١٨٢ – ١٨٥، عامر الجزار، دارالوفاء – بيروت، ط: ١٤٢٦هـ.

التي لا تعلم صحتها إلا بنقل ثابت عن النبي صلى الله عليه وسلم ...".

ان جیسی روایات پر شریعت کی بنیاد رکھنا جائز نہیں ہے، اور اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ اس جیسی روایت کو دین میں دلیل نہیں بناسکتے، کیونکہ یہ اسرائیلیات میں سے ہیں، یہ اور ان جیسی روایات کی صحت صرف اس صورت ہی میں معلوم ہو سکتی ہے کہ آپ ﷺ سے اس کا منقول ہونا ثابت ہو جائے..."۔

واضح رہے کہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سند ذکر نہیں کی، صرف ان جیسے الفاظ کی روایت نقل کی ہے، اس لئے ان کا کلام اس روایت کے تحت لکھا گیا ہے۔

ذیل میں، سند میں موجود راوی عثمان بن خالد کے بارے میں ائمہ کے اقوال لکھے جائیں گے، تاکہ حدیث کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

ابو عفان عثمان بن خالد بن عمر مدنی عثمانی اموی کے بارے میں ائمہ کا کلام

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ "التاريخ الأوسط"[1] میں فرماتے ہیں: "عنده مناكير".
اس کے پاس منکر روایات ہیں، اسی طرح "التاريخ الكبير"[2] میں لکھتے ہیں: "منكر الحديث". یہ منکر الحدیث ہے، (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ "منکر الحدیث" اکثر شدید جرح کے لئے استعمال فرماتے ہیں)۔

---

[1] التاريخ الأوسط: مابين عشرالي الثمانين، ٢/ ١٨٦، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة-بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

[2] التاريخ الكبير: باب من اسمه عثمان، ٦/ ٢٢٠، رقم: ٢٢٢٠، ت: محمد عبيد بن علي، دار الكتب العلمية-بيروت، ط: ١٤٠٧هـ.

حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

آپ موصوف کے بارے میں فرماتے ہیں: "منكر الحديث". (جرح)۔

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ "المجروحين"[1] میں عثمان بن خالد کے متعلق فرماتے ہیں:

"كان ممن يروي المقلوبات عن الثقات، ويروي عن الأثبات أسانيد ليس من رواياتهم، كأنه كان يقلب الأسانيد، لا يحل الاحتجاج بخبره".

یہ ان لوگوں میں سے تھا جو ثقہ راویوں سے مقلوب روایات کو نقل کرتے تھے، اور ثقہ راویوں کی روایات ایسی سندوں سے نقل کیا کرتے تھے جو ان کی روایات نہیں ہوا کرتی تھیں، گویا کہ یہ سندوں کو قلب کر دیا کرتا تھا، اس کی روایت سے احتجاج جائز نہیں ہے۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے عثمان بن خالد کے متعلق "الضعفاء والمتروكين"[2] میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ليس بثقة"[3] (جرح)۔

---

[1] المجروحين: باب العين، ٢/ ١٠٢، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة- بيروت، ط: ١٤١٢ هـ.

[2] الضعفاء والمتروكين: من اسمه عثمان، ٢/ ١٦٧، رقم: ٢٢٦٠، ت: عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٦ هـ.

[3] المغني في الضعفاء: حرف العين، ١/ ٦٠١، رقم: ٤٠١٥، ت: نورالدين عتر، دار إحياء التراث العربي- بيروت، ط: ١٩٨٧م.

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ ”الکامل“[۱] میں عثمان بن خالد کے بارے میں فرماتے ہیں: ”ولعثمان غير ما ذكرت وكلها غير محفوظة“. عثمان کی مذکورہ (سابقہ) روایات کے علاوہ دیگر احادیث بھی ہیں، اور وہ تمام کی تمام غیر محفوظ ہیں ۔

امام حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابو عبد اللہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ ”المدخل“[۲] میں عثمان بن خالد کے متعلق فرماتے ہیں:

”عثمان بن خالد بن عمر ... روى عن مالك وعيسى بن يونس وغيرهما أحاديث موضوعة“. عثمان نے مالک اور عیسی بن یونس وغیرہ سے من گھڑت روایات نقل کی ہیں۔

حافظ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ ”المؤتلف والمختلف“میں فرماتے ہیں: ”ضعیف الحدیث“[۳].

حافظ صالح جزرہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ سبط ابن العجمی رحمۃ اللہ علیہ محمد بن عثمان بن خالد ابو مروان عثمانی کے ترجمہ میں ابو مروان عثمان کے والد عثمان بن خالد کے متعلق صالح جزرہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اس طرح لکھتے ہیں:

---

[۱] الكامل في ضعفاء الرجال: من اسمه عثمان ،٥/ ١٧٥، رقم:١٣٣٥، ت: يحيى مختار غزاوي، دار الفكر–بيروت، الطبعة الثالثة: ١٤٠٤ هـ.

[۲] المدخل: ص:١٦٦ ،رقم:١١٩، ت: ربيع هادي عمير المدخلي، مؤسسة الرسالة – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٤ هـ.

[۳] المؤتلف والمختلف: باب أبوعفان، ٣/ ١٥٣١، ت: موفق بن عبد الله بن عبد القادر، دار الغرب الإسلامي– بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٦هـ.

”قال صالح جزَرَة: ثقة صدوق، والمناكير التي من قبل أبيه، لا منه فأبوه متروك متهم كما قال المصنف في الميزان ...“[1]. صالح جزرہ نے کہا: (محمد بن عثمان) ثقہ اور صدوق ہے اور منکر روایات ان کے والد کی طرف سے ہیں نہ کہ محمد بن عثمان کی طرف سے، ان کے والد (عثمان بن خالد ابومروان عثمانی) متروک اور متہم ہے، جیساکہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ”میزان“ میں کہا ہے ...“۔

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ ”کتاب الضعفاء“[2] میں عثمان بن خالد کے بارے میں لکھتے ہیں:

”عثمان بن خالد بن عمر عن مالك وعيسى وغيرهما أحاديث موضوعة لا شيء“. عثمان بن خالد نے مالک اور عیسی وغیرہ سے من گھڑت روایات نقل کی ہیں، اور وہ (عثمان) لاشیء (جرح) ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الکاشف“[3] میں عثمان کے متعلق سابقہ ذکر کردہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو ذکر کیا ہے اور ”المقتنى في سرد الكنى“[4] میں موصوف کے بارے میں فرماتے ہیں: ”واہٍ“. (شدید جرح)۔

حافظ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے ”مجمع الزوائد“[5] میں ایک مقام پر موصوف

---

[1] الكاشف: ۲/ ۱۹۹، رقم: ۵۰۴۰، ت: محمد عوامة، دار القبلة للثقافة الإسلامية- جده، ط: ۱۴۱۳ هـ.
[2] كتاب الضعفاء: باب العين، ۱/ ۱۱۵، رقم: ۱۵۷، ت: فاروق حمادة، دار الثقافة - قاهره، الطبعة الأولى: ۱۴۰۵ هـ.
[3] الكاشف: ۲/۶، رقم: ۳۶۹۲، ت: محمد عوامة، دار القبلة للثقافة الإسلامية- جده، ط: ۱۴۱۳ هـ.
[4] المقتنى في سرد الكنى: حرف العين، ۱/ ۴۰۱، رقم: ۴۲۲۲، ت: محمد صالح عبد العزيز، الجامعة الإسلامية- مدينة، ط: ۱۴۰۸ هـ.
[5] مجمع الزوائد: باب هجرته (عثمان) رضي الله عنه، ۸/ ۳۸۷، رقم: ۱۴۴۹۹، ت: عبدالله محمد درويش، دار

کو ”متروك“.(شدید جرح) کہا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ موصوف کے بارے میں ”تقریب التہذیب“[1] میں فرماتے ہیں: ”متروك الحديث“. کہا ہے۔

اہم نوٹ:

واضح رہے کہ عثمان بن خالد کی ”سنن ابن ماجہ“ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب پر مشتمل دو روایات ہیں، یہ بات مقدمہ میں لکھی گئی ہے کہ ائمہ کرام کے نزدیک کسی راوی کا، قطع نظر کسی خاص روایت کے، شدید ضعیف ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ ایسے ہر راوی کی روایت ہر جگہ شدید ضعیف ہوگی، بعض قرائن کی تائید کی صورت میں بعض ایسے راویوں کی روایت، ضعفِ شدید سے خارج ہو سکتی ہے۔

ائمہ رجال کے کلام کا خلاصہ اور روایت مذکورہ بسند ابوالزناد عبد اللہ بن ذکوان کا حکم

عثمان بن خالد کے بارے میں ائمہ رجال کا کلام آپ کے سامنے تفصیل سے آچکا ہے، جن کے بارے میں بعض ائمہ نے جرح کے شدید صیغے استعمال کیے ہیں، مکرر ملاحظہ ہوں:

منکر الحدیث (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ”منکر الحدیث“ اکثر شدید جرح کے لئے استعمال فرماتے ہیں)

منکر الحدیث (حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ)

ليس بثقة . (امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ)

الفكر—بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

[1] تقريب التهذيب: ص: ٣٨٣، رقم: ٤٤٦٤، ت: محمد عوامة، دار الرشد – سوريا، ط:١٤٠٦هـ.

عثمان، مالک اور عیسی بن یونس وغیرہ سے من گھڑت روایات نقل کرتے ہیں (امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ)

"واہٍ". (حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ)

متروک (حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ)

اس تمام تر تفصیل سے معلوم ہوا کہ زیرِ بحث روایت، اس سند سے بھی شدید ضعیف ہے۔

روایتِ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول)

روایت کا مصدرِ اصلی

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت کو "تاریخ دمشق"[1] میں تخریج کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"أخبرنا أبو يعقوب يوسف بن أيوب بن يوسف بن الحسين بن وَهْرَة الهَمَذَاني – بمرو – نا السيد أبو المعالي محمد بن محمد بن زيد الحسيني – إملاء بأصبهان – .

ح وأخبرنا أبو محمد بن طاوس، أنا أبو القاسم بن أبي العلاء، قالا: أنا أبو القاسم عبد الرحمن بن عبيد الله بن عبد الله السِمْسَار، أنا حمزة بن محمد الدِهْقَان، نا محمد بن عيسى بن حبان المدائني، نا محمد بن الصَبَّاح، أنا علي بن الحسين الكوفي، عن إبراهيم بن اليَسَع، عن أبي العباس الضَرِير، عن الخليل بن مُرَّة، عن يحيى.... [كذافي الأصل]، عن زاذان [أبوعبد الله الكندي] عن سلمان قال:

---

[1] تاريخ دمشق:باب ذكرعروجه إلي السماء، ۳/ ۵۱۷، ت: عمربن غرامة، دارالفكر – بيروت، ط: ١٤١٥هـ.

حضرت النبي صلى الله عليه وسلم ذات يوم، فإذا أعرابي جاء في راحل بدوي قد وقف علينا، فسلم فرددنا عليه، فقال: يا قوم! أيكم محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم ؟ فقال النبي صلى الله عليه وسلم: أنا محمد رسول الله، فقال الأعرابي: إني والله قد آمنت بك قبل أن أراك، وأحببتك قبل أن ألقاك، وصدقتك قبل أن أرى وجهك ولكن- وقال يوسف ولكني- أريد أن أسألك عن خصال، فقال: "سل عما بدا لك" فقال: فداك أبي وأمي، أليس الله جل وعز كلم موسى؟ قال: بلى. قال: وخلق عيسى من روح القدس؟ قال: بلى. قال: واتخذ إبراهيم خليلا واصطفى آدم؟ قال: بلى. قال: بأبي أنت وأمي، أيش أعطيت من الفضل؟ فأطرق النبي صلى الله عليه وسلم وهبط- وقال يوسف: فهبط- عليه جبريل، فقال: الله يقرئك السلام وهو يسألك عما هو أعلم به منك، الله يقول: يا حبيبي! لم أطرقت رأسك رُدَّ عَلَيَّ - وقال: ابن طاوس ارفع رأسك ورُدَّ على الأعرابي- زاد ابن طاوس: جوابه قالا: -وقال: أقول ماذا يا جبريل؟

قال: الله يقول: إن كنتُ اتخذتُ- وقال يوسف قد اتخذتُ - إبراهيم خليلا فقد اتخذتك من قبل حبيبا، وإن كنتُ كلمتُ - وقال يوسف: قد كلمت - موسى في الأرض فقد كلمتك- زاد ابن طاوس: وأنت وقالا: - معي في السماء، والسماء أفضل من الأرض، وإن كنتُ خلقتُ عيسى من روح القدس فقد خلقت اسمك من قبل أن أخلق الخلقَ بألفي سنة، ولقد وطئتَ في السماء موطأ لم يطأه أحد قبلك، ولا يطأه أحد بعدك، وإن كنتُ اصطفيتُ آدم، فبك ختمتُ الأنبياء، ولقد خلقت مائة ألف نبي وأربعة وعشرين ألف نبي ما خلقت خلقا

أكرم عليّ منك، ومن يكون أكرم عليّ- وقال ابن طاوس: عندي- منك، وقد أعطيتك الحوض والشفاعة والناقة والقضيب والميزان والوجه الأقمر والجمل الأحمر والتاج والهراوة والحجة والعمرة والقرآن وفضل شهر رمضان والشفاعة كلها لك حتى ظل عن شئ في القيامة على رأسك ممدود وتاج الحمد على رأسك معقود، ولقد قرنتُ اسمك مع اسمي فلا أُذْكَرُ في موضع حتى تُذكر معي.

ولقد خلقت الدنيا وأهلها لأعرّفهم كرامتك -وزاد يوسف: عَلَيَّ وقال: -ومنزلتك عندي ولولاك يا محمَّد ما خلقت الدنيا".

ترجمہ: .... (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے) بے شک میں نے دنیا اور اس کے بسنے والوں کو پیدا کیا تاکہ انہیں آپ کی پہچان کراؤں (سند کے ایک راوی یوسف نے لفظ "میرے نزدیک" کا اضافہ کیا ہے) اور فرمایا: تاکہ میرے نزدیک آپ کے اعزاز و مقام کو پہچان سکیں، اور اے محمد! آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

روایت کے متعلق ائمہ فن حدیث کا کلام

۱- حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت کے بارے میں "الموضوعات"[1] میں فرماتے ہیں:

"هذا حديث موضوع لا شك فيه، وفي إسناده مجهولون وضعفاء، والضعفاء أبو السُكَيْن وإبراهيم بن اليَسَع قال الدارقطني: أبو السكين ضعيف، وإبراهيم ويحيى البصري متروكان ....".

---

[1] كتاب الموضوعات: باب فضله على الأنبياء، ١/ ٢٨٨، ت: عبدالرحمن محمد عثمان، محمد عبد المحسن - مدينة المنورة، ط: ١٣٨٦ هـ.

"بلا شبہ یہ حدیث موضوع ہے، اور اس کی سند میں مجہول اور ضعفاء ہیں، ابو سکین اور ابراہیم بن یسع ضعفاء ہیں، دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابو سکین ضعیف ہے، ابراہیم اور یحیی بصری متروک ہیں .... "۔

۲- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے متعلق "تلخیص الموضوعات"[۱] میں فرماتے ہیں:

"قال ابن الجوزي: موضوع بلا شك، ويحيى البصري تَالِف كذاب، والسند ظلمة". ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بلاشبہ یہ روایت موضوع ہے، یحی بصری تالف (شدید جرح) کذاب ہے، اور اس کی سند تاریک ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "اللآ لي المصنوعة"[۲] میں زیرِ بحث روایت بسندِ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

۳- علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ "تنزيه الشريعة"[۳] میں لکھتے ہیں:

"(ابن الجوزي) من طريق يحيى البصري، وفيه أيضا مجهولون وضعفاء". (مذکورہ روایت کو) ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے یحیی بصری کے طریق سے نقل کیا ہے، اور اس میں مجہول اور ضعیف راوی ہیں۔

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، یحیی بصری کے بارے میں وضاعین و متہمین کی فہرست میں لکھتے ہیں:

---

[۱] تلخیص كتاب الموضوعات: ص:۳۷، رقم:۱۹۵، ت: ياسر بن إبراهيم، دار الرشد - الرياض، ط:۱٤۱۹هـ.

[۲] اللآلي المصنوعة: كتاب الفضائل، ص: ۲٤۹، دار الكتب العلمية- بيروت، ط: ۱٤۱۷ هـ.

[۳] تنزيه الشريعة المرفوعة: كتاب المناقب، الفصل الأول، ۱/ ۳۲٤، رقم: ٦، ت: عبد الله الغماري، دار الكتب العلمية- بيروت، ط:۱٤۰۱هـ.

"يحيى بن ميمون أبو الوليد البصري التمار، اتهمه ابن عدي".

یحی بن میمون ابو ولید بصری تمار، ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے متہم قرار دیا ہے۔

۴- علامہ محمد بن خلیل بن ابراہیم المشیشی الطرابلسی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے "اللؤلؤ المرصوع فيما لا أصل له أو بأصله موضوع"[1] میں مذکورہ روایت کو موضوع روایات میں شمار فرمایا ہے۔

پہلے گزر چکا ہے کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سند میں مذکور یحیی البصری کو متہم قرار دیتے ہوئے ان پر کلام فرمایا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یحیی البصری کے بارے میں دیگر ائمہ کے اقوال کو بھی نقل کر دیا جائے، تاکہ روایت کا حکم معلوم ہو سکے۔

یحی بصری پر ائمہ رجال کا کلام

ان کا پورا نام "ابو ایوب یحیی بن میمون بن عطاء البصری التمار (المتوفی: ۱۹۰ھ)" ہے۔

امام عمرو بن علی الفلاّس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"كتبت عنه وكان كذابا، حدث عن علي بن زيد بأحاديث موضوعة، روى عن عاصم الأحول أحاديث منكرة"[2]. میں نے اس سے روایات لکھی ہیں اور یہ جھوٹا تھا، علی بن زید کے انتساب سے موضوع روایات اور عاصم احول کے انتساب سے منکر روایات بیان کرتا تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ فلاّس رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفاء کیا ہے[3]۔

---

[1] اللؤلؤ المرصوع: ص: ١٥٤، رقم:٤٥٣، ت: فواز أحمد زمرلي،دار البشائر الإسلامية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤١٥هـ.

[2] الجرح والتعديل: باب من اسمه يحيى ٩/ ١٨٨، رقم:٧٨٥ ، دار الكتب العلمية– بيروت، الطبعة الأولى: ١٣٧٢هـ.

[3] التاريخ الأوسط: عشر إلى تسعين ومائة، ص:٢/ ٢٣٦،ت: محمد إبراهيم زايد، دار المعرفة –

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ليس بشيء، خرقنا حديثه، كان يلقن الأحاديث"[1]. یہ "ليس بشيء"(جرح)ہے، اس کی حدیثوں کو ہم نے پھاڑ دیا، ان کو احادیث کی "تلقین"(اصطلاح) کی جاتی تھی۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ (یہ قول آرہا ہے) کے کلام پر اکتفاء کیا ہے[2]۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "منكر الحديث"[3]. (جرح)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ليس بثقة ولا مأمون"[4]. (جرح)

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قدم بغداد سنة تسعين ومائة وحدثهم بها، فعند أهل العراق منه العجائب التي يرويها مما لم يتابع عليها حتى إذا سمعها مَنْ الحديثُ صناعتُه لم يشك أنها معمولة، لا تحل الرواية عنه، ولا الاحتجاج به بحال"[5].

سن ایک سو نوے (۱۹۰) ہجری میں بغداد آیا، اور اہل بغداد کو روایات بیان کیں، اہل عراق اس سے ایسے عجائب نقل کرتے ہیں جن میں اس کی (یحیی بن میمون) کسی نے متابعت نہیں کی، صناعتِ حدیث سے شغف رکھنے والے شخص کو اس کے من گھڑت ہونے میں شک نہیں ہوتا، اس سے روایت کرنا اور اس

بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٦هـ.

[1] العلل ومعرفة الرجال: ٣/ ٣٠١، رقم: ٥٣٣٦، ت: وصي الله بن محمد عباس، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة الثانية: ١٤٢٢هـ.

[2] المغني في الضعفاء: حرف الياء، ٢/ ٤١٤، رقم: ٧٠٥٨، ت: نورالدين عتر، دار إحياء التراث العربي – بيروت، ط: ١٩٨٧م.

[3] الضعفاء والمتروكين: ٣/ ٢٠٣، رقم: ٣٧٥٧، ت: عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٦هـ.

[4] الضعفاء والمتروكين: ٣/ ٢٠٣، رقم: ٣٧٥٧، ت: عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٦هـ.

[5] المجروحين: باب الياء، ٣/ ١٢١، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة – بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

سے احتجاج کرنا کسی حال میں درست نہیں۔

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے یحیی بصری کو "ثقات"[1] میں بھی ذکر کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کے موصوف کو "مجروحین" و "ثقات" دونوں میں ذکر کرنے کی توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "فكأنه ظنه غيره وهو هو"[2]. ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اسے کوئی اور سمجھے ہوں گے، حالانکہ یہ وہی ہے (یعنی جسے وہ مجروحین میں نقل کر چکے ہیں)۔

حافظ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "متروك"[3]. (شدید جرح)

امام زکریا سَاجِی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كان يكذب، يحدث عن علي بن زيد أحاديث بواطيل"[4]. یہ جھوٹ بولا کرتا تھا، علی بن زید کے انتساب سے باطل روایات بیان کرتا تھا۔

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وليحيى بن ميمون غير ما ذكرت، وعامة ما يرويه ليس بمحفوظ"[5]. یحی بن میمون کی مذکورہ (سابقہ) روایات کے علاوہ احادیث بھی ہیں، اور ان کی مرویات عام طور پر محفوظ نہیں ہیں۔

حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "هو عندهم كذاب، حدث بأحاديث موضوعة عن علي بن زيد، وعن عاصم بأحاديث منكرة"[6]. محدثین کے

---

[1] كتاب الثقات: ٧/ ٦٠٣، دائرة المعارف- بحيدر آباد دكن.

[2] تهذيب التهذيب: ٣٩٤/٤، ت: إبراهيم الزيبق و عادل مرشد، مؤسسة الرسالة - بيروت.

[3] تاريخ بغداد: من اسمه يحيى، ١٦/ ١٨٩ رقم: ٧٤٠٩، ت: بشار عوّاد، دار الغرب الإسلامي -بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

[4] إكمال تهذيب الكمال: ١٢/ ٣٧١، رقم: ٥٢٠٨، ت: أبو عبد الرحمن عادل بن محمد، الفاروق الحديثة للطباعة والنشر- القاهرة، ط: ١٤٢٢هـ.

[5] الكامل في ضعفاء الرجال: من اسمه يحيى، ٧/ ٢٢٧، رقم: ٢١٢٤، ت: يحيى مختار غزاوي، دار الفكر- بيروت، الطبعة الثالثة: ١٤٠٤هـ.

[6] إكمال تهذيب الكمال: ١٢/ ٣٧١، رقم: ٥٢٠٨، ت: أبو عبد الرحمن عادل بن محمد، الفاروق الحديثة للطباعة والنشر- القاهرة، ط: ١٤٢٢هـ.

نزدیک یحیی بن میمون کذاب ہے، علی بن زید کے انتساب سے موضوع اور عاصم کے انتساب سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "متروك"[1]. (شدید جرح)

روایتِ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا حکم

آپ دیکھ چکے ہیں زیرِ بحث روایت بسندِ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ محمد بن خلیل مشیشی رحمۃ اللہ علیہ من گھڑت کہہ چکے ہیں، اس لئے یہ روایت اس سند سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا درست نہیں۔

روایتِ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما موقوفاً (صحابی رضی اللہ عنہ کا قول)

یہ دو سندوں سے مروی ہے:

① سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے ② عبد الصمد بن علی کی سند سے

۱- روایتِ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ موقوفاً بطریق سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ

روایت کا مصدر

اس روایت کو امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری "مستدرك"[2] میں تخریج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حدثنا علي بن حمشاد العَدْل إملاء، ثنا هارون بن العباس الهاشمي، ثنا جَنْدَل بن والق، ثنا عمرو بن أوس الأنصاري، ثنا سعيد بن أبي عروبة، عن قتادة، عن سعيد بن المسيب، عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: أوحى الله إلى عيسى عليه السلام: ياعيسى! آمِنْ بمحمد

---

[1] تقريب التهذيب: ص:۵۹۷، رقم:۷۶۵۸، ت: محمد عوامة، دار الرشد – سوريا، ط:١٤٠٦هـ.

[2] المستدرك على الصحيحين: كتاب التاريخ، استغفار آدم، ٢/ ٦١٥، ت: يوسف عبدالرحمن المرعشلي، دار المعرفة—بيروت، ط:١٤٠٦هـ.

وأمُرمَنْ أدركه من أمتك أن يؤمنوا به، فلولامحمد ماخلقت آدم، ولولا محمد ماخلقت الجنة ولا النار، ولقدخلقت العرش على الماء فاضطرب فكتبت عليه: لاإله إلاالله محمدرسول الله، فسكن."هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه".

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے عیسی علیہ السلام پر وحی نازل کی اے عیسی! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور تمہاری امت میں سے جو انہیں پائے اسے حکم دو کہ وہ بھی ان پر ایمان لائے، کیونکہ اگر محمد نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا، اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ جنت کو پیدا کرتا نہ آگ کو، جب میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو وہ ہلنے لگا، میں نے اس پر "لا إله إلا الله محمد رسول الله". لکھا تو وہ ٹھہر گیا۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، لیکن شیخین (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ و مسلم رحمۃ اللہ علیہ) نے اس کی تخریج نہیں کی۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۱- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تلخيص المستدرك"[۱] میں اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں: "أظنه موضوعا على سعيد". میرا گمان ہے کہ یہ روایت سعید) بن ابو عروبہ (پر گھڑی گئی ہے۔

اسی طرح "ميزان الاعتدال"[۲] میں عمرو بن اوس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

"أخرجه الحاكم في مستدركه، وأظنه موضوعا من طريق جَنْدَل

---

[۱] المستدرك على الصحيحين: كتاب التاريخ، استغفارآدم، ۲/ ۶۱۵، ت:يوسف عبدالرحمن المرعشلي، دار المعرفة—بيروت، ط:۱۴۰۶هـ.

[۲] ميزان الاعتدال: باب العين، من اسمه عمرو، ۳/ ۲۴۶، رقم:۶۳۳۰، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة—بيروت، ط: ۱۴۰۶هـ.

بن والق .... أوحى الله إلى عيسى آمن بمحمد،فلولاه ماخلقت آدم ولا الجنة ولاالنار".

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "مستدرک"میں ان کی روایت کی تخریج کی ہے، اور میرا گمان ہے کہ وہ موضوع ہے، جندل بن والق کے طریق سے .... کہ اللہ تعالی نے عیسی علیہ السلام پر وحی نازل کی اے عیسی! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ، اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا، اور نہ ہی جنت ودوزخ کو بناتا۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "لسان الميزان"[1] میں مذکورہ روایت کے متعلق حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

۲- علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ "الآثارالمرفوعة"[2] میں (قطع نظر کسی خاص سند کے) مذکورہ روایت کو موضوع روایات کے تحت ذکر کرتے ہیں، آپ لکھتے ہیں:

"قلت: نظير أول ما خلق الله نوري من عدم ثبوته لفظًا ووروده معنًى ما اشتهر على لسان القصاص والعوام والخواص من حديث لولاك لما خلقت الأفلاك".

میں یہ کہتا ہوں: حدیث "لولاك لما خلقت الأفلاك" لفظاً ثابت نہ ہونے میں اوراس کے معنی کا قصہ گو، عوام وخواص کی زبان پر وارد ہونے میں حدیث: "أول ما خلق الله نوري"کی نظیر ہے۔ آگے "مستدرک "کی مذکورہ بالا روایت کو نقل فرماکر اس کے متعلق حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

---

[1] لسان الميزان: من اسمه عمرو، ٦/ ١٨٩، رقم:٥٧٧٨، ت:عبدالفتاح أبوغدة، دارالبشائرالإسلامية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.

[2] الآثارالمرفوعة : ذكربعض القصص المشهورة، ص:٤٤، ت: محمدالسعيد بن بيسيوني زغلول، دار الكتب العلمية–بيروت، ط: ١٣٧هـ

حدیث کا مقام سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ سند میں موجود عمرو بن اوس کا ترجمہ تفصیل سے لکھا جائے۔

عمرو بن اوس کے متعلق ائمہ رجال کے اقوال

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "میزان الاعتدال" میں عمرو بن اوس کے متعلق فرماتے ہیں:

"يجهل حاله وأتى بخبرمنكر، أخرجه الحاكم في مستدركه وأظنه موضوعا من طريق جَنْدَل بن والق"[1]. اس کا حال مجہول ہے، اور یہ ایک منکر روایت لیکر آیا ہے، جسے حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے "مستدرک" میں تخریج کیا ہے، اور میرا گمان ہے کہ یہ روایت من گھڑت ہے، جَنْدَل بن والق کی سند سے۔

اس کے بعد حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "مستدرک" کی سابقہ ذکر کردہ روایت سند کے ساتھ ذکر کی۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "لسان المیزان"[2] میں عمرو بن اوس کے متعلق حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

ائمہ حدیث کے کلام کا خلاصہ اور روایتِ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بطریق سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا حکم

آپ جان چکے ہیں کہ زیرِ بحث روایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بطریق سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ موقوفاً کو حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (اکتفاءً)

---

[1] ميزان الاعتدال: باب العين، من اسمه عمرو، ٣/ ٢٤٦، رقم: ٦٣٣٠، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة- بيروت، ط: ١٤٠٦هـ.

[2] لسان الميزان: من اسمه عمرو، ٦/ ١٨٩، رقم: ٥٧٧٨، ت: عبدالفتاح أبوغدة، دارالبشائر الإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.

اور علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوع کہا ہے، اس لیے یہ روایت مذکورہ سند سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

اہم فائدہ

مذکورہ بالا روایت کو حافظ ابو شیخ ابن حیان انصاری اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے "طبقات المحدثين بأصفهان"[1] میں اس سند سے تخریج کیا ہے: "حدثنا أبو علي بن إبراهيم، قال: ثنا همام، قال: ثنا جَنْدَل بن والق، قال: ثنا محمد بن عمر المحاربي، عن سعيد بن أوس الأنصاري، عن سعيد بن أبي عروبة ......".

"مستدرک" کی سابقہ سند میں عمرو بن اوس انصاری، سعید بن ابو عروبہ سے نقل کرنے والے ہیں، اور "طبقات المحدثين بأصفهان" میں سعید بن اوس نے سعید بن ابو عروبہ سے روایت نقل کرنے میں عمرو بن اوس انصاری کی متابعت کی ہے، یعنی یہی روایت سعید بن اوس نے سعید بن ابو عروبہ سے نقل کی ہے، نیز "طبقات المحدثين بأصفهان" میں سعید بن اوس سے یہ روایت محمد بن عمر المحاربی نے اور محمد بن عمر المحاربی سے جَنْدَل بن والق نے نقل کی ہے، جبکہ "مستدرک" کی سند میں عمرو بن اوس انصاری سے جَنْدَل بن والق نے روایت نقل کی ہے، واضح رہے کہ تلاش بسیار کے باوجود سند میں موجود راوی محمد بن عمر المحاربی کا ترجمہ نہیں مل سکا۔

حاصل یہ ہے کہ "طبقات المحدثين بأصفهان" کی سند میں موجود راوی سعید بن اوس (جس نے مستدرک کی سند میں موجود راوی عمرو بن اوس کی متابعت کی ہے) اگرچہ معتبر راوی ہے، لیکن اس سند میں موجود راوی محمد بن عمر محاربی (جو سعید بن اوس سے روایت نقل کرنے والا ہے) کا ترجمہ کتبِ رجال میں نہیں ملتا، اور مذکورہ روایت کو بسندِ ابن عباس رضی اللہ عنہ موقوفاً حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ

---

[1] طبقات المحدثين بأصبهان: ٣/ ٢٦٢، رقم: ٢٨٧، ت: عبد الغفور حسين البلوشي، مؤسسة الرسالة- بيروت، الطبعة الثانية: ١٤١٢ هـ.

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (اکتفاءً) اور علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ من گھڑت کہہ چکے ہیں، اس لیے ”طبقات المحدثين بأصفهان“ کی سند میں موجود مجہول راوی محمد بن عمر محاربی کی موجودگی متن حدیث کو وضع کے حکم سے نکالنے میں قاصر ہے، چنانچہ اس سند میں بھی حدیث کا سابقہ حکم یعنی من گھڑت ہونا برقرار ہے۔

یہاں تک روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما موقوفاً کی ایک سند مکمل ہوئی، اب دوسری سند ملاحظہ ہو۔

۲- روایتِ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما موقوفاً بسند عبد الصمد بن علی

روایت کا مصدرِ اصلی

حافظ شہر دار بن شیرویہ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت کو اپنی کتاب ”مسند الفردوس“[1] میں اس طرح سے ذکر فرماتے ہیں:

”عبيد الله بن موسى القرشي، حدثنا الفضيل بن جعفر بن سليمان، عن عبد الصمد بن علي بن عبد الله بن عباس، عن أبيه، عن ابن عباس: يقول الله عز وجل: وعزتي وجلالي، لولاك ما خلقت الجنة، ولولاك ما خلقت الدنيا“[2].

ترجمہ: اللہ رب العزت نے فرمایا: میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! اگر آپ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو نہ میں جنت کو پیدا کرتا نہ دنیا کو۔

چند اہم فوائد

① واضح رہے کہ درج بالا عبارت سے روایت کا جزماً مرفوع ہونا معلوم نہیں ہو رہا، البتہ علامہ عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ”لولاک“ پر مشتمل روایات نقل

---

[1] ”الفردوس بماثور الخطاب“ کی مسند ”مسند فردوس“ فی الحال میسر نہیں ہے، جس کی بنا پر مذکورہ روایت کی سند کو ثانوی درجے کے مرجع ”السلسلة الضعيفة“ سے نقل کیا جا رہا ہے۔

[2] سلسلة الأحاديث الضعيفة: ١/ ٤٥١ رقم:٢٨٢، مؤلف: محمد ناصر الدين الألباني، دار المعارف- الرياض، ط:١٤١٢هـ.

کیں، جن میں دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً نقل کی ہے (اس کا ذکر آرہا ہے)۔

② زیرِ بحث روایت "موجبات الجنة لابن الفاخر"[1] میں بھی تخریج کی گئی ہے، جس میں عبداللہ بن محمد بن سلیمان ہاشمی عباسی نے، فضیل بن جعفر سے روایت نقل کرنے میں عبید اللہ بن موسی القرشی کی متابعت کی ہے، یعنی یہی روایت عبداللہ بن محمد الہاشمی نے فضیل بن جعفر سے نقل کی ہے، نیز "موجبات الجنة" میں سند میں موجود راوی "فضيل بن جعفر" کی جگہ "فضل بن جعفر" لکھا ہے، واللہ اعلم۔

یہ بھی واضح رہے کہ "موجبات الجنة" میں یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً ہے۔

مذکورہ روایت پر ائمہ فن حدیث کا کلام

عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ "الآثار المرفوعة"[2] میں (قطع نظر کسی خاص سند کے) مذکورہ روایت کو موضوع روایات کے تحت ذکر کرتے ہیں، آپ لکھتے ہیں:

"قلت: نظير أول ما خلق الله نوري من عدم ثبوته لفظًا وورده معنًى ما اشتهر على لسان القصاص والعوام والخواص من حديث لولاك لما خلقت الأفلاك".

میں یہ کہتا ہوں: حدیث: "لولاك لما خلقت الأفلاك" لفظاً ثابت نہ

---

[1] موجبات الجنة لابن الفاخر: الجنة خلقت لنبينا ﷺ، ١/ ٢٨٢، رقم: ٤٢٣، ت: ناصر دمياطي، مكتبة عباد الرحمن – مصر، ط: ١٤٢٣هـ.

[2] الآثار المرفوعة: ذكر بعض القصص المشهورة، ص: ٤٤، ت: محمد السعيد بن بسيوني زغلول، دار الكتب العلمية – بيروت، ط: ١٣٧١هـ.

ہونے میں اوراس کے معنی کا قصہ گو، عوام وخواص کی زبان پر وارد ہونے میں حدیث "أول ما خلق الله نوري" کی نظیر ہے۔

اس کلام کے بعد علامہ عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث "لولاک" پر مشتمل روایات نقل کیں، جن میں بحوالہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً کا ذکر بھی ہے۔

علامہ محمد بن خلیل المشیشی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ محمد بن خلیل المشیشی رحمۃ اللہ علیہ "اللؤلؤ المرصوع فيما لا أصل له أو بأصله موضوع"[1] میں مذکورہ روایت کو موضوع روایات میں شمار فرمایا ہے۔ (واضح رہے کہ "اللؤلؤ المرصوع" میں دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ ذکر نہیں کیا، اگرچہ روایت کے الفاظ یہی ہیں)۔

ذیل میں سند کے راویوں کے احوال لکھے جائیں گے، تاکہ روایت کا فنی مقام سمجھنے میں آسانی ہو۔

عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ (المتوفی ۱۸۵ھ) کے متعلق ائمہ رجال کے اقوال

حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ، عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ کے بارے میں "الضعفاء الكبير"[2] میں فرماتے ہیں: "حديثه غير محفوظ ولا يعرف إلا به ...". اس کی حدیث غیر محفوظ ہیں، اور یہ (ذیلی روایت) صرف اس عبد الصمد سے جانی گئی ہے..."۔

---

[1] اللؤلؤ المرصوع: ص: ١٥٤، رقم:٤٥٣، ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤١٥هـ.

[2] الضعفاء الكبير: باب عبدالصمد،٣/ ٨٤،رقم ١٠٥٣، ت: عبد المعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية –بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨هـ.

اس کے بعد حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے عبد الصمد بن علی کی روایت: ”أکرموا الشھود“ کی تخریج کی، جس میں یہ بھی لکھا ہے ابن ابی مَسَرّہ مکی کہتے ہیں کہ عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ، مکہ میں ہمارے امیر تھے۔

موصوف کا ترجمہ حافظ ابن ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کی ”الجرح والتعدیل“[1] میں بلا جرح وتعدیل منقول ہے۔

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ”تاریخ الإسلام“[2] میں حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ کے متعلق نقل فرماتے ہیں: ”قد ضعفوہ“[3] (جرح).

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ”تاریخ دمشق“[4] میں عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ کے بارے میں حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ”العلل المتناھیة“[5] میں عبد الصمد کے بارے میں خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

---

[1] الجرح والتعدیل: باب من اسمه عبدالصمد، ٦/ ٥٠، رقم: ٢٦٦، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٣٧٢هـ.

[2] تاريخ الإسلام: ١٢/ ٢٧٢، ت: عمر عبد السلام، دار الكتاب العربي – بيروت، ط: ١٤٠٧هـ.

[3] العلل المتناهية: ٢/ ٧٢٠، رقم: ١٢٦٧، ت: خليل الميس، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٣هـ.

[4] تاريخ دمشق: عبدالصمد بن علي، ٣٦ / ٢٤٢، رقم الترجمة: ٤٠٧٨، ت: عمربن غرامة، دارالفكر – بيروت، ط: ١٤١٦هـ.

[5] العلل المتناهية: ٢/ ٧٢٠، رقم: ١٢٦٧، ت: خليل الميس، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٣هـ.

حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ نور الدین علی بن ابو بکر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ "مجمع الزوائد"[1] میں روایت: " للمملوك على سيده ثلاث خصال". کے تحت فرماتے ہیں:

"رواه الطبراني في الصغير، وفيه من لم أعرفهم، وعبد الصمد بن علي ضعيف". امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "معجم الصغیر" میں اس روایت کو نقل کیا ہے، اور فرمایا کہ اس میں ایسے راوی ہیں جنہیں میں نہیں پہچانتا اور عبد الصمد بن علی ضعیف ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "ميزان الاعتدال" میں عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ عن ابیہ سے منقول روایت: "أكرموا الشهود" نقل کر کے لکھتے ہیں:

"وهذا منكر وما عبد الصمد بحجة، ولعل الحفاظ إنما سكتوا عنه مداراة للدولة"[2]. یہ منکر حدیث ہے، (اس کی سند میں موجود راوی) عبد الصمد حجت نہیں ہے، شاید حکومت کی خاطر داری کی وجہ سے حفاظِ حدیث نے ان کے بارے میں کلام کرنے سے خاموشی اختیار کی ہے۔

واضح رہے، حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں گذر چکا ہے کہ عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ، امیر مکہ تھے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "لسان الميزان"[3] میں پہلے عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کیا، پھر حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: باب ما جاء في الخادم،۸/ ۸٦، رقم:۱۳۵۳۱، ت: عبدالله محمد درويش، دار الفكر–بيروت، ط: ١٤١٢ هـ.

[2] ميزان الاعتدال: باب العين، من اسمه عبدالصمد،۲/ ٥٠٤،رقم:٤٦٠٤ ،ت:علي محمد البجاوي، دار المعرفة– بيروت، ط: ١٤٠٦ هـ.

[3] لسان الميزان: من اسمه عبدالصمد،٥ /١٨٧، رقم:٤٧٨٧، ت:عبدالفتاح أبوغدة، دارالبشائر الإسلامية –بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣ هـ.

کا کلام نقل کر کے لکھتے ہیں: "فتبين أنهم لم يسكتوا عنه". معلوم ہوا کہ حفاظ حضرات خاموش نہیں رہے، بلکہ انہوں نے کلام کیا ہے۔

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "المقاصد الحسنة"[1] میں عبد الصمد کے بارے میں حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

عبيد الله بن موسى القرشي

ان کا ترجمہ تلاش بسیار کے باوجود نہیں مل سکا۔

فضيل بن جعفر بن سليمان

ان کا ترجمہ باوجود تلاش کے میسر نہیں ہو سکا۔

روایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما موقوفاً بسندِ عبد الصمد بن علی کا حکم

زیر بحث روایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مرقوفاً یا مرفوعاً بسند عبد الصمد بن علی کا متن سابقہ تمام سندوں کی طرح علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ محمد بن خلیل المشیشی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال کے تناظر میں من گھڑت ہے، اس لئے یہ روایت مذکورہ سند سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا درست نہیں ہے۔

پوری تحقیق کا خلاصہ اور روایات کا حکم

ابتداء میں کہا گیا تھا کہ زیرِ بحث روایت استقراءً تین (۳) صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

① حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (مرفوع طریق)۔
② حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (مرفوع طریق)۔
③ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما (موقوفاً دو مختلف سندوں سے)۔

زیرِ بحث روایت مذکورہ تمام طرق کے ساتھ شدید ضعیف یا من گھڑت ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اس روایت کو منسوب کرنا درست نہیں ہے۔

---

[1] المقاصد الحسنة: حرف الهمزه، ص: ١٤٤، رقم: ١٥٤، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٥هـ.

تتمہ: ذیل میں ان علماء کے نام لکھے جارہے ہیں، جنہوں نے مختلف سندوں سے یا سند ذکر کیے بغیر مطلقاً زیرِ بحث روایت کو من گھڑت کہا ہے۔

① حافظ صغانی رحمۃ اللہ علیہ[1]

حافظ صغانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو ان حضرات نے اکتفاءً نقل کیا ہے:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ[2]، علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ[3]، علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ[4]، علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ[5]۔

② حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ ③ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ④ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ⑤ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (اکتفاءً علی قول الذہبی رحمۃ اللہ علیہ)

⑥ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (اکتفاءً علی قول ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ) ⑦ حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ ⑧ علامہ محمد بن خلیل بن ابراہیم المشیشی الطرابلسی رحمۃ اللہ علیہ ⑨ علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ۔

اہم نوٹ:

اولیتِ خلق کے بارے میں علماء کے کئی اقوال ہیں، جس میں ایک قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اول المخلوقات ہونے کا بھی ہے، پھر اس قول کے مطابق اول المخلوقات کی کیفیت میں بھی تفصیل ہے، غرض یہ کہ بندہ کا مقصود اس مقام پر زبان زد عام وخاص روایت "لولاک لما خلت الافلاک" کی تحقیق پیش کرنا ہے، البتہ اول المخلوقات اور اس کی کیفیت پر گفتگو اس مجموعہ میں ہمارا موضوع نہیں ہے، اس لئے اس سے یہاں تعارض نہیں کیا جارہا۔

---

[1] موضوعات: ص: ٥٢، رقم: ٧٨، ت: نجم عبدالرحمن خلف، دارالمأمون للتراث — بيروت، ط: ١٤٢٩هـ.

[2] الأسرار المرفوعة: ص: ١٩٤، رقم: ٧٥٤، قديمي كتب خانة — كراتشي.

[3] تذكرة الموضوعات: فضل رسول وخصاله، ص: ٨٦، كتب خانة مجيدية — ملتان.

[4] كشف الخفاء: ١٩١/٢، رقم: ٢١٢٣، كشف الخفاء: ٣١٩/٢، رقم: ٢٥٦٦، ت: يوسف بن محمود، مكتبة العلم الحديث — بيروت، ط: ١٤٢١هـ.

[5] الفوائد المجموعة: ٤١١/٢، رقم: ١٠١٣، ت: رضوان جامع رضوان، مكتبة نزار مصطفى الباز – الرياض، ط: ١٤١٥هـ.

روایت نمبر: ⑦

روایتِ جابر بن عبد الله رضی اللہ عنہما: "اول شيء ما خلق الله نوري .... ".

ترجمہ: "سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا کیا.... "۔

ضمنی طور پر روایت: "میں اس وقت بھی نبی تھا جس وقت کہ آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے"۔ کی تحقیق کی گئی ہے۔

حکم: پہلی روایت بے سند، من گھڑت ہے، اور ضمنی روایت مذکورہ الفاظ سے ثابت نہیں ہے، دوسرے الفاظ ثابت ہیں، تفصیل ذیلی تحقیق میں ملاحظہ فرمائیں۔

روایت کی تحقیق تین (۳) اجزاء پر مشتمل ہے:

① روایت کا مصدرِ اصلی

② روایت پر ائمہ کا کلام

③ ائمہ کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا حکم

روایت کا مصدر

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ "الفتوحات المكية"[1] میں مذکورہ بالا روایت کو بلا سند، حافظ عبد الرزاق صنعانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"روى عبد الرزاق بسنده عن جابر بن عبد الله الأنصاري قال: قلت: يا رسول الله! بأبي أنت وأمي، أخبرني عن أول شيءخلقه الله تعالى قبل الأشياء.

---

[1] الفتوحات المكية: ١/ ١١٩،ت: عثمان يحيى، وزارة الثقافة المصرية – مصر، ط: ١٣٩٢ هـ.

قال: يا جابر! إن الله تعالى قد خلق قبل الأشياء نور نبيك من نوره، فجعل ذلك النور يدور بالقدرة حيث شاء الله تعالى، ولم يكن في ذلك الوقت لوح ولا قلم، ولا جنة ولا نار، ولا ملك ولا سماء، ولا أرض ولا شمس ولا قمر، ولا جني ولا إنسي، فلما أراد الله تعالى أن يخلق الخلق قسم ذلك النور أربعة أجزاء: فخلق من الجزء الأول القلم، ومن الثاني اللوح، ومن الثالث العرش. ثم قسم الجزء الرابع أربعة أجزاء فخلق من الجزء الأول حملة العرش، ومن الثاني الكرسي، ومن الثالث باقي الملائكة، ثم قسم الجزء الرابع أربعة أجزاء: فخلق من الأول السماوات، ومن الثاني الأرضين ومن الثالث الجنة والنار، ثم قسم الرابع أربعة أجزاء: فخلق من الأول نور أبصار المؤمنين، ومن الثاني نور قلوبهم - وهى المعرفة بالله - ومن الثالث نور أنسهم، وهو التوحيد لا إله إلا الله محمد رسول الله .... الحديث [كذا في الأصل] ".

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، مجھے اس بات کی خبر دیجئے کہ اللہ نے تمام اشیاء سے پہلے کس شئ کو پیدا کیا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا، پھر وہ نور اللہ کی ذات سے منشاء الٰہی کے مطابق چلتا رہا، اس وقت تک لوح، قلم، جنت، دوزخ، فرشتے، زمین، آسمان، سورج، چاند، جن وانس کچھ نہ تھا، جب اللہ نے مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے چار حصے کیے: پہلے حصے سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش، چوتھے کے چار حصے کیے: پہلے سے عرش کو اٹھانے والے، دوسرے سے کرسی، تیسرے سے باقی ملائکہ، پھر چوتھے حصے کے چار حصے کیے: پہلے سے تمام آسمان، دوسرے سے تمام زمینیں،

تیسرے سے جنت و جہنم کو بنایا، چوتھے کے چار حصے کیے: پہلے سے ایمان والوں کی آنکھوں کا نور پیدا کیا، دوسرے سے انکے دلوں کا نور –معرفت الٰہی– کو پیدا کیا، اور تیسرے حصے سے توحید کو پیدا کیا.... [كذا في الأصل]۔

دیگر مراجع

مذکورہ روایت کو علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے "المواهب اللَدُنِّيَّة"[1] میں علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح المواهب"[2] میں، حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "الحاوي للفتاوي"[3] میں حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے "الفتاوى الحديثية"[4] میں اور علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے "كشف الخفاء"[5] میں اسی طرح بغیر سند، مصنف عبد الرزاق صنعانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے نقل کیا ہے۔

روایت پر ائمہ فن کا کلام

۱- حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے "الحاوي للفتاوي"[6] میں آیت "والصبح إذا أسفر" کے تحت مذکورہ روایت کے بارے میں پوچھا گیا تو اس کے متعلق فرمایا:

".... والحديث المذكورفي السؤال ليس له إسناد يعتمد عليه". ....

اور سوال میں مذکور روایت کی کوئی سند نہیں، جس کی وجہ سے اس پر اعتماد کیا جاسکے۔

---

[1] المواهب اللدنية بالمنح المحمدية: تشريف الله تعالى له، ١/ ٤٨، المكتبة التوفيقية –القاهرة، ط: ١٣٢٦ هـ.

[2] شرح المواهب: تشريف الله تعالى له، ١/ ٩٠، ت: محمد عبد العزيز الخالدي، دار الكتب العلمية –بيروت، ط: ١٤١٧هـ.

[3] الحاوي للفتاوي: الفتاوى القرآنية، ص: ٣٢٣، ت: عبد اللطيف حسن، دار الكتب العلمية – بيروت، ط: ١٤٢١هـ.

[4] الفتاوى الحديثية: مطلب هل خلقت الملائكة ..، ص: ٨٤، محمد عبد الرحمن المرعشلي، مير محمد كتب خانة –كراچي.

[5] كشف الخفاء: حرف الهمزة، ١/ ٣٠٣، رقم: ٨٢٧، ت: يوسف بن محمود، مكتبة العلم الحديث – بيروت، ط: ١٤٢١هـ.

[6] الحاوي للفتاوي: الفتاوى القرآنية، ص: ٣١٣، ت: عبد اللطيف حسن، دار الكتب العلمية – بيروت، ط: ١٤٢١هـ.

۲- علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ "الآثار المرفوعة"[۱] میں مذکورہ روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وقد اشتهر بين القصاص حديث: أول ما خلق الله نوري، وهو حديث لم يثبت بهذا المبنى وإن ورد غيره موافقًا له في المعنى....".

"قصہ گو میں یہ حدیث مشہور ہے، حالانکہ یہ روایت اس بنیاد (ان الفاظ) سے ثابت نہیں ہے، اگرچہ اس کے ہم معنی دوسری روایت منقول (ثابت) ہے ....".

آگے آپ لکھتے ہیں:

"قلت: نظير أول ما خلق الله نوري من عدم ثبوته لفظًا ووروده معنًى ما اشتهر على لسان القصاص والعوام والخواص من حديث لولاك لما خلقت الأفلاك".

میں یہ کہتا ہوں: حدیث: "لولاك لما خلقت الأفلاك". لفظاً ثابت نہ ہونے میں اوراس کے معنی کا قصہ گو، عوام وخواص کی زبان پر وارد ہونے میں حدیث: "أول ما خلق الله نوري". کی نظیر ہے۔

اہم فائدہ

حضرت لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام "وإن ورد غيره موافقا له في المعنى". اس کے ہم معنی دوسری روایت منقول (ثابت) ہے "سے مراد یہ ہے کہ یہ روایت ان الفاظ سے ثابت نہیں ہے، البتہ اس کی ہم معنی دیگر روایات منقول ہیں، جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی "اولیت" ان الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ سے ثابت ہے، مثلاً: چند سطر آگے علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ ہی لکھتے ہیں[۲]: "نعم

---

[۱] الآثار المرفوعة: ذكربعض القصص المشهورة، ص:٤٤، ت: محمدالسعيد بن بيسيوني زغلول، دار الكتب العلمية—بيروت، ط: ١٣٧١هـ.

[۲] الآثار المرفوعة : ذكربعض القصص المشهورة، ص:٤٥، ت: محمدالسعيد بن بيسيوني زغلول، دار

ثبت .... متى كنت نبيا قال و آدم بين الروح والجسد"[1].

۳- علامہ احمد بن صدیق غماری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ احمد غماری رحمۃ اللہ علیہ "المغير على الأحاديث الموضوعة في الجامع الصغير"[2] میں اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وهو حديث موضوع، لو ذكره بتمامه لما شك الواقف عليه في وضعه". یہ حدیث موضوع ہے، اگر اس روایت کے متن کو مکمل ذکر کیا جائے تو واقف کار کو اس کے من گھڑت ہونے میں کوئی شک نہیں ہوگا۔

اس کے بعد آگے فرماتے ہیں: "مشتملة على ألفاظ ركيكة، ومعاني منكرة". یہ رکیک الفاظ اور منکر معنی پر مشتمل ہے۔

۴- علامہ عبداللہ بن صدیق غماری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ عبداللہ غماری رحمۃ اللہ علیہ "مرشد الحائر لبيان وضع حديث جابر"[3] میں مذکورہ روایت لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

"وعزْوه إلى رواية عبد الرزاق خطأ، لأنه لا يوجد في مصنفه، ولا جامعه، ولا تفسيره....". ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا اسے عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرنا غلطی ہے، کیونکہ یہ روایت عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ کی مصنَّف، جامع اور تفسیر میں نہیں ہے ....".

آگے فرماتے ہیں:

"وهو حديث موضوع جزما، وفيه اصطلاحات المتصوفة، وبعض الشناقطة المعاصرين ركّب له إسنادا، فذكر أن عبد الرزاق رواه من طريق

الكتب العلمية– بيروت، ط: ۱۳۷۱ھ۔

[1] روایت "وآدم بين الروح والجسد" کی وضاحت بحث کے آخر میں "اہم تنبیہ" کے عنوان سے آرہی ہے۔

[2] المغير على الأحاديث الموضوعة في الجامع الصغير: مقدمة، ص:۷، دار العهد الجديد – بيروت.

[3] مرشد الحائر لبيان وضع حديث جابر: ص:۹، مكتبة طبرية – الرياض، ط: ۱۴۰۸ھ۔

ابن المنكدر عن جابر! وهذا كذب يأثم عليه، وبالجملة فالحديث منكر موضوع، لا أصل له في شيء من كتب السُّنّة".

یہ روایت یقیناً موضوع ہے، اس میں صوفیانہ اصطلاحات ہیں، اور ہمارے بعض شنقیطی معاصرین نے اس روایت کے لئے سند بھی گھڑ لی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: عبد الرزاق نے ابن منکدر عن جابر رضی اللہ عنہما کے طریق سے یہ روایت ذکر کی ہے، حالانکہ یہ صریح جھوٹ ہے، جس کا گناہ اسی شخص پر ہے، اور حاصل یہ کہ حدیث منکر، من گھڑت ہے، اس کی کتبِ احادیث میں کوئی اصل نہیں ہے۔

۵- علامہ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ نے "التعليقات الحافلة على الأجوبة الفاضلة"[1] میں مذکورہ روایت کو موضوع روایت میں شمار کیا ہے اور علامہ احمد غماری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

روایت کا خلاصہ اور حکم

روایتِ مذکورہ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ، احمد صدیق غماری رحمۃ اللہ علیہ اور عبد اللہ صدیق غماری رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق بے سند، غیر ثابت شدہ، بے اصل اور من گھڑت ہے، چنانچہ اس روایت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب انتساب کر کے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

اہم تنبیہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولیتِ مخلوقات کے سلسلے میں حدیث: "كنت نبيا وآدم بين الروح والجسد". (میں نبی تھا در حالیکہ آدم روح اور جسم کے درمیان تھے) بیان کی جاتی ہے یہ روایت "صحیح" ہے، لیکن عوام وخواص کی زبان پر اس روایت کے مذکورہ الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ مشہور ہیں یعنی: "كنت

---

[1] التعليقات الحافلة: ص: ۱۲۹، مكتب المطبوعات الإسلامي - بيروت، ط: ۱٤۲٦ هـ.

نبیا وآدم بین الماء والطین". (میں نبی تھا در حالیکہ آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے) یہ الفاظ بھی مشہور ہیں: "کنت نبیاولا آدم ولا ماء ولا طین". (میں نبی تھادر حالیکہ نہ آدم تھا، نہ پانی تھا، نہ مٹی تھی)۔

ان الفاظ کے بارے میں ائمہ حدیث صاف لفظوں میں "موضوع" کے کلمات ارشاد فرماتے ہیں، چنانچہ ذیل میں ان الفاظ کے متعلق ائمہ کے اقوال نقل کیے جائے گے۔

"کنت نبیا وآدم بین الماء والطین أو کنت نبیا ولاآدم ولا ماء ولا طین".

(۱) حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "مجموع الفتاوی"[۱] میں "کنت نبیا وآدم بین الماء والطین"، "کنت نبیا ولاآدم لا ماء ولا طین" کے تحت فرماتے ہیں:

"فهذا لا أصل له ولم يروه أحد من أهل العلم الصّادقين ولا هو في شيء من كتب العلم المعتمدة بهذا اللفظ بل هو باطل". اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور اہل صدق علماء میں سے کسی نے اسے روایت نہیں کیا، اور کسی بھی معتمد کتاب میں ان الفاظ کی کوئی روایت نہیں ہے، بلکہ یہ باطل ہے۔

اسی طرح "الرد علی البَکْرِي"[۲] میں ان دونوں قسم کے الفاظ کو ذکر کر کے فرماتے ہیں:

"لا أصل له لا من نقل ولا من عقل، فإن أحدا من المحدثين لم يذكره، و معناه باطل". عقلاً اور روایتاً اس کی کوئی اصل نہیں، کیونکہ محدثین میں سے کسی نے بھی اسے ذکر نہیں کیا، اور اس کا معنی باطل ہے۔

(۲) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

"وقد قال شيخنا في بعض الأجوبة عن الزيادة: إنها ضعيفة

---

[۱] مجموع الفتاوی: فصل في مقالة ابن عربي، ۲/۹۳، ت: أنور الباز، دار الوفاء–بیروت، ط:۱٤۲٦ هـ.
[۲] الرد على البكري: ص:۱۳۸، ت: عبدالله دجين، دارالوطن–الرياض، ط:۱٤۱۷ هـ.

والذي قبلها قوي"[1]. ہمارے شیخ نے بعض جوابات میں اس زیادتی (کنت نبیا ولا آدم ...) کے بارے میں فرمایا کہ یہ ضعیف ہے، اور جو اس سے پہلے ہے وہ قوی ہے۔

(۳) حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ "المقاصد الحسنة" میں فرماتے ہیں:

"أما الذي على الألسنة بلفظ (كنت نبيا وآدم بين الماء والطين) فلم نقف عليه بهذا اللفظ فضلا عن زيادة (وكنت نبيا ولا آدم ولا ماء ولا طين)". زبان زد الفاظ "كنت نبيا وآدم بين الماء والطين". پر میں مطلع نہ ہو سکا، چہ جائیکہ "كنت نبيا ولا آدم ولا ماء ولا طين". کے زائد الفاظ پر مطلع ہوں۔

(۴) علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ "اللآلي المنثورة"[2] میں "كنت نبيا وآدم بين الماء والطين" کے تحت فرماتے ہیں: "هذا اللفظ لا أصل له". ان الفاظ کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(۵) حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "الدرر المنتثرة"[3] میں مذکورہ الفاظ: "كنت نبيا وآدم بين الماء والطين" کے بارے میں فرماتے ہیں: "لا أصل له بهذا اللفظ". ان الفاظ کے ساتھ ان کی کوئی اصل نہیں ہے، پھر آگے فرماتے ہیں: "زاد العوام فيه: وكنت نبيا ولا أرض ولا ماء ولا طين ولا أصل له أيضا". عوام نے اس میں یہ اضافہ (كنت نبيا ولا أرض ولا ماء ولا طين) کیا ہے، اس کی بھی کوئی اصل نہیں۔

---

[1] المقاصد الحسنة: حرف الكاف، ص:٣٧٨، رقم: ٨٤٠، ت: عبداللطيف حسن، دار الكتب العلمية–بيروت، ط:١٤٢٧هـ.

[2] اللآلي المنثورة: الحديث السادس عشر، ص:١٢٤، ت: محمد بن لطفي الصباغ، المكتب الإسلامي–بيروت، ط: ١٤١٧هـ.

[3] الدرر المنتثرة: حرف الكاف، ص:٢٠٤، رقم:٣٢٩، ت: محمد عبدالقادر عطاء، دار الكتب العلمية–بيروت، ط:١٤٠٨هـ.

(۶)حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے "تنزيه الشريعة"[۱] میں حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

(۷)ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے "الأسرار المرفوعة"[۲] میں سابقہ ائمہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

(۸)علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے "تذكرة الموضوعات"[۳] میں حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

(۹)علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے "الآثار المرفوعة"[۴] میں سابقہ علماء کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

(۱۰)علامہ محمد بن خلیل قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ نے "اللؤلؤ المرصوع"[۵] میں حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

(۱۱)علامہ محمد بن درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ "أسنى المطالب"[۶] میں اسے "موضوع" اور "لم يصح" کہی ہے۔

ان الفاظ: "كنت نبيا وآدم بين الماء والطين أو كنت نبيا ولا آدم ولا ماء ولا طين". کے بارے میں گیارہ (۱۱) علماء نے باطل، لا اصل، موضوع، لم یصح جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں، چنانچہ ان حضرات کی تصریح کے

[۱] تنزيه الشريعة:الفصل الثالث،١/ ٣٤١، رقم:٣٢،ت: عبد الله الصديق الغماري، دار الكتب العلمية بيروت،ط:١٩٨١هـ.

[۲] الأسرار المرفوعة:حرف الكاف، ٢٦٨، رقم:٣٥٢، ت: محمد الصباغ، المكتب الإسلامي بيروت، ط:١٤٠٦هـ.

[۳] تذكرة الموضوعات: فضل رسول وخصاله،ص: ٨٦، كتب خانة مجيدية— ملتان.

[۴] الآثارالمرفوعة : ذكربعض القصص المشهورة،ص:٤٦،ت: محمدالسعيد بن بيسيوني زغلول، دار الكتب العلمية—بيروت، ط: ١٣٧هـ.

[۵] اللؤلؤ المرصوع:حرف الكاف، ص:١٤٢، رقم:٤١٥، ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية— بيروت، ط: ١٤١٥هـ.

[۶] أسنى المطالب: ص:٢٢٢، رقم:١١١٣-١١١٤، دار الكتب العلمية—بيروت، ط: ١٤١٨هـ.

مطابق اس روایت کو ان الفاظ: "کنت نبیا وآدم بین الماء والطین أو کنت نبیا ولاآدم ولا ماء ولا طین". سے **نبی کریم ﷺ کی طرف انتساب کر کے بیان نہیں کرنا چاہیے، البتہ یہی روایت ان الفاظ:** "کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد"[1]. سے **ثابت ہے، چنانچہ ان ثابت شدہ الفاظ کے ساتھ ہی یہ روایت آپ ﷺ کی جانب منسوب کرنا چاہیے۔**

نوٹ:

اولیتِ خلق کے بارے میں علماء کے کئی اقوال ہیں، جس میں ایک قول رسول اللہ ﷺ کے اول المخلوقات ہونے کا بھی ہے، پھر اس قول کے مطابق اول المخلوقات کی کیفیت میں بھی تفصیل ہے، غرض یہ کہ بندہ کا مقصود اس مقام پر زبان زد عام وخاص روایت "اول شيء ما خلق الله نوري" **کی تحقیق پیش کرنا ہے، البتہ اول المخلوقات اور اس کی کیفیت پر گفتگو اس مجموعہ میں ہمارا موضوع نہیں ہے، اس لئے اس سے یہاں تعارض نہیں کیا جارہا۔**

---
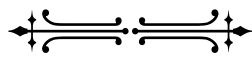
[1] انظر شرح مشكل الآثار: ۱۵/ ۲۳۱، رقم: ۵۹۷۷.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه ... ووافقه الذهبي. (انظر المستدرك مع التلخيص: ۲/ ۲۰۸).

روایت نمبر:⑧

روایت: ”من زار العلماء فكأنما زارني، ومن صافح العلماء فكأنما صافحني، ومن جالس العلماء فكأنما جالسني، ومن جالسني في الدنياأجلس إليّ يوم القيامة“.

ترجمہ: جس نے علماء کی زیارت کی، گویا کہ اس نے میری زیارت کی، جس نے علماء سے مصافحہ کیا، گویا کہ اس نے مجھ سے مصافحہ کیا، جس نے علماء کی ہم نشینی اختیار کی، گویا کہ اس نے میری ہم نشینی اختیار کی، اور جس نے دنیا میں میری ہم نشینی اختیار کی اللہ تعالی آخرت میں اسے میری ہم نشینی عطا فرمائیں گے۔

حکم: شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے۔

یہ روایت استقراءً تین (۳) صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے:

① حضرت انس رضی اللہ عنہ

② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

③ حضرت معاویہ بن حَیدَہ قُشَیری رضی اللہ عنہ (جد بَہز بن حکیم)

ذیل میں ہر صحابی کی روایت کی تحقیق مستقل ذکر کی جائے گی۔

(۱) روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ: یہ روایت تین (۳) سندوں سے منقول ہے:

❶ سندِ ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ ❶ سندِ میزان الاعتدال ❸ سندِ دَیلمی رحمۃ اللہ علیہ

ذیل میں تینوں سندوں کی تفصیل اور ہر سند کا فنی حکم علیحدہ علیحدہ لکھا جائے گا، اور سب سے آخر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول مذکورہ تینوں سندوں کا حکم لکھا جائے گا۔

روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بسندِ ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ روایت کی سند "ذیل اللآلي"[1] میں ذکر کی ہے، آپ فرماتے ہیں:

"قرأت في كتاب العز ثابت بن منصور العجلي بخطه، وأنبأ به عنه أبوالقاسم الأرجي، حدثني القاضي الإمام عين القضاة أبو القاسم علي بن محمد بن أحمد السِمْناني لفظا، حدثنا القاضي أبو محمد عبد الله بن محمد بن هون الثقفي قا ضي سِنْجار بسِنْجار لفظا في سنة تسع وأربعين وأربعمائة، حدثنا أبو محمد حسان بن محمد بن حسان الأزرق التنوخي بالأنبار فيما بين العشرين والثلاثين والثلثمائة، حدثنا أبي محمد [ابن حسان] فيما بين عشرين وثلاثين ومائتين، حدثنا جدي حسان، قال: دخلنا في بضعة عشر رجلا إلى واسط العراق على الحجاج بن يوسف في ظُلامة لنا، وإذا بشيخ معصوب الحاجبين وراء الباب فقلت: للبواب من هذا الشيخ؟ قال: هذا أنس بن مالك خادم النبي ﷺ، فتقدمت إليه وقبلت ما بين عينيه، وقلت له: ناشدتك الله أيها الشيخ! لما حدثتني بحديث سمعته من رسول الله ﷺ،قال: سمعت النبي ﷺ يقول:

"من زار عالما فكمن زارني، ومن صافح عالما فكمن صافحني، ومن جالس عالما فكمن جالسني، ومن جالسني في دار الدنيا أجلسه الله تعالي معي غدا في الجنة".

ولم أسمع منه غيرهذا الحديث فكتبته في أسفل نَعْلي، واستعجلوني أصحابي للظُلامة فخرجت مسرعا، قال القا ضي أبومحمد:

---

[1] ذيل اللآلي المصنوعة:كتاب العلم، ص: ۳۵،المكتبة الأثرية– شيخوپوره، ط: ۱۳۰۳ھ.

عاش حسان مائة وعشرين سنة وعاش أنس بن مالك مائة وعشرين سنة وهانا [كذا في الأصل وفي بعض النسخ وها أنا] قد عشت مائة وإحدى وعشرين سنة، قال: وكان قد انقطع عني هذا الشان فوق الثلاثين سنة وابني عاد إليّ، وتزوجت وأشار إلى صبي عنده وقال: هذا ابني وله ابن بينما في المولد تسعة وثما نون سنة، وأراني حاجبيه وقد اسودت وشعر راسه وصدره قد اسود البياض وثناياه قد نبتت كأسنان الأطفال".

ترجمہ:.... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عالم کی زیارت کی وہ ایسا ہے جس نے میری زیارت کی، جس نے عالم سے مصافحہ کیا وہ ایسا ہے جس نے مجھ سے مصافحہ کیا، جو عالم کے ساتھ بیٹھا وہ ایسا ہے جو میرے ساتھ بیٹھا، اور جو میرے ساتھ دنیا میں بیٹھا، اللہ اس کو کل جنت میں میرے ساتھ بٹھائیں گے۔

روایت پر ائمہ رجال کا کلام

۱- علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے " ذيل اللآلي "[1] میں مذکورہ روایت کو موضوع روایات میں شمار فرمایا ہے۔

۲- حافظ ابن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ "توضيح المُشْتَبِه "[2] میں مذکورہ

[1] ذيل اللآلي المصنوعة: كتاب العلم، ص: ٣٥، المكتبة الأثرية- شيخوپوره، ط: ١٣٠٣ هـ.

[2] توضيح المشتبة: حرف الباء، ١/ ٤٨٣، ت: محمد نعيم العرقسوسي، مؤسسة الرسالة-بيروت، ط: ١٤٠٦ هـ.

واضح رہے کہ امام سیوطی کی رحمۃ اللہ علیہ اور ذکر کردہ حافظ ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ کی سند اور حافظ ابن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کے مابین میں کافی اضطراب ہے، حافظ ابن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کی اس مکمل عبارت سے مشاہدہ فرمائیں: "قلت: برهون بفتح أوله وسكون الراء وضم الهاء وسكون الواو تليها نون حسان بن بَرْهُون بن حسان الثقفي قاضي سِنْجَار عن أبيه بَرْهُوْن عن جده عن أنس بحديث باطل لا أصل له، رواه أبو جعفر محمد بن علي بن محمد

روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

”حسان بن بَرْهُون بن حسان الثقفي قاضي سِنْجار عن أبيه بَرْهُون عن جده عن أنس بحديث باطل لا أصل له“.

(سند میں موجود راوی) حسان بن بَرْہُون بن حسان ثقفی قاضی سِنجار نے ”عن أبيه بَرْهُون عن جده“ کے طریق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے باطل روایت نقل کی ہے، اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے۔

واضح رہے کہ حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے ”تنزيه الشريعة“[1] کے مقدمہ میں حسان بن بَرْہُون کا ترجمہ قائم کیا اور آگے حافظ ابن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کیا ہے۔

(۳) حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ ”تنزيه الشريعة“[2] میں مذکورہ روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

”من حديث أنس في قصة بينة الكذب“. یہ روایت ایک قصہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس کا جھوٹ ہونا بالکل واضح ہے۔

روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بسندِ ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ کا حکم

آپ دیکھ چکے ہیں کہ علامہ ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

السِمْنَاني عن القاضي أبي القاسم علي بن محمد السِمْنَاني عن حسان، وزعم حسان لما حدث انه ابن مئة وعشرين سنة وعاش أنس مئة وعشرين سنة“.

[1] تنزيه الشريعة المرفوعة:حرف الحاء، ١ / ٤٧، رقم: ١٤، ت: عبدالله الغماري، دار الكتب العلمية– بيروت، ط:١٤٠١هـ.

[2] تنزيه الشريعة المرفوعة:كتاب العلم، الفصل الثالث،١ / ٢٧٢، رقم:٥٧، ت: عبدالله الغماري، دار الكتب العلمية– بيروت، ط:١٤٠١هـ.

اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے زیرِ بحث روایت کو مذکورہ سند کے ساتھ جزماً من گھڑت کہا ہے، چنانچہ مذکورہ سند کے ساتھ اس روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

اہم تنبیہ

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "میزان الاعتدال" میں "محمد بن غانم" کے ترجمہ میں ایک روایت نقل کی ہے، اس روایت اور مذکورہ روایت کی سند اور الفاظ میں قدرے اشتراک ہے، چنانچہ ذیل میں اس کی تحقیق ذکر کی جائے گی۔

روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بسندِ میزان الاعتدال

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "میزان الاعتدال "[1] میں محمد بن غانم کے ترجمہ میں اسی روایت کے ہم معنی ایک دوسری سند سے زیرِ بحث روایت، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، فرماتے ہیں:

"محمد بن غانم بن الأزرق التَنُوْخِي عن جده لا يُدْرَى مَنْ هو في سند مظلم. قال شيخ الإسلام أبو الحسن الهَكّاري: حدثنا عبيدالله بن محمدبن المؤيد السِنْجاري- وكان ابن مائة وعشرين سنة [قال]: حدثنا ابن غانم هذا - وكان من أهل بيت يعمّرون، حدثني جدي، قال: خرجت من الأنبار في ظُلامة إلى الحَجَّاج، فرأيت أنس بن مالك، فقلت: حدثني، فقال: اكتب، فكتبت بسم الله الرحمن الرحيم. قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

من زار عالما فكأنما زارني،ومن عانق عالما فكأنما عانقني، ومن نظر إلى وجه عالم ... الحديث" [كذافي الأصل].

---

[1] ميزان الاعتدال:حرف الميم، ٣ / ٦٨١،رقم:٨٠٤٦، ت:علي البجاوي، دار المعرفة– بيروت،ط: ١٤٠٦هـ.

(راوی کہتے ہیں) میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا: مجھے روایت بیان کیجیے، کہا: لکھیے، میں نے لکھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جس نے عالم کی زیارت کی اس نے گویا میری زیارت کی اور جس نے عالم سے معانقہ کیا اس نے گویا مجھ سے معانقہ کیا اور جس نے عالم کے چہرے کو دیکھا .... [اصل میں اسی طرح ہے]۔

روایت پر ائمہ کا کلام

۱- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "میزان الاعتدال"[1] میں روایت کی سند پر ابتداء ہی میں کلام کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: "لا يُدْرَى مَنْ هو في سند مُظْلِم". معلوم نہیں اس تاریک سند میں یہ [محمد بن غانم] شخص کون ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "لسان المیزان"[2] میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

وضاحت: آپ دیکھ چکے کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس سند کو "سند مظلم" (تاریک سند) فرمارہے ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم زیرِ بحث سند کا تفصیل سے جائزہ لیں، تاکہ روایت کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

سند کے راویوں پر کلام

"میزان الاعتدال" کی مذکورہ سند میں چار (۴) راوی ہیں:

(۱) محمد بن غانم بن ازرق (۲) ازرق ابو غانم (۳) ابوالحسن ہَکَّاری (۴) عبید اللہ بن محمد بن مؤید سِنْجاری

---

[1] ميزان الاعتدال: من اسمه محمد، ۳ / ٦٨١،رقم:٨٠٤٦، ت:علي البجاوي، دار المعرفة– بيروت،ط: ١٤٠٦هـ.

[2] لسان الميزان: ، من اسمه محمد، ٧ /٤٣٤، رقم:٧٢٩٤، ت: عبدالفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية–بيروت،ط: ١٤٢٣هـ.

محمد بن غانم بن الأزرق التَنُوْخِي

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "محمد بن غانم بن الأزرق التَنُوْخِي ..... لا يُدْرَى مَنْ هو في سند مظلم" . ..... معلوم نہیں اس تاریک سند میں یہ [محمد بن غانم] شخص کون ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "لسان الميزان" میں ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

الأزرق أبو غانم

موصوف کا ترجمہ تلاش کے باوجود نہیں مل سکا۔

أبو الحسن الهَكَّاري (المتوفى ٤٨٦ هـ)

ان کا پورا نام "أبو الحسن علي بن أحمد بن يوسف القرشي الأموي الهَكَّاري كان يعرف بشيخ الإسلام" ہے۔

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لم يكن موثّقا في روايته"[1].
ابوالحسن کی روایت میں توثیق نہیں کی گئی۔

حافظ ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ نے "ذيل تاريخ بغداد"[2] میں ابوالحسن ہکّاری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

"وكان الغالب على حديثه الغرائب والمنكرات، ولم يكن حديثه يشبه حديث أهل الصدق، وفي حديثه متون موضوعة مركبة على أسانيد صحيحة. وقد رأيت بخط بعض أصحاب الحديث بأصبهان أنه كان يضع الأحاديث".

---

[1] سير أعلام النبلاء: ١٩/ ٦٣، رقم: ٣٧، ت: شعيب الأرناؤوط، مؤسسة الرسالة - بيروت، ط: ١٤٠٥ هـ.
[2] ذيل تاريخ بغداد: ٣/ ١٧٣، رقم: ٦٥١، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ١٤١٧ هـ.

ابو الحسن ہَکَّاری کی روایات میں غرائب اور منکرات غالب ہیں، اور اس کی حدیث اہل صدق کی احادیث کی طرح نہیں ہے، ان سے منقول احادیث کے الفاظ من گھڑت ہیں، جنہیں صحیح سندوں کے ساتھ چسپاں کیا گیا ہے،(ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) میں نے اصبہان کے بعض محدثین کی تحریرات میں دیکھا کہ یہ (ابو الحسن) حدیثیں گھڑتا ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "میزان الاعتدال"[1] میں ابو الحسن ہَکَّاری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

"وقال ابن النجار: متّهم بوضع الحديث وتركيب الأسانيد، قاله في ترجمة عبد السلام بن محمد". ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر حدیث گھڑنے اور (متون کے ساتھ) سندیں جوڑنے کا اتہام کیا ہے، یہ بات انھوں نے عبد السلام بن محمد کے ترجمہ میں کہی ہے۔

واضح رہے کہ راقم الحروف کو ابو الحسن ہَکَّاری پر حافظ ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ کا کلام "ذيل تاريخ بغداد"[2] میں ابو الحسن ہَکَّاری کے ترجمہ میں ملا ہے، واللہ اعلم۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ہی "تاريخ الإسلام"[3] میں "ابو بکر دِيْنَوَرِی" کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

"قال ابن النجار ... روى شيخ الإسلام أبو الحسن الهَكَّاري عن أبي بكر الدِيْنَوَرِي أربعين حديثا لسلمان الفارسي رضي الله عنه، قلت: موضوعة هي".

---

[1] ميزان الاعتدال: حرف الباء، ٣/ ١١٢، رقم: ٥٧٧٤، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة– بيروت، ط: ١٤٠٦هـ.

[2] ذيل تاريخ بغداد: ٣/ ١٧٣، رقم: ٦٥١، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية – بيروت، ط: ١٤١٧هـ.

[3] تاريخ الإسلام: ٢٩/ ٢٩٧، ت: عمر عبدالسلام تدمري، دار الكتاب العربي– بيروت، ط: ١٤١٤هـ.

ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے.... ابو الحسن ہَکَّاری نے ابو بکر دِیْنَوَرِی سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے چالیس روایات ذکر کی ہیں۔ میں (یعنی حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ یہ روایات موضوع (جھوٹی) ہیں۔

حافظ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ "الأنساب"[1] میں لکھتے ہیں:

"تفرد مدة بطاعة الله في الجبال، وابتنى أربطة ومواضع يأوي إليها الفقراء والصالحون، وكان كثير الخير والعبادة، مقبولا وقورا".

مدت تک پہاڑوں میں تنہا اللہ کی عبادت کرتے، جہاں ان کے بنائے ہوئے رِباط اور ٹھکانے پر فقراء وصالحین آتے رہتے تھے، ابو الحسن ہَکَّاری بہت نیک، عبادت گذار، مقبول اور باوقار شخص تھے۔

حافظ مرتضیٰ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ "إتحاف السادة المتقين"[2] میں ایک دوسری حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

"ورأيت طُرَّة بخط الإمام شمس الدين الحرير ابن خال الخَيْضِرِي على هامش نسخة الإحياء ما نصه: قد صنف الشيخ أبو الحسن علي بن يوسف الهَكَّارِي المعروف بشيخ الإسلام كتابا سماه بفضائل الأعمال وأوراد العُمَّال، ذكر فيه عجائب وغرائب من هذه الأحاديث ومن غيرها مرتبة على الليالي والأيام بأسانيد مظلمة، إذا نظر العارف فيها قضى العجب، وساقها بأسانيد له، وقد ذكره الذهبي في ميزانه وذكر عن ابن عساكر أنه لم يكن موثوقا به، وذكره ابن السمعاني في الأنساب وذكر شيوخه ووفاته بعد الثمانين وأربعمائة،

[1] الأنساب للسمعاني: باب الهاء مع الكاف، ٥/ ٦٤٥، ت: عبد الله عمر البارودي، دارالجنان- بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨هـ.

[2] إتحاف السادة المتقين: ٣/ ٦٢١، ط: دار الكتب العلمية ـ بيروت.

فلعل الغزالي نقل عنه اهـ".

میں نے "احیاء" پر شمس الدین حریر ابن خال خَیْضِرِی کے حاشیہ میں موصوف کی تحریر دیکھی ہے، جس میں لکھا ہے کہ شیخ ابو الحسن علی بن یوسف ہَکَّاری جو شیخ الاسلام سے مشہور ہیں، انھوں نے ایک کتاب بنام "اعمال واوراد العُمَّال" تصنیف کی ہے، جس میں یہی اوران کے علاوہ عجیب و غریب احادیث تاریک سندوں کے ساتھ ذکر کی ہے، جو شب وروز پر مرتب کی گئی ہیں، جب کوئی پہچان رکھنے والا شخص اسے دیکھتا ہے تو تعجب کرتا ہے، اور یہ اپنی سند سے ان احادیث کو لاتے ہیں، ان کا تذکرہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "میزان" میں کیا ہے، اور کہا ہے کہ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ یہ شخص ثقہ نہیں ہے، نیز ابن سمعانی رحمۃ اللہ علیہ نے "انساب" میں ان کا اور ان کے شیوخ کا تذکرہ کیا ہے، اور ۴۸۰ھ کے بعد ان کی وفات ذکر کی ہے، شاید کہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایتیں ان سے لی ہوں اھ۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "لسان المیزان"[1] میں ابو الحسن ہَکَّاری کے بارے میں حافظ ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ "تنزیه الشریعة"[2] کے مقدمہ میں اور علامہ ابراہیم بن محمد بن سبط ابن العجمی رحمۃ اللہ علیہ نے "الکشف الحثیث عمن رمي بوضع الحديث"[3] میں ابو الحسن ہَکَّاری کے بارے میں حافظ ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

---

[1] لسان الميزان: حرف الميم، ٧/ ٤٣٤، رقم:٧٢٩٤، ت: عبدالفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية- بيروت، ط:١٤٢٣هـ.

[2] تنزيه الشريعة المرفوعة:حرف العين،١/ ٨٦، رقم:٢٨٣،ت: عبد الله الغماري، دار الكتب العلمية- بيروت،ط:١٤٠١هـ.

[3] الكشف الحثيث:حرف العين،١/ ١٨٤، رقم:٤٩٧،ت: صبحي السامرائي، مكتبة النهضة العربية - بيروت، ط:١٤٠٧هـ.

عبيد الله بن محمد بن المؤيد السِنْجاري

موصوف کا ترجمہ تلاش کے باوجود نہیں مل سکا۔

روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بسندِ میزان الاعتدال کا حکم

آپ سند کا حال تفصیل سے جان چکے ہیں، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سند کو ''سندِ مظلم'' یعنی تاریک سند کہہ کر ساقط قرار دیا ہے، خلاصہ یہ کہ اس روایت کا ''میزان الاعتدال'' کی مذکورہ سند کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انتساب درست نہیں۔

روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بسندِ مسند الفردوس

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ''ذيل اللآلي''[1] میں ''مسند فردوس'' کی روایت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''أنبانا أبي، أنبانا محمد بن الحسن السعيدي، أنبانا أبو منصور القُوْمِسَاني، أنبانا أبوأحمد القاسم بن محمد السراج، حدثنا الحسن بن أحمد المَرْوَزِي، حدثنا عبدالرحمن ابن [كذا في الأصل] سعيد، أنبانا عبد الرحمن بن عمر الكوفي، حدثنا عمران بن سَهْل، حدثنا إبراهيم بن سليمان، حدثنا أيوب بن موسى، عن أنس قال: قال رسول الله ﷺ: إن لله عزوجل مدينة تحت العرش من مسك إذفر، على بابها ملك ينادي كل يوم: ألا من زار العلماء فقد زار الأنبياء و من زار الأنبياء فقد زار عزوجل و من زار الرب فله الجنة. إبراهيم بن سليمان البلخي يسرق الحديث''.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ عرش کے نیچے اللہ عزوجل کا پاکیزہ مہکتی ہوئی مشک کا ایک شہر ہے، ہر دن

[1] ذيل اللآلي المصنوعة: كتاب العلم، ص: ٣٥، المكتبة الأثرية - شيخوپوره، ط: ١٣٠٣ هـ.

اس کے دروازے پر ایک فرشتہ آواز دیتا ہے: سن لو! جس نے علماء کی زیارت کی اس نے انبیاء کی زیارت کی، اور جس نے انبیاء کی زیارت کی اس نے رب تعالیٰ کی زیارت کی، اور جس نے رب کی زیارت کی اس کے لئے جنت ہے...."۔

روایت پر ائمہ کا کلام

۱- حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "ذیل اللآلي"[1] میں مذکورہ روایت کو موضوع روایات میں شمار کیا ہے، نیز حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تخریج سند کے بعد لکھتے ہیں: "إبراهيم بن سليمان البلخي يسرق الحديث". (سند میں موجود راوی) ابراہیم بن سلیمان بلخی سرقہ حدیث (شدید جرح) میں مبتلاء ہے۔

ابراہیم بلخی کا پورا نام "ابو اسحاق ابراہیم بن سلیمان الزیات البلخی" ہے، موصوف کے بارے میں دیگر ائمہ کے اقوال آرہے ہیں۔

۲- علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ طریق کے متعلق فرماتے ہیں:

"من حديث أنس وفيه إبراهيم بن سليمان البلخي يسرق الحديث (قلت) إنما اتهمه ابن عدي بالسرقة في حديث واحد، أورده له عن الثوري، ثم قال: وسائر أحاديثه غير منكرة، وقال الحاكم: محله الصدق، وقال الخليلي فى الإرشاد: صدوق، نعم الراوي عنه عمران بن سهل لم أقف له على ترجمة، فلعل البلاء منه، والله أعلم"[2].

---

[1] ذيل اللآلي المصنوعة: كتاب العلم، ص: ۳۵، المكتبة الأثرية— شيخوپوره، ط: ۱۳۰۳ هـ.

[2] تنزيه الشريعة المرفوعة: كتاب العلم: الفصل الثالث: ۱ / ۲۷۲، ت: عبدالله الغماري، دار الكتب العلمية— بيروت، ط: ۱٤۰۱ هـ.

ترجمہ: یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اور اس کی سند میں موجود راوی ابراہیم بن سلیمان بلخی سرقہ حدیث (شدید جرح) میں مبتلا تھا، میں (ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم بن سلیمان کو ایک ہی حدیث میں سرقہ حدیث میں متہم قرار دیا ہے، اس کے بعد ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابراہیم کی باقی حدیثیں منکر نہیں ہیں، اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ابراہیم "محلہ الصدق "(کلمہ تعدیل) ہے، اور حافظ خلیلی رحمۃ اللہ علیہ نے "الارشاد" میں ابراہیم کو صدوق (کلمہ تعدیل) کہا ہے، البتہ ابراہیم سے نقل کرنے والے راوی "عمران بن سہل" سے میں واقف نہیں ہوں، شاید کہ اس حدیث میں بلاء کا سبب عمران بن سہل ہو، واللہ اعلم۔

روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بسندِ مسند فردوس کا حکم

حافظ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کو امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "موضوعات" میں ذکر کیا ہے، نیز حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کی اسی سند میں بلاء کی نسبت سند میں موجود راوی عمران بن سہل کی طرف کی ہے، حاصل یہ رہا کہ حافظ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ سند درجہ اعتبار سے ساقط ہے، اور بہر صورت ضعفِ شدید سے خالی نہیں ہے، چنانچہ اس سند کے ساتھ روایت کا انتساب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف درست نہیں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول زیر بحث روایت کا حکم

سابقہ تصریحات کے مطابق زیرِ بحث روایت تین (۳) مختلف سندوں سے مروی ہے:

① سندِ ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ
② سندِ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ
③ سندِ میزان الاعتدال

ائمہ حدیث کی سابقہ نصوص کے مطابق ان تینوں سندوں کے ساتھ یہ روایت رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے، جیسا کہ ہر سند کی تفصیل اور اس کا مستقل حکم آپ کے سامنے آچکا ہے۔

۲- روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

روایت کا مصدرِ اصلی

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ "تاريخ أصبهان"[1] میں مذکورہ روایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"يعرب بن خيران بن داهر أبو يشجب، حدثنا أبو الحسين محمد بن أحمد بن جعفر، ثنا يعرب بن خيران، ثنا محمد بن الفضل بن العباس البلخي بسمرقند، ثنا أبو محمد حَمْد بن نوح، ثنا حَفْص بن عمر العَدَنِي، عن الحَكَم، عن عكرمة، عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

من زار العلماء فكأنما زارني، ومن صافح العلماء فكأنما صافحني، ومن جالس العلماء فكأنما جالسني، ومن جالسني في الدنيا أجلِس إليّ يوم القيامة".

ترجمہ گذر چکا ہے۔

مذکورہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے طریق سے حافظ حمزہ بن یوسف جرجانی سہمی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاريخ جرجان"[2] میں تخریج کی ہے، دونوں سندیں ایک راوی "حَفْص بن عمر العَدَنی" پر جمع ہو جاتی ہیں۔

اہم نوٹ: نفس روایت پر ائمہ کا کلام آگے آرہا ہے۔

---

[1] تاريخ أصبهان: ٥ /٢٦٤، رقم: ١٩٠٩، دار الكتاب الإسلامي ـ القاهرة.

[2] تاريخ جرجان: ص: ١٠٠، رقم: ٢٨٠، مجلس دائرة المعارف العثمانية – حيدر آباد دكن.

سند کے راویوں پر رجال حدیث کا کلام

مذکورہ سند میں "حفص بن عمر" کو اکثر محدثین نے مدارِ علت بنایا ہے، اس لئے ذیل میں صرف حفص بن عمر کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال لکھے جائیں گے۔

حَفُص بن عمر العَدَنی

حافظ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابو عبد اللہ طہرانی نے حفص بن عمر عدنی کو "ثقہ" کہا ہے، موصوف یہ بھی فرماتے ہیں کہ میرے والد ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حفص کو "لین الحدیث"[1] (جرح) کہا ہے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے موصوف کو "لیس بثقة "[2] (جرح) کہا ہے۔

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "حفص بن عمر العَدَنِي يعرف بفَرْخ، يروي عن مالك بن أنس وأهل المدينة، كان ممن يقلب الأسانيد قلبا لا يجوز الاحتجاج به إذا انفرد"[3]۔

حفص بن عمر العَدَنی، فَرْخ سے مشہور ہے، اور وہ مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ اور مدینہ کے دیگر محدثین سے احادیث نقل کرتا تھا، حفص ان لوگوں میں ہیں جو احادیث کی سندوں کو الٹتے ہیں، چنانچہ جب یہ نقل روایت میں تنہا ہو تو ان کی روایت سے استدلال درست نہیں۔

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مقام پر، ابراہیم بن حکم بن ابان العدنی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: "... وقد روى هذا عن الحكم بن أبان،

---

[1] الجرح والتعديل:٣/ ٧٨٤، رقم:٧٨٣، مجلس دائرة المعارف العثمانية- حيدر آباد دكن، ط:١٣٧١ هـ.

[2] الضعفاء والمتروكين.ص:٨٢،رقم:١٣٥، ت:كمال يوسف الحوت، مؤسسة الكتب الثقافية- بيروت، ط:١٤٠٥ هـ.

[3] المجروحين: ١/ ٢٥٧، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة- بيروت، ط:١٤١٢ هـ.

حفص بن عمر العَدَنِي وخالد بن يزيد العُمَرِي وهما ضعيفان واهيان أيضا"[1].

"....یہ حدیث (ایک دوسری حدیث کی طرف اشارہ ہے) حکم بن ابان سے (ابراہیم بن حکم کے علاوہ) حفص بن عمر عَدَنِی اور خالد بن یزید عُمَرِی نے بھی نقل کی ہے، اور یہ دونوں بھی واہی ضعیف ہیں"۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "التاريخ الكبير"[2] میں ان کا نام ذکر کیا ہے، لیکن عبارت میں سقط ہے، اس لئے حکم واضح نہیں ہو سکا۔

امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ "الضعفاء الكبير"[3] میں فرماتے ہیں: "حفص بن عمر العَدَنِي يعرف بالفَرْخ لا يقيم الحديث". (جرح)

اہم تنبیہ

یہ متقدمین حضرات کے اقوال تھے، اب یہاں آکر حفص بن عمر العدنی کے بارے میں ان کے بعد والے محدثین کی عبارات میں شدید اختلاف نظر آتا ہے۔ دراصل ایک دوسرا راوی "حفص بن عمر بن میمون" ہے، حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بعد اکثر محدثین نے یہی سمجھا ہے کہ "حفص بن عمر العدني" اصل میں "حفص بن عمر بن ميمون العدني" ہے، جیسا کہ ان کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے، حالانکہ متقدمین میں سے حافظ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں کے الگ الگ تراجم ذکر کیے ہیں، حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں کو ایک ہی فرد قرار دیا ہے، پھر ان کی اتباع میں بعد والوں میں حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ

---

[1] المجروحين: ١/ ١١٤، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة - بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

[2] التاريخ الكبير: ٢/ ٣٦٥، رقم: ٢٧٧٨، ت: محمد عبد المعيد خان، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ١٤٠٧هـ.

[3] الضعفاء الكبير: ١/٢٨٣، رقم: ٣٣٨، ت: عبد المعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ١٤١٨هـ.

ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع کی، اور حفص بن عمر العدنی کے بارے میں جرح کے وہ اقوال ذکر کیے ہیں جو دراصل حفص بن عمر بن میمون کے بارے میں تھے، اس لئے ذیل میں "حفص بن عمر بن میمون" کے بارے میں متقدمین ومتاخرین محدثین کے اقوال ذکر کیے جاتے ہیں۔

حفص بن عمر بن میمون کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال

حافظ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "سألت أبي عنه فقال: كان شيخا كذابا"[1]. حافظ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے حفص کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: یہ شیخ کذاب ہے۔

امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وحفص بن عمر هذا يحدث عن شعبة، ومِسْعَر، ومالك بن مِغْوَل، والأئمة بالبواطيل". [2] یہ حفص بن عمر، شعبہ، مِسعَر، مالک بن مِغوَل اور ائمہ کے انتساب سے باطل روایتیں نقل کرتا ہے۔

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "حفص بن عمر بن ميمون العدَني الملقب فرْخ يكنى أبا إسماعيل مولى علي بن أبي طالب رضي الله عنه ...".

ان کی بہت سی روایات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"وهذه الأحاديث عن الحكم بن أبان يرويها عنه حفص بن عمر العدَني، والحكَم بن أبان وإن كان فيه لين فإن حفص هذا ألين

[1] الجرح والتعديل: ٣/ ١٨٣، رقم: ٧٨٩، بمطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية- حيدر آباد دكن، ط: ١٣٧١ هـ.

[2] الضعفاء الكبير: ١/ ٢٧٥، رقم: ٣٣٩، ت: عبدالمعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية- بيروت، ط: ١٤١٨ هـ.

منه بكثير، والبلاء من حفْص لا من الحكَم"[1].

ان روایات کو "حکم بن ابان" سے نقل کرنے والے "حفص بن عمر العدنی" ہیں، اور حکم بن ابان اگرچہ ان میں "لین" (ہلکی جرح) ہے، لیکن حفص میں ان سے زیادہ "لین" ہے، اور بلاء، حفص کی وجہ سے ہے نہ کہ "حکم" کی وجہ سے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے: "الکاشف"[2] میں لکھا ہے: "ضعّفوه،ق" (جرح)۔

ان کے حالات "تہذیب الکمال" میں بہت تفصیل سے موجود ہیں[3]۔

روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں ائمہ حدیث کا کلام

محدثین کی عبارتوں سے اس بات کی تعیین کرنا مشکل ہے کہ مذکورہ روایت میں "حفص بن عمر العدنی" سے کونسا حفص مراد ہے۔ ابن میمون یا کوئی اور؟ ابن میمون کے بارے میں جرح کے اقوال بہ نسبت العدنی کے شدید ہیں۔ اور العدنی کے بارے میں بھی جرح بہر حال موجود ہے، نیز محدثین کی ایک جماعت نے سند میں مذکور حفص کے بارے میں صریح لفظوں میں کہا ہے کہ یہ حفص کذاب ہے، اور اس روایت کو حفص کے کذاب ہونے کی تصریح کے ساتھ ساتھ شدید ضعیف، من گھڑت بھی کہا ہے۔

ذیل میں چند ایسی کتابوں کے نام لکھے جائیں گے، جن میں یہ روایت حفص کی سند کے ساتھ منقول ہے، اور روایت کے حکم میں حفص کو کذاب کہا ہے۔

① "فيه حفص كذاب، كذا في الذيل"[4]. (المصنوع، تالیف ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ)

---

[1] الكامل في الضعفاء: ۲ /۳۸۵، رقم: ۵۰۸/ ۱۳۹ ت: يحيى مختار غزاوي، دار الفكر – بيروت، ط: ۱۴۰۹ هـ.

[2] الكاشف: ۱/ ۳۴۲ رقم: ۱۱۵۹، ت: محمد عوامة، دار القبلة للثقافة الإسلامية – جدة، ط: ۱۴۱۳ هـ.

[3] تهذيب الكمال: ۷/ ۴۲، رقم: ۱۴۰۵ ت: بشار عواد معروف، مؤسسة الرسالة – بيروت، ط: ۱۴۰۰ هـ.

[4] المصنوع: ۱/ ۱۸۳، رقم: ۳۳۵، ت: عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية – حلب، ط: ۱۴۱۴ هـ.

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام پر شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے۔

② "فيه حفص كذاب"[1]. (تذکرۃ الموضوعات، تالیف علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ)

③ "في إسناده كذاب"[2]. (الفوائد المجموعۃ، تالیف علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ)

④ " (نع) من حديث ابن عباس و فيه حفص ابن[كذا في الأصل] عمر العدني "[3]. (تنزیہ الشریعۃ، تالیف حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ)

⑤ "قال في الذيل: في إسناده حفص كذاب"[4].
(کشف الخفاء، تالیف علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ)

⑥ "قال في الذيل: في إسناده حفص كذاب"[5].
(الاسرار المرفوعۃ، تالیف ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ)

⑦ "حفص كذبه يحيى بن يحيى النيسابوري، وقال البخاري: منكر الحديث"[6]. (ذیل اللآلی، تالیف علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

اہم فائدہ:

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے "معرفة أنواع علوم الحديث"[7] میں یمن کی "اوہی

---

[1] تذكرة الموضوعات.ص:١٩، كتب خانه مجيديه– ملتان.

[2] الفوائد المجموعة:٣٦٥/٢ رقم:٨٩٠/٣٩، ت: رضوان جامع رضوان، مكتبة نزار مصطفى الباز– الرياض ط: ١٤١٥هـ.

[3] تنزيه الشريعة المرفوعة: كتاب العلم، الفصل الثالث، ١ / ٢٧٢ ، دارالكتب العلمية–بيروت، ط الثانية: ١٤٠١هـ.

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ حفص بن عمر کے بارے میں مقدمہ میں لکھتے ہیں: "حفص بن عمر العدني عن أبي الزناد كذّبه يحيى بن يحيى النيسابوري" (١ / ٥٤).

[4] كشف الخفاء:١/ ٢٩٥ رقم:٢٤٩٤،ت:يوسف بن محمود، مكتبة العلم الحديث – جدة، ط: ١٤٢١هـ

[5] الأسرار المرفوعة:رقم:٤٩٠، ص:٣٣١، ت:محمد بن لطفي الصباغ، المكتب الإسلامي– بيروت، ط:١٤٠٦هـ.

[6] ذيل اللآلي:ص:١١٤، ت: زياد النقشبندي الأثري، ،دار ابن حزم–بيروت، الطبعة الأولى ١٤٣٢هـ.

[7] معرفة علوم الحديث:ص:٥٧، دار الكتب العلمية –بيروت،الطبعة الثانية: ١٣٩٧هـ.

الاسانید" (سب سے بڑھ کر واہی سند) حفص بن عمر العدنی عن الحکم بن ابان عن عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو قرار دیا ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "الموقظة"[1] میں "مطروح" (یعنی شدید ضعیف روایت) کی مثالوں میں حفص بن عمر العدنی عن الحکم بن ابان عن عکرمہ کو ذکر کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کا حکم

سابقہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ محدثین کی ایک جماعت نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جانب منسوب مذکورہ روایت کو شدید ضعیف وموضوع قرار دیا ہے، چنانچہ یہ روایت اس سند کے ساتھ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے۔

(۳) روایت حضرت معاویہ بن حَیْدَہ قُشَیری رضی اللہ عنہ (جَدّ بَہز بن حکیم) روایت کا مصدرِ اصلی

امام عبد الکریم بن محمد الرافعی القزوِینی رحمۃ اللہ علیہ "التدوين في تاريخ قزوِين"[2] میں لکھتے ہیں:

"العـراقي بن طاهر الـملاحي، سمع أبا مـنصور محمد بـن الحسين المُقَوَّمِي وفي مسموعه منه، ثنا أبو الفتح الراشدي، ثنا عبد الرحمن بن محمد الإدريسي بسمرقند، حدثني القاسم بن محمد بن سعيد الشاشي، ثنا حمدان بن أحمد الشَاوْغَرِي، ثنا الفضل بن العباس المَرْوَزِي، ثنا مكي بن إبراهيم، عن بَهْز بن حكيم، عن أبيه، عن جده

[1] الموقظة:ص:٣٤،ت:عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية – بيروت،الطبعة الثامنة: ١٤٢٥هـ

[2] التدوين في أخبار قزوين:٣/٣٠٧، ت: عزيز الله العطاري ط: دار الكتب العلمية –بيروت، ١٤٠٨هـ.

رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

من استقبل العلماء فقد استقبلني، ومن زار العلماء فقد زارني، ومن جالس العلماء فقد جالسني، ومن جالسني فكأنما جالس ربي".

ترجمہ: حضرت معاویہ بن حَیدَہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے علماء کا استقبال کیا اس نے میرا استقبال کیا، جس نے علماء کی زیارت کی اس نے میری زیارت کی، جس نے علماء کی ہم نشینی اختیار کی اس نے میری ہم نشینی اختیار کی، اور جس نے میری ہم نشینی اختیار کی تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی ہم نشینی اختیار کی۔

سند کے راویوں کے بارے میں ائمہ رجال کا کلام

(۱) العراقي بن طاهر المَلاحِي

امام عبد الکریم بن محمد قزوینی رحمۃ اللہ علیہ نے "التدوين في تاريخ قزوين"[1] میں ان کے بارے میں سکوت کیا ہے، نہ جرح ذکر کی ہے نہ تعدیل، ان کے ترجمے کے تحت صرف یہی روایت ذکر کی ہے۔

(۲) أبو منصور محمد بن الحسين المُقَوِّمِي (المتوفى بعد ٤٨٤ ھ)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "سير أعلام النبلاء"[2] میں فرماتے ہیں: "الشيخ صدوق". (تعدیل)

(۳) المحسن بن الحسن بن عبد الله أبو الفتح الراشدي القَزْوِيني

امام عبد الکریم بن محمد قزوینی رحمۃ اللہ علیہ نے "التدوين في تاريخ قزوين"[3]

---

[1] التدوين في أخبار قزوين: ٣/ ٣٠٧، ت: عزيز الله العطاري، دار الكتب العلمية –بيروت، ١٤٠٨هـ.

[2] سير أعلام النبلاء: ١٨/ ٥٣٠، رقم: ٢٧١. ت: شعيب الأرنؤوط، محمد نعيم العرقسوسي، مؤسسة الرسالة– بيروت، ط: ١٤٠٥هـ.

[3] التدوين في أخبار قزوين: ٤/ ٦٤، ت: عزيز الله العطاري، دار الكتب العلمية –بيروت، ١٤٠٨هـ.

میں موصوف کے بارے میں لکھا ہے: ”من الشيوخ المكثرين جمعا وكتبة وسماعا وسفرا ...“. یہ ان شیوخ میں سے ہے جن کا شمار کثرت سے روایات کے جمع، کتابت، سماعت کرنے والوں میں، نیز ان روایات کے لئے سفر کرنے والوں میں ہوتا ہے ....“۔ اس کے بعد موصوف کی روایات ذکر کیں، کوئی جرح یا تعدیل نقل نہیں کی ہے۔

(٤)عبد الرحمن بن محمد الإدريسي (المتوفى ٤٠٥ ھ)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ”تذکرۃالحفاظ“[1] میں فرماتے ہیں: ”الحافظ، الإمام، المصنف، أبوسعد محدث سمرقند، الّف تاريخها و تاريخ إسْتِرَابَاذ وغير ذلك“. (تعدیل)

(٥)القاسم بن محمد بن سعيد الشاشي

ان کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

(٦)حمدان بن أحمد الشَاوْغَرِي

ان کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

(٧)الفضل بن العباس المَرْوَزِي

ان کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

مکی بن ابراہیم بلخی، بہز بن حکیم بن معاویہ بن حیدہ، اور حکیم بن معاویہ بن حیدہ کے بارے میں ائمہ رجال نے تعدیلی کلمات ذکر کیے ہیں۔

روایت حضرت معاویہ بن حَیْدَہ قُشَیری رضی اللہ عنہ کا حکم

آپ جان چکے ہیں کہ حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ سند میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک کل دس(۱۰)راوی ہیں، جس میں ہماری جستجو کے مطابق تین راویوں، یعنی شاشی، شَاوْغَرِی اور مَرْوَزِی کے حالات کتبِ تاریخ ورجال میں

[1] تذكرة الحفاظ:٣/١٧٦، ت: زكريا عميرات،دارالكتب العلمية –بيروت،ط: ١٤١٩هـ.

نہیں ملتے، اور امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے دو راویوں عراقی الملاحی اور ابو الفتح راشدی کا ترجمہ اپنی کتاب "التدوين في تاريخ قزوين" میں قائم کیا ہے، لیکن خود عراقی و راشدی کے بارے میں سکوت کیا ہے، یعنی جرح یا تعدیل نہیں کی۔

سند کا حال جان لینے کے بعد ہم یہ بات دہرانا ضروری سمجھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول زیرِ بحث روایت کو محدثین کرام کی ایک جماعت یعنی حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ صاف لفظوں میں شدید ضعیف، من گھڑت کہہ چکے ہیں، اس خاص تناظر میں کہ حدیث کے متن کو جزماً شدید ضعیف، من گھڑت کہا گیا ہے، حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے منقول مذکورہ سند اس متن کو ضعفِ شدید سے نکالنے میں قاصر ہے، کیونکہ اصول حدیث کی رو سے سند میں تین مجہول اور دو مسکوت عنہ راوی کی موجودگی اگرچہ روایت کو شدید ضعیف نہیں بناتی، بلکہ روایت عام طور پر "محض ضعیف" ہوتی ہے، لیکن جب یہ متنِ حدیث محدثین کی وسیع نظر کے باوجود ابن عباس اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم کی سندوں کے ساتھ شدید ضعیف، من گھڑت کہلایا جا چکا ہے تو ایسے متن کو کسی ایسی سند سے ثابت نہیں کہا جا سکتا جو تین مجہول اور دو مسکوت عنہ راوی پر مشتمل ہو، چنانچہ معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ کی سند سے منقول مذکورہ متن کا حکم وہی برقرار رہے گا جس کی صراحت محدثین کر چکے ہیں، حاصل یہ رہا کہ زیر بحث روایت بسندِ معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا درست نہیں۔

تحقیق کا خلاصہ

ما قبل میں آپ تفصیل سے جان چکے ہیں کہ زیر بحث روایت کی تینوں

سندیں فن اصول حدیث اور ائمہ حدیث کی تصریح کے مطابق ساقط الاعتبار، شدید ضعیف ہیں، اور محدثین کرام (حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ) صراحت کے ساتھ متن حدیث پر ضعفِ شدید اور وضع کا حکم لگاتے رہے ہیں، اور ان تین سندوں میں ایک بھی ایسی نہیں جس سے متنِ حدیث ثابت کہلایا جاسکے، چنانچہ روایت کے ساقط الاعتبار، شدید ضعیف ثابت ہو جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کا انتساب درست نہیں ہے، واللہ اعلم۔
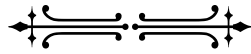
روایت نمبر:⑨

روایت: ”عن عائشة قالت: بينا رأس رسول الله صلى الله عليه وسلم في حِجري ليلة ضاحية إذ قلت: يا رسول الله! هل يكون لأحد من الحسنات عددُ نجوم السماء؟ قال: ” نعم عمر“. قلت: فأين حسنات أبي بكر؟ قال: ”إنما جميع حسنات عمر كحسنة واحدة من حسنات أبي بكر“.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ روشن رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میری گود میں تھا، اس دوران میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا کسی شخص کی ستاروں کی تعداد کے برابر نیکیاں ہو سکتی ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ہاں عمر کی “۔میں نے عرض کیا: پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں کہاں گئیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عمر کی تمام نیکیاں ابو بکر کی ساری نیکیوں میں سے ایک نیکی کے برابر ہے“۔

حکم: شدید ضعیف، بیان نہیں کرسکتے، محدثین کی ایک جماعت نے اسے صراحتاً من گھڑت کہا ہے۔

یہ روایت استقراءً چار (۴) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے:

① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

② حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

③ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ

④ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

روایتِ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

روایت کا مصدرِ اصلی

ما قبل متنِ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، اس متن کو علامہ خطیب تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تالیف "مشكاة المصابيح"[1] میں بحوالہ رَزِین نقل کیا ہے، "مشکاۃ المصابیح" میں لفظِ رَزِین سے مراد یہ ہے کہ یہ روایت حافظ رزین رحمۃ اللہ علیہ کی "كتاب التجريد" میں موجود ہے، واضح رہے کہ یہ کتاب تاحال دستیاب نہیں۔ اسی طرح حافظ ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ نے "جامع الأصول"[2] میں یہ روایت ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کی ہے، نقل روایت کے بعد تخریج میں بیاض (خالی جگہ) ہے، اس لئے اس کی سند پر بھی اطلاع نہیں ہو سکی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ روایت خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مسنداً ذکر کی ہے، واضح رہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت جسے خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے مذکورہ بالا متن سے الفاظ میں کچھ مختلف ہے، البتہ مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

روایتِ تاریخ بغداد

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "بُرَيه بن محمد بن بُرَيه"[3] کے ترجمے میں اس روایت کو ذکر کیا ہے، آپ فرماتے ہیں:

"أخبرنا أخو الخلال [يعني الحسن بن محمد] من أصل كتابه،

---

[1] مشكاة المصابيح: باب مناقب أبي بكروعمر رضي الله عنهما ص:١٧١١، رقم:٦٠٥٩، ت: ناصر الدين الألباني، المكتب الإسلامي - بيروت، ط:١٣٩٩هـ.

[2] جامع الأصول:٨/ ٦٣٢، رقم:٦٤٦٦، ت: عبد القادر الأرنؤوط، مكتبة دار البيان- بيروت، ط:١٣٩٢هـ.

[3] تاريخ بغداد: ذكر مفاريد الأسماء في هذا الباب، ٧/ ٦٤٣، رقم:٣٥٣١، ت: بشار عواد دار الغرب الإسلامي - بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

قال: حدثني أبو القاسم بُرَيْه بن محمد بن بُرَيْه البغدادي البَيِّع بجُرجان، قال: حدثنا إسماعيل بن محمد الصَفَّار، قال: أخبرنا أحمد بن منصور الرَمَادي، قال:أخبرنا عبد الرزاق بن همام،قال: أخبرنا معمر بن راشد، عن الزهري، عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة قالت:

كانت ليلتي من رسول الله صلى الله عليه و سلم، فلما ضمّني وإياه الفراشُ نظرت إلى السماء، فرأيت النجوم مشتبكة، فقلت: يا رسول الله! في هذه الدنيا رجل له حسنات بعدد نجوم السماء؟ فقال: ”نعم“، قلت: من؟ قال: ”عمر وإنه لَحسنة من حسنات أبيك“.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک رات جب میری باری تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہم بستر پر لیٹ گئے، میں نے آسمان میں ستاروں کو دیکھا اور کہا: اے اللہ کے رسول! کیا کوئی شخص دنیا میں ایسا بھی ہے جس کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ہاں“، میں نے کہا کون؟ فرمایا: ”عمر، اور وہ تمہارے والد کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے“۔

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ”تاریخ دمشق“[1] میں مذکورہ روایت کو اپنی سند سے تخریج کیا ہے۔

روایتِ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ائمہ فن حدیث کا کلام

(۱) حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ نقل روایت سے پہلے لکھتے ہیں:

”بُرَيْه بن محمد بن بُرَيْه أبو القاسم البَيِّع سكن جرجان وحدث بها عن إسماعيل بن محمد الصَفَّار أحاديث باطلة موضوعة“.

---

[1] تاريخ دمشق: عبد الله يقال عتيق بن عثمان، ۳۰/ ۱۲۲، ت: عمر بن غرامه العمري،دارالفكر- بيروت، ط:۱٤۱٥هـ.

بُرَیہ بن محمد بن بُرَیہ ابو قاسم بیع جرجان میں سکونت پذیر ہوا، اور جرجان میں بُرَیہ، اسماعیل بن محمد صفار سے باطل، من گھڑت روایات نقل کرتا تھا۔

اس کے بعد مذکورہ زیر بحث روایت نقل کرکے لکھتے ہیں: ”وفي كتابه بهذا الإسناد أحاديث منكرة المتون جدا“. بُرَیہ کی اس کتاب [جس کتاب کا ماقبل میں ذکر گزرا ہے] میں اس سند (یعنی حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ سند) کے ساتھ بے انتہا منکر متون کی روایات ہیں۔

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ”تاریخ دمشق“[1] میں روایت بسندِ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

اسی طرح حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اللآلي المصنوعة“[2] میں اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے ”تنزيه الشريعة“[3] میں مذکورہ روایت بسندِ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

۲- حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ ”العلل المتناهية“[4] میں مذکورہ روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: ”هذا حديث لا يصح، وكل رواته ثقات ما خلا بُرَيْه“. یہ حدیث ”لا یصح“ ہے، بُرَیہ کے علاوہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ آگے حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کیا ہے۔

---

[1] تاريخ دمشق: عبد الله يقال عتيق بن عثمان، ۳۰/ ۱۲۲، ت: عمر بن غرامه العمري، دارالفكر- بيروت، ط:۱٤۱٥هـ.

[2] اللآلي المصنوعة: ص:۲۷۹، دار الكتب العلمية- بيروت، ط: ۱٤۱۷هـ.

[3] تنزيه الشريعة: باب الفضائل، الفصل الأول، ۱/ ۳٤٦، رقم:۱٤، ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الكتب العلمية-بيروت، ط:۱٤۰۱هـ.

[4] العلل المتناهية: باب فضل عمر بن الخطاب، ۱/ ۱۹٤، رقم:۳۰۲، ت: خليل الميس، دار الكتب العلمية -بيروت، ط:۱٤۰۳هـ.

(۳) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "میزان الاعتدال"[۱] میں بُرَیہ کو "کذاب مُدبِر" کہنے کے بعد لکھا ہے کہ اسی نے یہ روایت (یعنی زیرِ بحث روایت) گھڑی ہے، اور آگے "بُرَیہ بن محمد" کے متعلق خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "لسان المیزان"[۲] میں "بُرَیہ بن محمد" کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

روایتِ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حکم

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (اکتفاءً علی قول الذہبی رحمۃ اللہ علیہ) نے نقل روایت کے بعد "بُرَیہ بن محمد" کو کذاب، روایت گھڑنے والا قرار دیا ہے، جس کا بے غبار نتیجہ یہی ہے کہ یہ محدثین کرام "بُرَیہ بن محمد" کی سند سے اس روایت کو من گھڑت فرما رہے ہیں۔

روایتِ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

مصدرِ اصلی

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ "فضائل الصحابة"[۳] میں لکھتے ہیں:

"حدثنا محمد، قثنا[كذا في الأصل]: الحسن بن عَرَفَة، قثنا: الوليد بن الفضل، قثنا: إسماعيل بن عبيد العِجْلِي، عن حماد بن أبي سليمان، عن إبراهيم النَخَعِي، عن علقمة بن قيس، عن عمار بن ياسر

[۱] ميزان الاعتدال: حرف الباء، ۱/۳۰۶، رقم: ۱۱۵۸، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة — بيروت، ط: ۱٤۰٦هـ.

[۲] لسان الميزان: حرف الباء، ۲/ ۲۷٤، رقم: ۱٤۲٦، ت: عبدالفتاح أبوغدة، دارالبشائرالإسلامية — بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۲۳هـ.

[۳] فضائل الصحابة: فضائل عمر بن الخطاب، ۱/ ٤۲۹، رقم: ٦۷۸، ت: وصي الله محمد عباس، دار العلم — جدة، ط: ۱٤۰۳هـ.

رضي الله عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم:

يا عمار! أتاني جبريل عليه الصلاة والسلام، فقلت: يا جبريل! حَدِّثْني بفضائل عمر بن الخطاب في السماء، فقال: يا محمد! لو حدثتك بفضائل عمر بن الخطاب في السماء مثل لبث نوح في قومه ألف سنة إلا خمسين عاما، ما نفِدتْ فضائل عمر، وإن عمر لَحسنة من حسنات أبي بكر".

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمار! ابھی میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے تھے، میں نے ان سے کہا: اے جبرئیل! مجھے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے آسمان میں (معروف) فضائل بیان کرو، جبرئیل علیہ السلام نے کہا: اے محمد! اگر میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے آسمان میں (معروف) فضائل آپ سے بیان کروں، تو ساڑھے نو سو سال (٩٥٠) جیسی مدت جس میں نوح علیہ السلام اپنی قوم میں رہے، گزر جائیں، لیکن عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل ختم نہ ہوں، اور بے شک عمر رضی اللہ عنہ، ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے"۔

دیگر مصادر

اسی طرح اس روایت کو حافظ ابو یعلی موصلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "مسند"[1] میں، حافظ محمد بن ہارون الرویانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "مسند"[2] میں، امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "معجم الأوسط"[3] میں، حافظ ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ نے "اللطيف لشرح

---

[1] مسند أبي يعلى: مسند عماربن ياسر، ٣/ ١٧٩، رقم: ١٦٠٣، ت: حسين سليم أسد، دار المأمون للتراث – دمشق، ط: ١٤٠٤هـ.

[2] مسند الروياني: مسند عمار بن ياسر، ٢/ ٣٦٧، رقم: ١٣٤٢٠، أيمن علي أبو يماني، مؤسسة قرطبة – القاهرة، ط: ١٤١٦هـ.

[3] المعجم الأوسط: ٢/ ١٥٨، رقم: ١٥٧٠، ت: طارق بن عوض الله، دار الحرمين – القاهرة، ط: ١٤١٥هـ.

مذاهب أهل السنة"[1] میں، حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے "فضائل الخلفاء الراشدين"[2] میں، حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے "تاريخ دمشق"[3] میں، حافظ شیرویہ بن شہر داد رحمۃ اللہ علیہ نے "الفردوس بمأثور الخطاب"[4] میں، حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "العلل المتناهية"[5] میں، اور حافظ ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ نے "ذيل تاريخ بغداد"[6] میں اپنی اپنی سندوں سے تخریج کیا ہے، البتہ تمام سندیں "ولید بن فضل" پر مشترک ہو جاتی ہیں۔

روایت پر ائمہ رجال کا کلام

۱- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ موفق الدین ابن قدامہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے "المنتخب من العِلَل للخلاّل"[7] میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے بارے میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے:

"لا أعرف إسماعيل بن نافع، هذا حديث موضوع". میں (سند

---

[1] اللطيف لشرح مذاهب: ص: ۱۸۲، رقم: ۱۳۰، ت: عبد الله بن محمد البصيري، مكتبة الغرباء الأثرية– المدينة المنورة، ط: ۱٤۱٦ هـ.

[2] فضائل الخلفاء الأربعة وغيرهم: ص: ۷۹، رقم: ۷۰، ت: صالح بن محمد القعيل، دارالبخاري– المدينة المنورة، ط: ۱٤۱۷ هـ.

[3] تاريخ دمشق: عبد الله يقال عتيق بن عثمان، ۳۰/ ۱۲۲، رقم: ٦۱٤۰، ت: عمر بن غرامه العمري، دارالفكر– بيروت، ط: ۱٤۱٥ هـ.

[4] لفردوس بمأثور الخطاب: فصل، ٥/ ۳۸۳، رقم: ۸٤۹۹، ت: السعيد بن بسيوني زغلول، دار الكتب العلمية –بيروت، ط: ۱٤۰٦ هـ.

[5] العلل المتناهية: باب فضل عمر بن الخطاب، ۱ / ۱۹٥، رقم: ۳۰۳، ت: خليل الميس، دار الكتب العلمية –بيروت، ط: ۱٤۰۳ هـ.

[6] ذيل تاريخ بغداد: حرف العين، ۲/ ٥۰، رقم: ۳۰٥، ت: قيصرفرح، دار الكتاب العربي– بيروت، ط: ۱۳۹۱ هـ.

[7] المنتخب من العلل: فضائل أصحاب، ص: ۱۹٦، رقم: ۱۰۸، ت: أبو معاذ طارق بن عوض الله، دار الرأية–الرياض، الطبعة الأولى: ۱٤۱۹ هـ.

میں موجود) اسماعیل بن نافع (یعنی اسماعیل بن عبید بن نافع) کو نہیں جانتا، یہ حدیث موضوع ہے۔

۲- حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ "کتاب العلل"[۱] میں اپنے والد ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں: "هذا حديث باطل موضوع، اضرب عليه". یہ روایت باطل، من گھڑت ہے، اسے اسی پر دے مارو۔

(۳) حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ "العلل المتناهية"[۲] میں مذکورہ روایت لکھنے کے بعد، حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں:

"كان يروي المناكير التي لا يشك أنها موضوعة" یہ ولید (سند میں موجود راوی) مناکیر روایت کرتا تھا، بلاشبہ یہ تمام روایات من گھڑت ہیں۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "العلل المتناهية" میں نقل روایت کے بعد حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور "الموضوعات"[۳] میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول لکھا ہے۔

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "اللآلي المصنوعة"[۴] میں روایت ہذا بسند عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

---

[۱] علل الحديث لابن أبي حاتم:٦ /٤٥٨، رقم:٢٦٦٥، ت:خالد بن عبدالرحمن، مكتبة الملك الفهد- الرياض، ط:١٤٢٧هـ .

[۲] العلل المتناهية: باب فضل عمر بن الخطاب،١/ ١٩٤، رقم:٣٠٣، ت: خليل الميس، دار الكتب العلمية - بيروت،ط:١٤٠٣هـ .

[۳] كتاب الموضوعات: باب في فضل عمر بن الخطاب،١/ ٣٢١، ت: عبدالرحمن محمد عثمان،المكتبة السلفية- المدينة المنورة،ط:١٣٨٦هـ .

[۴] اللآلي المصنوعة:فضائل عمربن الخطاب، ص:٢٧٧، دار الكتب العلمية- بيروت، ط: ١٤١٧هـ .

۴- امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"لم يرو هذا الحديث عن حماد إلا إسماعيل تفرد به الوليد"[۱].

اس روایت کو حماد سے صرف اسماعیل نے نقل کیا ہے، اور اسماعیل سے نقل کرنے میں ولید متفرد ہے۔

۵- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "ميزان الاعتدال"[۲] میں پہلے "ولید بن فضل" کے ترجمہ میں سابقہ حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا، پھر لکھتے ہیں:

"هو الذي حديثه في جزء ابن عَرَفَة عن إسماعيل بن عبيد: أن عمر حسنة من حسنات أبى بكر. وإسماعيل هالك، والخبرباطل".

یہ ولید وہ شخص ہے جس کی حدیث "جزء ابن عَرَفہ" میں ہے، جس میں یہ ولید، اسماعیل بن عبید سے اس روایت کو نقل کرتا ہے: "بے شک عمر رضی اللہ عنہ، ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے"، اسماعیل ہالک (جرح شدید) ہے اور یہ خبر باطل ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح "تلخيص الموضوعات"[۳] میں بھی مذکورہ روایت کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔

۶- حافظ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ "مجمع الزوائد"[۴] میں روایت ذکر کرنے

---

[۱] المعجم الأوسط:۲/۱۵۸، رقم:۱۵۷۰، ت: طارق بن عوض الله، دار الحرمين –القاهرة، ط:۱٤۱۵ هـ.

[۲] ميزان الاعتدال:حرف الواو، ۱/ ۲۳۸، رقم:۹۱۳، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة– بيروت، ط: ۱٤۰٦ هـ.

[۳] تلخيص الموضوعات: ص:٤۷، رقم:۲۲۳، ت:ياسر بن إبراهيم، دار الرشد – الرياض، ط:۱٤۱۹ هـ.

[۴] مجمع الزوائد:كتاب المناقب، ۹/٦۷، رقم:۱٤٤۳۲، ت:عبدالله محمد الدرويش، دار الفكر– =

کے بعد لکھتے ہیں:

"رواہ أبو یعلی والطبراني في الکبیر والأوسط، وفیه الولید بن الفضل العَنَزي، وهو ضعیف جدا". اس روایت کو ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "معجم کبیر"، "اوسط" میں نقل کیا ہے اور اس میں ولید بن فضل عَنَزِی ہے جو شدید ضعیف ہے۔

۷- علامہ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"من حدیث عمار بن یاسر، وفیه إسماعیل بن عبید بن نافع البصري"[1]. یہ روایت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے نقل کی جاتی ہے، اس (کی سند میں) میں اسماعیل بن عبید بن نافع بصری ہے۔

واضح رہے کہ صفا ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے "تنزیه الشریعة"[2] کے مقدمہ میں اسماعیل کو وضاعین، کذابین، متہم بالکذب جیسے راویوں میں شمار کیا ہے۔

۸- حافظ محمد بن درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ محمد بن درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ نے "أسنی المطالب"[3] میں (قطع نظر کسی خاص سند کے) لکھا ہے:

"قال ابن الجوزي: کل حدیث فیه أن عمر حسنة من حسنات أبي بکر فهو موضوع". ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے: ہر وہ حدیث جس میں یہ ہے: "بے شک عمر رضی اللہ عنہ، ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے"۔ وہ موضوع ہے۔

= بیروت، ط:١٤٠٤هـ.

[1] تنزیه الشریعة:باب الفضائل، الفصل الأول،١/ ٣٤٦، رقم:١٤، ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الکتب العلمیة–بیروت ،ط:١٤٠١هـ.

[2] تنزیه الشریعة:حرف الالف،١/ ٣٩، رقم:٢٩٥، ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الکتب العلمیة–بیروت ،ط:١٤٠١هـ.

[3] أسنی المطالب:ص: ٣٤٤، دار الکتب العلمیة–بیروت، ط: ١٤١٨هـ.

واضح رہے کہ یہی بات حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمائی ہے، اور حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے(تفصیل آگے آرہی ہے)۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سند میں موجود راوی "ولید بن فضل" اور "اسماعیل بن عبید" کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال تفصیل سے لکھے جائیں، تاکہ روایت کا فنی حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

ابو محمد ولید بن فضل عَنَزِی بغدادی پر ائمہ رجال کا کلام

حافظ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ "الجرح والتعدیل"[1] میں فرماتے ہیں: "سمعت أبي يقول: هو مجهول". میں نے اپنے والد سے سنا کہ یہ ولید مجہول ہے۔

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ "المجروحین"[2] میں فرماتے ہیں: "شيخ يروي عن عبدالله بن إدريس وأهل العراق المناكير التي لا يشك من تبحر في هذه الصناعة أنها موضوعة، لا يجوز الاحتجاج به بحال إذا انفرد".

"شیخ" ہے، عبداللہ بن ادریس اور اہل عراق سے مناکیر روایت کرتا تھا، صناعتِ حدیث میں مہارت رکھنے والے کو اس میں شبہ نہیں ہوسکتا کہ یہ تمام مناکیر من گھڑت ہیں، جب یہ کسی روایت میں متفرد ہو تو اس کی روایت سے احتجاج کسی حال میں جائز نہیں۔

واضح رہے کہ مذکورہ سند میں ولید متفرد ہے، جیسا کہ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی صراحت کی ہے۔

---

[1] الجرح والتعديل: ٩/ ١٣، رقم: ٥٧، دار الكتب العلمية–بيروت، الطبعة الأولى: ١٣٧٢ هـ.

[2] المجروحين: باب الواو، ٣/ ٨٢، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة–بيروت، ط: ١٤١٢ هـ.

حافظ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ "معرفة التذكرة" [1] میں ایک دوسری روایت:
"إن أبا بكر وعمر من الإسلام بمنزلة السمع والبصر" کے تحت لکھتے ہیں:
"فيه الوليد بن الفضل، كان يضع الحديث". اس میں ولید بن فضل ہے جو روایت گھڑتا تھا۔

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ "كتاب الضعفاء" [2] میں فرماتے ہیں:
"الوليد بن الفضل العَنَزي عن الكوفيين الموضوعات". ولید بن فضل عَنَزِی کوفیین سے موضوعات نقل کرتا تھا۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "الضعفاء والمتروكين" [3] میں حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "ميزان الاعتدال" [4] میں ولید بن فضل کے ترجمہ میں ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "قلت: هو الذي حديثه في جزء ابن عرفة عن إسماعيل بن عبيد:أن عمر حسنة من حسنات أبى بكر. وإسماعيل هالك، والخبرباطل".

یہ ولید وہ شخص ہے جس کی حدیث "جزء ابن عَرَفہ" میں ہے، جس میں یہ ولید، اسماعیل بن عبید سے اس روایت کو نقل کرتا ہے: "بے شک عمر رضی اللہ عنہ، ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے"، اسماعیل ہالک (جرح شدید) ہے اور یہ خبر باطل ہے۔

---

[1] معرفة التذكرة:حرف الف،ص:۱۱۹، رقم:۲٤۹، مير محمد كتب خانه–كراچي.

[2] كتاب الضعفاء:باب الواو،ص: ۱۵۷،رقم:۲٦۳، ت: فاروق حمادة،دارالثقافة – قاهره ، الطبعة الأولى: ۱٤۰۵هـ.

[3] الضعفاء والمتروكين:۳/ ۱۸٦،رقم:۳٦٦۳، ت:عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۰٦هـ.

[4] ميزان الاعتدال:حرف الواو، ٤/ ۳٤۳،رقم:۹۳۹٤، ت:علي محمد البجاوي، دار المعرفة– بيروت، ط: ۱٤۰٦هـ.

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "لسان المیزان"[1] میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کرنے کے بعد سابقہ حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی نقل کیا ہے۔

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ "تنزیه الشریعة"[2] کے مقدمہ میں ولید کو وضاعین میں شمار کرتے ہیں۔

اسماعیل بن عبید بن نافع عجلی بصری

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لا أعرف إسماعيل بن نافع، هذا حديث موضوع"[3]. میں (سند میں موجود) اسماعیل بن نافع کو نہیں جانتا، یہ حدیث موضوع ہے۔

ابو الفتح ازدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "هو ضعيف"[4].

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "الضعفاء والمتروکین"[5] میں اسماعیل کے بارے میں ازدی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "المغني في الضعفاء"[6] میں ازدی رحمۃ اللہ علیہ کے

---

[1] لسان الميزان: من اسمه وليد،٦/ ٢٢٥،رقم:٧٩٧، ت:عبدالفتاح أبوغدة،دارالبشائرالإسلامية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.

[2] تنزيه الشريعة:حرف الواو، رقم:٨، ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الكتب العلمية– بيروت، ط:١٤٠١هـ.

[3] المنتخب من العلل: فضائل أصحاب،ص:١٩٦، رقم:١٠٨، ت: أبو معاذ طارق بن عوض الله، دار الرأية– الرياض،الطبعة الأولى:١٤١٩هـ.

[4] الضعفاء والمتروكين:١/ ١١٧، رقم:٣٩٨، ت:عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى:١٤٠٦هـ.

[5] الضعفاء والمتروكين:١/ ١١٧، رقم:٣٩٨، ت:عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى:١٤٠٦هـ.

[6] المغني في الضعفاء:حرف الواو،٢/ ٣٨٧،رقم:٦٨٧٩، ت: نورالدين عتر، دار إحياءالتراث العربي– بيروت، ط:١٩٨٧م.

قول پر اکتفاء کیا ہے، اور ”المغني“ ہی میں ولید بن فضل کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:
”... وإسماعيل هالك“. ... اور اسماعیل ”ہالک“ ہے (شدید جرح)۔
حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ”لسان المیزان“[1] میں مذکورہ بالا ائمہ کے کلام پر اکتفاء کرتے ہیں اور آگے لکھتے ہیں:

”وقد فرق الأزدي بين إسماعيل بن عبيد البصري، فقال: يروي عن القاسم بن غُصْن وبين إسماعيل بن عبيد العِجْلِي، فذكر له حديث عمر المذكور، وقال: لا أعرفه، والظاهر أنهما واحد“.

ازدی رحمۃ اللہ علیہ نے اسماعیل بن عبید بصری اور اسماعیل بن عبید عِجْلی کے درمیان فرق کیا ہے، اسماعیل بصری کے بارے میں کہا ہے یہ قاسم بن غُصن سے روایت نقل کرتا ہے اور اسماعیل عِجْلی کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث ذکر کی اور کہا ہے: میں اسے (اسماعیل عِجْلی کو) نہیں پہچانتا۔ (حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) بظاہر یہ دونوں ایک ہیں۔

روایتِ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا حکم

حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ سند سے منقول اس روایت کو صاف لفظوں میں من گھڑت اور باطل کہا ہے۔ نیز حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ولید کی جانب وضع حدیث کی نسبت (اس حدیث کے علاوہ کسی دوسرے مقام پر) کی ہے، الغرض اس سند سے بھی یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے۔

[1] لسان الميزان: من اسمه اسماعيل، ۱۴۷/۲، رقم: ۱۲۰۱، ت: عبدالفتاح أبوغدة، دارالبشائر الإسلامية – بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ هـ.

روایتِ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ

روایت کا مصدرِ اصلی

روایت بسند ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، حافظ ابو الحسن محمد بن احمد بغدادی المعروف بابن سمعون رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۳۸۷ھ) نے تخریج کی ہے، جیساکہ "أمالي ابن سمعون"[1] میں ہے، آپ فرماتے ہیں:

"حدثنا أبو بكر محمد بن يونس المقرئ، حدثنا محمد بن هشام، حدثنا داود بن سليمان، حدثنا خازم بن جَبَلَة، عن أبيه، عن جده، عن أبي سعيد رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لجبريل عليه السلام:

أيها الروح الأمين! حدثني بفضائل عمر ـ رضي الله عنه ـ عندكم في السماء؟ قال: يا محمد! لو مكثت معك ما مكث نوح في قومه ألف سنة إلا خمسين عاما، ما حدثتك بفضيلة واحدة من فضائل عمر، وإن عمر لحسنة من حسنات أبي بكر ـ رضي الله عنهما ـ".

ترجمہ گذر چکا ہے۔

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے "تاريخ دمشق"[2] میں اسی روایت کو اپنی سند سے ذکر کیا ہے۔

---

[1] أمالي ابن سمعون: ص:۲۷۳،رقم:۳۰۰،ت:عامرحسن صبري،دار البشائر الإسلامية – بيروت،ط: ۱٤۲۳هـ .

[2] تاريخ دمشق:عمربن الخطاب،۱۳۸/٤٤،رقم:۹٦۱۱، ت: عمر بن غرامه العمري،دارالفكر – بيروت، ط:۱٤۱٥هـ .

روایت پر ائمہ رجال کا کلام

۱- حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "اللآلي المصنوعة"[1] میں روایت بسندِ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"وبالجملة أصحها إسنادا حديث عمار، ومع ذلك قال الذهبي في الميزان: إنه خبر باطل".

[یہ روایت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی سند سے تھی] اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس روایت کی "اصح سند" حدیث عمار رضی اللہ عنہ ہے [اس کی تفصیل گذر چکی ہے] اُسے [یعنی روایت مذکورہ کی سب سے بہتر سندِ عمار رضی اللہ عنہ کو] بھی حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "میزان" میں باطل روایت کہا ہے [چنانچہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق مذکورہ روایت بسند ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بطریق اولی باطل ہے]۔

۲- علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ "تنزيه الشريعة"[2] میں اس روایت کی سندوں کو بیان کرتے ہوئے، روایت بسندِ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"والثاني من طريق داود بن سليمان، قال الأزدي: خراساني ضعيف جدا، وفيه غيره ممن ينظر في حاله". اور دوسری سند داؤد بن سلیمان [خراسانی] کے طریق سے ہے، ازدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خراسانی "ضعيف جدا" (شدید جرح) ہے، اور اس سند میں جو دوسرے راوی ہیں ان کے حال کو بھی دیکھ لیا جائے۔

روایت بسندِ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ میں موجود داؤد بن سلیمان کے بارے میں ائمہ رجال کا کلام ملاحظہ ہو:

---

[1] اللآلي المصنوعة: ص: ۲۷۹، دار الكتب العلمية- بيروت، ط: ۱٤۱۷ هـ.

[2] تنزيه الشريعة: باب الفضائل، الفصل الأول، ۱/ ۳٤٦، رقم: ۱٤، ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الكتب العلمية- بيروت، ط: ۱٤۰۱ هـ.

داؤد بن سلیمان الخُراسانی الخوّاص کے بارے میں ائمہ رجال کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "میزان الاعتدال"[1] اور "المغني"[2] میں فرماتے ہیں:
"قال الأزدي: ضعيف جدا، خراساني". ازدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خراسانی "ضعیف جدا" (شدید جرح) ہے۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ "الضعفاء والمتروكين"[3] میں فرماتے ہیں:
"قال الأزدي: ضعيف جدا". ازدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خراسانی "ضعیف جدا". (شدید جرح) ہے۔

"تاریخ بغداد" میں حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسری روایت بطریق امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرکے داؤد بن سلیمان کے بارے میں امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں: "تفرد به داود بن سليمان، وهو شيخ لا بأس به"[4].
اس روایت میں داؤد بن سلیمان متفرد ہے، اور وہ "شيخ لا بأس به" ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "لسان الميزان"[5] میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر کردہ حافظ ازدی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

روایت بسندِ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ میں موجود ایک دوسرے راوی خازم بن جَبَلَہ کے بارے میں اقوال ملاحظہ ہوں:

---

[1] ميزان الاعتدال: حرف الدال، ٢/ ٨، رقم:٢٦٠٩، ت:علي محمد البجاوي، دار المعرفة- بيروت، ط: ١٤٠٦هـ.

[2] المغني في الضعفاء:١/ ٣١٧، رقم:١٩٩٣، ت: نورالدين عتر، دار إحياءالتراث العربي- بيروت، ط: ١٩٨٧م.

[3] الضعفاء والمتروكين:١ /٢٦٣،رقم:١١٤٨، ت:عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٦هـ.

[4] تاريخ بغداد:١٣/ ٥٢٩،رقم:٦٤٠٦،علي بن محمد بن علي الثقفي، ت: دكتور بشار عوّاد،دار الغرب الإسلامي - بيروت،ط: ١٤١٢هـ.

[5] لسان الميزان: من اسمه داود،٣/ ٣٩٨،رقم:٣٠٢٦، ت:عبدالفتاح أبوغدة،دارالبشائرالإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.

خازم بن جَبَلَة بن ابو نَضْرَہ عَبْدِی کے بارے میں کلام

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "لسان المیزان"[1] میں لکھتے ہیں: " قال محمد بن مَخْلَد الدُوْري: لا يكتب حديثه". محمد بن مَخْلَد دُوْرِی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ ان کی حدیثیں نہیں لکھی جائیں گی۔

روایتِ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا حکم

آپ دیکھ چکے ہیں کہ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت مذکورہ سند سے نقل کرکے سند پر عدمِ اعتماد کا ذکر کیا ہے (تفصیل گذر چکی ہے) اس لئے یہ روایت اس سند کے ساتھ بھی رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا درست نہیں ہے، واللہ اعلم۔

روایتِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ دمشق"[2] میں لکھتے ہیں:

"أخبرنا أبو غالب بن البنّا، أنا أبو محمد الجوهري، أنا أبو الحسن الدارَقُطْنِي، نا أبو عبيد القاسم بن إسماعيل بن المَحَامِلِي، نا أحمد بن داود بن يزيد بن مَاهَان أبو يزيد السَخْتِيَاني، نا يحيى بن أحمد الكوفي لقيته ببَلْخَ، أنا شريك، عن منصور، عن إبراهيم، عن علقمة، عن عثمان قال: هبط جبريل على النبي صلى الله عليه وسلم فقال له النبي صلى الله عليه وسلم: يا جبريل! أخبرني بفضائل عمر في السماء قال:

لو مكثتُ ما مكث نوح في قومه ألف سنة إلا خمسين عاما،

---

[1] لسان الميزان: حرف الخاء، ۳/ ۳۱۲، رقم: ۲۸٤۹، ت: عبدالفتاح أبوغدة، دارالبشائر الإسلامية — بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣ هـ.

[2] تاريخ دمشق: عبد الله يقال عتيق بن عثمان، ۳۰/ ۱۲۲، ت: عمر بن غرامه العمري، دارالفكر – بيروت، ط: ١٤١٥ هـ.

ما استطعت أن أصف فضائل عمر في السماء، وأن عمر حسنة من حسنات أبي بكر".

ترجمہ گذر چکا ہے۔

اہم فائدہ:

نقل روایت کے بعد حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ روایتِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بعد، روایتِ عمار بن یاسر (گذر چکی)، اور روایتِ عائشہ رضی اللہ عنہا (گذر چکی ہے) لے کر آئے ہیں، بالکل آخر میں (سند عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذکر کرنے کے بعد) لکھتے ہیں:

"قال الخطيب: وفي كتابه - يعني بُرَيْه بن محمد- بهذا الإسناد أحاديث منكرة المتون جدا".

بُرَیہ کی اس کتاب [جس کتاب کا ما قبل میں ذکر گزرا ہے] میں اس سند (یعنی حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ سند) کے ساتھ بے انتہا منکر متون کی روایات ہیں۔

سند کے راویوں کے بارے میں ائمہ رجال کا کلام

(۱)أبو غالب بن البَنَّاء أحمد بن الحسن بن أحمد (المتوفى ٥٢٧هـ)

موصوف کو حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "ثقہ" کہا ہے[1]۔

(۲)أبو محمد الحسن بن علي بن محمد الجَوْهَرِي (المتوفى ٤٥٤هـ)

موصوف کو حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے "ثقہ" کہا ہے[2]۔

---

[1] سير أعلام النبلاء: ١٩/٦٠٣، رقم: ٣٥٢، ت: شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة –بيروت، ط: ١٤٠٢هـ.

[2] سير أعلام النبلاء: ١٨/٦٨، رقم: ٣٠، ت: شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة –بيروت، ط: ١٤٠٢هـ.

(٣)أبوالحسن علي بن عمر الدارَقُطْنِي (المتوفى ٣٨٥هـ)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ الإسلام"[1] میں فرماتے ہیں: " الحافظ المشهور صاحب المصنفات".

(٤)أبوعبيد القاسم بن إسماعيل بن المَحَامِلِي (المتوفى ٣٢٣هـ)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ الإسلام"[2] میں فرماتے ہیں: "كان ثقة".

(٥)أبو يزيد أحمد بن داؤد بن يزيد بن مَاهَان السَخْتِيَانِي

ان کے بارے میں حافظ عسقلانی، حافظ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں: "ليس بقوي يعتبر به" (جرح). نیز انہی کے بارے میں امام حاکم ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں: "لا بأس به"[3].

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كان ثقة" (تعدیل)[4].

(٦)يحي بن أحمد الكوفي

ان کے بارے میں تلاش کے باوجود کلام نہیں مل سکا۔

یحی بن احمد کوفی کے بعد سند میں موجود راوی شریک، منصور، ابراہیم اور علقمہ کا ثقہ ہونا مشہور ہے۔

آپ دیکھ چکے ہیں کہ یحی بن احمد کوفی کے علاوہ سند کے تمام راویوں کے بارے میں تعدیل و توثیق موجود ہے، یحی بن احمد کوفی کا ترجمہ مجھے نہیں مل سکا،

---

[1] تاريخ الإسلام:٢٧/ ١٠١، ت: عمر عبدالسلام تدمري، دار الكتاب العربي- بيروت، ط:١٤١٤هـ .

[2] تاريخ الإسلام:حرف القاف،٢٤/ ١٣٥،رقم:١٤١، ت: عمر عبدالسلام تدمري، دار الكتاب العربي- بيروت، ط:١٤١٤هـ .

[3] لسان الميزان: حرف الالف،١ /٤٥٧،رقم:٥٠٣، ت: عبدالفتاح أبوغدة، دارالبشائرالإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى:١٤٢٣هـ.

[4] لسان الميزان: حرف الالف،١ /٤٥٧،رقم: ٥٠٣، ت: عبدالفتاح أبوغدة، دارالبشائرالإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى:١٤٢٣هـ.

لیکن واضح رہے کہ مذکورہ متن بسند عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہمیں ائمہ محدثین کے اقوال نہیں مل سکے، مذکورہ متن بسند عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ میں "أن عمر حسنة من حسنات أبي بكر" (عمر رضی اللہ عنہ، ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایک نیکی ہے) موجود ہے، اور حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ محمد بن درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ محمد بن خلیل رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ پر مشتمل روایت (قطع نظر کسی خاص سند کے) کو جزماً "موضوع" کہا ہے، چنانچہ مذکورہ متن بسندِ عثمان بن عفان بھی ان حضرات محدثین کے نزدیک من گھڑت ہے، ذیل میں اسے تفصیل سے لکھا جائے گا۔

"أن عمر حسنة من حسنات أبي بكر" ان الفاظ پر مشتمل روایت کا عند المحدثین من گھڑت ہونا

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ "المنار المنيف في الصحيح والضعيف"[1] میں ایک فصل: "مما وضعه جهلة المنتسبين إلى السنة في فضائل الصديق رضي الله عنه". (وہ روایات جسے جاہل سنیوں نے فضائل صدیق رضی اللہ عنہ میں گھڑ رکھا ہے) قائم کی، اس کے تحت مذکورہ روایت کو (بغیر کسی سند) کے موضوع روایت میں شمار کیا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے "الأسرار المرفوعة"[2] میں حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے، یعنی کوئی تعاقب نہیں کیا۔

علامہ محمد بن خلیل بن ابراہیم مشیشی رحمۃ اللہ علیہ "اللؤلؤ المرصوع"[3]

---

[1] المنار المنيف: فصل،ص:١١٥،رقم:٢٤٥،ت: عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية- حلب،ط:١٤٠٣هـ .

[2] الأسرار المرفوعة: فصل، ص:٤٧٦، ت: محمد الصباغ، مؤسسة الرسالة- بيروت،ط:١٣٩١ هـ .

[3] اللؤلؤ المرصوع:ص:١٥٠، رقم:٤٤٤، ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية- بيروت،ط: ١٤١٥هـ .

میں مذکورہ روایت کے بارے (قطع نظر کسی خاص سند کے) کے بارے میں فرماتے ہیں: "موضوع".

حافظ محمد الحوت رحمۃ اللہ علیہ "أسنی المطالب"[1] میں فرماتے ہیں:

"قال ابن الجوزي: كل حديث فيه أن عمر حسنة من حسنات أبي بكر فهو موضوع". ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: ہر وہ حدیث جس میں یہ ہے: "أن عمر حسنة من حسنات أبي بكر". وہ موضوع ہے۔

روایتِ عثمان بن عفان کا حکم

زیرِ تحقیق روایت کو مذکورہ سند کے ساتھ بھی مندرجہ بالا ائمہ کی تصریح کے مطابق (قطع نظر کسی خاص سند کے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

پوری تحقیق کا خلاصہ اور روایت کا حکم

آپ حضرات تحقیق میں ملاحظہ کر چکے ہیں کہ مذکورہ روایت کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ نور الدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (اکتفاءً علی قول الذہبی رحمۃ اللہ علیہ)، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ ان تمام محدثین نے خاص سندوں سے، نیز حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (اکتفاءً علی قول ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ)، علامہ محمد بن خلیل مشیشی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ محمد بن درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ نے مطلقاً متن روایت کو من گھڑت، شدید ضعیف کہا ہے، چنانچہ ان تمام ائمہ کی ان تصریحات کی روشنی میں مذکورہ روایت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے، واللہ اعلم۔

---

[1] أسنى المطالب: ص: ٣٤٤، دار الكتب العلمية–بيروت، ط: ١٤١٨هـ.

روایت نمبر:⑩

روایت: ”من امتشط قائما ركبه الدين“.

ترجمہ: کھڑے ہو کر کنگی کرنے والا شخص مقروض ہو جاتا ہے۔

حکم: شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے، اسے محدثین کی ایک جماعت نے من گھڑت تک کہا ہے۔

روایت کے طرق

یہ تین طرق سے مروی ہے:

① ابو عبد اللہ احمد بن عبد اللہ ہروی، جویباری

② عمران بن سوّار

③ موسی بن سندی

پہلا طریق

ابو عبد اللہ احمد بن عبد اللہ ہروی، جویباری کا ہے۔

روایت کا مصدر

اس روایت کو حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الکامل“[1] میں، ابو عبد اللہ احمد بن عبد اللہ جُوَیْبَاری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

”قال السعدي ـ واسمه إبراهيم بن عبد الله بن يعقوب ـ الجُوزجاني أبو إسحاق يسكن دمشق، يحدث على المنبر: حدثنا أحمد بن حفص، حدثنا أحمد بن بَهْرَام، حدثنا أحمد بن عبد الله الهَرَوِي، عن أبي البَخْتَرِي، عن

[1] الكامل في ضعفاء الرجال: ١/ ٢٩١، رقم: ١٧، ت: عادل أحمد عبدالموجود، وعلي محمد معوض، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الأولى: ١٣٩٢هـ.

هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من امتشط قائما ركبه الدين".

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "کھڑے ہو کر کنگی کرنے والا شخص مقروض ہو جاتا ہے"۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

اس روایت پر حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، اور علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے کلام کیا ہے جو کہ حسب ذیل ہے۔

۱- حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

"وهذا الحديث منكر بهذا الإسناد، وقد حدث به عن أبي البَخْتَرِي، وأبو البَخْتَري لعله أشر منه"[۱]. یہ حدیث اس سند کے ساتھ منکر ہے، اس کو جُوَیبَاری نے ابو البختری سے روایت کیا ہے، شاید کہ ابو البختری اس (جُوَیبَاری) سے زیادہ برا ہے۔

۲- علامہ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"وأحمد هذا دجال، وأبو البَخْتَري هو وهب بن وهب القاضي كذاب، إلا أن هذا مما وضعه أحمد الجُوَيْبَاري هذا"[۲].

(سند میں موجود) یہ احمد جُوَیبَاری دجال ہے، اور ابو البختری یہ وہب بن وہب قاضی کذاب ہے، البتہ یہ روایت احمد جُوَیبَاری کی منجملہ من گھڑت روایات میں سے ہے۔

---

[۱] الكامل في ضعفاء الرجال: ١/ ٢٩١، رقم: ١٧، ت: عادل أحمد عبدالموجود، و علي محمد معوض، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الأولى: ١٣٩٢هـ.

[۲] ذخيرة الحفاظ: ٤/ ٢٢٢٧، رقم: ٥١٧٢، ت: عبدالرحمن الفريوائي، دار السلف-الرياض، ط: ١٤١٦هـ.

۳- علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"هذا حديث موضوع على رسول الله صلى الله عليه وسلم، وفى إسناده الهَرَوِي وهو الجويباري، وأبو البَخْتَرِي وهو وهب بن وهب، وهما كذابان وضاعان الحديث"[1].

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق من گھڑت ہے، اور اس کی سند میں ہَرَوِی ہے یہ جُوَیْبَاری ہے، اور (ایک دوسرا راوی) ابو البختری ہے وہ وہب بن وہب ہے، اور دونوں حدیث کو گھڑنے والے جھوٹے ہیں۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "اللآلي المصنوعة"[2] میں حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

۴- علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ "الفوائدالمجموعة"[3] میں نقل فرماتے ہیں:

"وهو موضوع". یہ (روایت) من گھڑت ہے۔

آپ جان چکے ہیں کہ محدثینِ کرام نے اس روایت پر کلام کرنے میں "جُوَیْبَاری" کو مدار بنایا ہے، یہ عند المحدثین مشہور کذاب ہے، ذیل میں اس کے بارے میں ائمہ رجال میں سے حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو ذکر کیا جائے گا، تاکہ حدیث کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

احمد بن عبد اللہ جُوَیْبَاری کا مختصر ذکر

"أحمد بن عبد الله الهَرَوِي يعرف بالجُوَيْبَارِي جُوبْار هَرَاة، ويعرف بسَتُّوق حدث عن جرير، والفضل بن موسى وغيرهما بأحاديث

---

[1] كتاب الموضوعات: باب ذم الامتشاط قائما، ٣/ ٥٤، ت: عبدالرحمن محمد عثمان، السلفية- المدينة المنورة، الطبعة الأولى:١٣٨٦هـ.

[2] اللآلي المصنوعة:كتاب الفضائل، ٢٢٧/٢، دار الكتب العلمية-بيروت، ط: ١٤١٧ هـ.

[3] الفوائد المجموعة: كتاب الخضاب، ١/ ٢٤٩ رقم:٥٧١، ت: رضوان جامع رضوان، نزار مصطفى الباز-الرياض.

وضعها عليهم، وكان يضع الحديث لابن كَرّام على ما يريده، وكان ابن كرّام يضعها في كتبه عنه، ويسميه أحمد بن عبد الله الشَيْبَاني"[1].

احمد بن عبد اللہ ہروی یہ جُوَیْبَاری سے معروف ہے، "جُوبَار"، "ہَرَات" کا علاقہ ہے، اور سَتُّوق سے (بھی) معروف ہے، یہ جریر، فضل بن موسی اور دیگر کی سند سے من گھڑت روایتیں بیان کرتا ہے، ابن کَرَّام کے لئے اس کی من پسند روایتیں گھڑتا ہے، ابن کَرَّام اپنی کتابوں میں اسی سے روایت گھڑتا ہے، اور اس کا نام احمد بن عبد اللہ شیبانی رکھتا ہے۔

ائمہ کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا حکم

پہلے طریق کے بارے میں حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، اور علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق یہ روایت اس سند کے ساتھ من گھڑت ہے۔

دوسرا طریق

دوسرا طریق عمران بن سوّار کا ہے۔

روایت کا مصدر

اس روایت کا مصدر اصلی نہیں مل سکا، البتہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "میزان الاعتدال"[2] میں اس طرح ذکر کیا ہے:

"عمران بن سَوَّار، عن أبي يوسف، عن هشام، عن أبيه، عن عائشة رضي الله عنها مرفوعا: من امتشط قائما ركبه الدين". **مذکورہ سند**

---

[1] الكامل في ضعفاء الرجال: ۲۹۱/۱، رقم: ۱۷/۱۷،ت: عادل أحمد عبدالموجود، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى: ۱۳۹۲هـ

[2] ميزان الاعتدال:حرف العين، عمران،۳/ ۲۳۸، رقم: ٦٢٨٩، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة-بيروت.

میں ابو یوسف نے سابقہ سند میں موجود ابوالبختری کی متابعت کی ہے، لیکن ابو یوسف سے نقل کرنے والا راوی "عمران بن سَوَّار" متہم ہے، تفصیل آگے آئے گی۔

روایت پر کلام

اس پر صرف حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ملا ہے، جس کو انہوں نے "میزان الاعتدال"[1] میں ذکر کیا ہے: "لعل هذا وضعه عمران". شاید اس (روایت) کو "عمران" نے گھڑا ہے۔

حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ نے "تنزيه الشريعة"[2] کے مقدمہ میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

تیسرا طریق

موسی بن سندی کا ہے۔

روایت کا مصدر

اس کو حافظ ابو القاسم حمزہ بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے "تاريخ جرجان"[3] میں، ام عبد الرحمن کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے، آپ فرماتے ہیں:

"وجدت بخط عمي أبي نصر أسهم بن إبراهيم السهمي، حدثنا أبو بكر محمد بن أحمد بن إسماعيل، حدثنا عبد الرحمن بن محمد بن علي بن زهير الجرجاني، حدثنا أبي، قال: حدثتني امرأتي، حدثنا موسى بن السندي، حدثنا وكيع، عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم:

"من امتشط قائما ركبه الدين".

---

[1] ميزان الاعتدال: حرف العين، عمران،۳/ ۲۳۸، رقم: ٦٢٨٩، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة- بيروت.

[2] تنزيه الشريعة: ۱/ ۹۲، ت: عبدالله الغماري،دار الكتب العلمية ـ بيروت ، ط: ١٤٠١ هـ.

[3] تاريخ جرجان: أم عبدالرحمن، ص: ٤٦٠، رقم: ١٠٢٤، دائرة المعارف- حيدر آباد دكن، الطبعة:١٣٦٩هـ.

قال أبو بكر محمد بن أحمد بن إسماعيل: قال الزهيري: فقلت لأمي: إن أبي حدثنا عنك وذكرت لها الحديث، فأخبريني بقصة هذا الحديث، فقالت: كان موسى بن السندي كثير الاختلاف إلى أبيك، فقصده يوما ليذهب معه في حاجة، فدعا أبوك بالمشط فامتشط وهو قائم، قال موسى بن السندي: حدثنا وكيع بهذا الحديث".

میں نے اپنے چچا ابو نصر اسہم بن ابراہیم بن سہمی کے خط میں پایا (وہ کہتے ہیں) ہم کو ابو بکر محمد بن احمد بن اسماعیل نے بیان کیا ہے، (وہ کہتے ہیں) ہم کو عبد الرحمن بن محمد جرجانی نے بیان کیا، (وہ کہتے ہیں) ہم کو میرے والد (محمد بن علی بن زہیر) نے بیان کیا، (وہ کہتے ہیں) مجھے میری بیوی نے بیان کیا، (وہ کہتی ہیں) ہم کو موسی بن سندی نے بیان کیا کہ ہم کو وکیع نے ہشام بن عروہ سے، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کھڑے ہو کر کنگی کی وہ مقروض ہو جائے گا۔

ابو بکر محمد بن احمد بن اسماعیل کہتے ہیں کہ زہیری (عبد الرحمن بن محمد) نے کہا میں نے اپنی والدہ سے پوچھا: میرے والد (محمد بن علی بن زہیر) نے آپ کے واسطے سے ہم کو حدیث بیان کی ہے، اور میں (عبد الرحمن بن محمد) نے اپنی والدہ سے پوری حدیث بیان کر دی، لہذا مجھے آپ اس حدیث کے بارے میں بتائیں، چنانچہ میری والدہ نے فرمایا: موسی بن سندی تمہارے والد کے پاس بہت زیادہ آیا جایا کرتے تھے، ایک دن (موسی) ان کے پاس آئے تاکہ ان کو کسی ضروری کام سے اپنے ساتھ لے جائیں، تمہارے والد نے کنگی منگوائی اور کھڑے ہو کر کنگی کرنے لگے، (یہ دیکھ کر) موسی بن سندی نے کہا: ہم سے وکیع نے یہ حدیث بیان کی (یعنی پوری سند بیان کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا)۔

روایت کے رجال پر ائمہ حدیث کا کلام

١-أبو نصر أسهم بن إبراهيم بن موسى السهمي (المتوفى ٣٦٠هـ)

یہ راوی حافظ حمزہ بن یوسف سہمی رحمۃ اللہ علیہ کے چچا ہیں، حافظ حمزہ سہمی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ جرجان" میں موصوف کا ترجمہ مدحیہ الفاظ میں نقل کیا ہے، ملاحظہ ہو:

" كان من صباه إلى وقت وفاته مشتغلا بالعلم والزهد والعبادة وكتب حديث رسول الله صلى الله عليه و سلم .... قال لي الشيخ أبو الحسن علي بن عمر الحافظ الدارَقُطني: لا أعرف من اسمه أسهم في جميع المحدثين إلا عمك أسهم بن إبراهيم هذا، وقد أثبت اسمه في كتابه الذي سماه المؤتلِف والمختلِف، روى عنه جماعة بجرجان ... "[1].

"اسہم بچپن سے انتقال تک حصولِ علم، زہد، عبادت اور کتابتِ حدیث میں مشغول رہے..."۔

٢- أبو بكر محمد بن أحمد بن إسماعيل بن خالد الصَرَّام الجُرْجَاني (المتوفى ٣٥٨هـ)

حافظ حمزہ بن یوسف سہمی رحمۃ اللہ علیہ[2] اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ[2] نے ان کا ترجمہ ذکر کر کے سکوت فرمایا ہے۔

٣- أبو سعيد عبد الرحمن بن محمد بن علي بن زُهير القرشي الجُرْجَاني (المتوفى ٣١٦هـ)

حافظ حمزہ بن یوسف سہمی رحمۃ اللہ علیہ[3] اور حافظ

---

[1] تاريخ جرجان: رقم: ٢٠٣، دائرة المعارف- حيدر آباد دكن، الطبعة: ١٣٦٩هـ.

[2] تاريخ جرجان: رقم: ٧٨٤، دائرة المعارف- حيدر آباد دكن، الطبعة: ١٣٦٩هـ

[3] تاريخ جرجان: ص: ٢١٩، رقم: ٤١٨، دائرة المعارف- حيدر آباد دكن، الطبعة: ١٣٦٩هـ.

ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا ترجمہ ذکر کر کے سکوت فرمایا ہے[1]۔

٤- أبو عبد الرحمن محمد بن علي بن زُهير القرشي الجُرْجَاني

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں "مستقیم الحدیث" فرمایا ہے[2]۔

اسی طرح حافظ حمزہ بن یوسف سہمی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں "نبیل" کہہ کر ذکر کیا ہے[3]۔

٥- أم عبدالرحمن امرأة محمد بن علي

ان پر حافظ حمزہ بن یوسف سہمی رحمۃ اللہ علیہ نے سکوت کیا ہے[4]، اور ان کا ترجمہ اس عنوان کے ساتھ قائم کیا ہے: "من عرف بالكنية، ولم أجد له اسما". جو کنیت سے معروف ہو اور نام نہیں مل سکا۔ واضح رہے کہ حافظ حمزہ بن یوسف سہمی رحمۃ اللہ علیہ نے زیرِ بحث روایت ام عبد الرحمن کے ترجمہ میں تخریج کی ہے۔

٦- أبو محمد موسى بن السندي الجُرْجَاني

انھیں حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الثقات"[5] میں ذکر کیا ہے۔

نیز حافظ حمزہ سہمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح ذکر کیا ہے: "وروي عن شبابة وإسماعيل بن حكيم، قال لنا عبد الله بن عدي الحافظ: هو ثقة. وقد كان محمد بن عمر بن العلاء الصيرفي إذا حدثنا عنه يقول: حدثنا أبو محمد موسى بن السندي السكاك الثقة، المأمون.انتهى"[6].

---

[1] تاريخ الإسلام: حرف الميم، ٢٣/ ٥١٩، ت: عمر عبدالسلام، دار الكتاب العربي – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٣٣هـ.

[2] كتاب الثقات: باب الميم، ٩/ ١٤٨، دائرة المعارف – حيدر آباد دكن.

[3] تاريخ جرجان: حرف الميم، ص: ٣٥٤، رقم: ٦٦٥، دائرة المعارف – حيدر آباد دكن، الطبعة: ١٣٦٩هـ.

[4] تاريخ جرجان: ص: ٤٦٠، رقم: ١٠٢٤، دائرة المعارف – حيدر آباد دكن، الطبعة: ١٣٦٩هـ.

[5] كتاب الثقات: باب الميم، ٩/ ١٦٩، دائرة المعارف – حيدر آباد دكن.

[6] تاريخ جرجان: من اسمه موسى، ص: ٤٢٦، رقم: ٩٣٥، دائرة المعارف – حيدر آباد دكن، الطبعة: ١٣٦٩هـ.

تحقیق کا خلاصہ اور روایت کا حکم

واضح رہے کہ "تاریخ جرجان" کی سند میں تین راوی (محمد بن احمد بن اسماعیل، عبد الرحمن بن محمد، ام عبد الرحمن) ایسے ہیں جن کے بارے میں ائمہ رجال نے سکوت کیا ہے، یعنی ان کے بارے میں جرح یا تعدیل منقول نہیں ہے، اور آپ یہ بھی جان چکے ہیں کہ روایت کے اس متن کو (دیگر سندوں سے) پانچ محدثین کرام من گھڑت کہہ چکے ہیں (یعنی حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ)، مکرر ملاحظہ ہو:

"یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق من گھڑت ہے۔ (حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ)

یہ من گھڑت ہے۔ (امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ)

شاید اس (روایت) کو عمران نے گھڑا ہے۔ (حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ)

"احمد دجال ہے، اور ابو البختری یہ وہب بن وہب قاضی کذاب ہے، البتہ یہ اس کو گھڑنے میں احمد جویباری کی طرح ہے"۔ (علامہ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ)

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ "جویباری" کے ترجمہ میں ان کو کذاب کہلانے کے بعد یہ روایت نقل کرکے لکھتے ہیں: "یہ حدیث اس سند کے ساتھ منکر ہے، اس کو ابو البختری سے روایت کیا ہے، شاید کہ ابو البختری اس (جویباری) سے زیادہ برا ہے"۔

حاصل یہ ہے کہ ایک ایسا متن جسے پانچ محدثین کرام (دیگر سندوں سے) صاف لفظوں میں من گھڑت کہہ چکے ہیں، اس کے ثبوت میں ایک ایسی سند (تاریخ جرجان) جس میں تین مسکوت عنہم راوی بھی ہوں، ہر گز کافی نہیں

ہو سکتی، چنانچہ محدثین کرام کی تصریح کے مطابق اس متن کے بارے میں سابقہ حکم برقرار رہے گا، یعنی یہ روایت شدید ضعیف ہے، اور اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں، واللہ اعلم۔

اہم فائدہ

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "الحاوي للفتاوِي"[1] میں اس روایت کو وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال میں ذکر کیا ہے۔
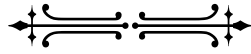
[1] الحاوي للفتاوي: ۲ / ۳۹، دار الکتب العلمية ـ بيروت.

روایتِ وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں: "فائدة: قال وهب رضي الله عنه من سرح لحيته بلا ماء زاد همه أو بماء نقص همه، ومن سرحها يوم الأحد زاده الله نشاطا، أو الاثنين قضى حاجته، أو الثلاثاء زاده الله رخاء، أو الأربعاء زاده الله نعمة، أو الخميس زاد الله في حسناته، أو الجمعة زاده الله سرورا، أو السبت طهر الله قلبه من المنكرات، ومن سرحها قائما ركبه الدين أو قاعدا ذهب عنه الدين بإذن الله تعالى."

روایت نمبر:⑪

روایت: ”إذاسلِم رمضان سلِمت السنة، وإذا سلِمت الجمعة سلِمت الأيام“.

اگر رمضان شریف ٹھیک رہا، تو پورا سال ٹھیک رہے گا، اور اگر جمعہ ٹھیک رہا تو پورا ہفتہ ٹھیک رہے گا۔

حکم: شدید ضعیف، بیان نہیں کرسکتے، بعض نے اسے صراحتاً من گھڑت کہا ہے۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ

یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دو مختلف سندوں کے ساتھ مروی ہے:

① روایت بطریق ابو خالد قُرشی

② روایت بطریق ابو مطیع بلخی

ذیل میں ہر ایک کو تفصیل سے لکھا جائے گا، اور آخر میں خلاصہ لکھا جائے گا۔

روایت بطریق ابو خالد قُرشی

حدیث کا مصدر

یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابو خالد قُرشی کے طریق سے مروی ہے، جس کو امام ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”حلية الأولياء“[1] میں ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو:

”حدثنا أبوبكر محمد بن حميد بن سهل، ثنا هارون بن علي، ثنا إبراهيم بن سعيد الجَوْهَرِي، ثنا أبوخالد القُرَشِي، عن سفيان الثوري، عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ:

[1] حلية الأولياء: ٧/ ١٤٠، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٩ هـ.

إذا سلِم رمضان سلِمت السنة، وإذا سلِمت الجمعة سلِمت الأيام. تفرد به إبراهيم عن أبي خالد القُرَشِي، ورواه يحيى بن سعيد عن الثوري".

ترجمہ: آپ ﷺ کا ارشاد ہے: اگر رمضان شریف (کا مہینہ اعمال کے اعتبار سے) ٹھیک رہا، تو پورا سال ٹھیک رہے گا، اور اگر جمعہ (کا دن اعمال کے اعتبار سے) ٹھیک رہا تو پورا ہفتہ ٹھیک رہے گا۔

(امام ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) یہ روایت ابو خالد قُرَشی سے نقل کرنے میں ابراہیم متفرد ہے، اور یحیی بن سعید نے یہ روایت ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے۔

مذکورہ روایت ابو خالد قُرشی عبد العزیز بن ابان کی سند کے ساتھ "شعب الإيمان"[1] میں بھی ہے۔

روایت پر ائمہ کا کلام

۱- حافظ عبد اللہ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام عبد اللہ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ ابو خالد قُرشی عبد العزیز بن ابان کے ترجمہ میں، اس سے پہلے ایک اور حدیث نقل کرنے کے بعد دونوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وهذان الحديثان عن الثوري باطلان، ليس لهما أصل، وإبراهيم بن سعيد يقول: أبوخالد القُرَشِي، ولايسميه لضعفه، وهو عبدالعزيزبن أبان، وله عن الثوري غيرماذكرت من البواطيل وعن غيره"[2].

---

[1] شعب الإيمان: ٥ /٢٨٥، رقم: ٣٤٣٤، ت: عبد العلي عبدالحميد حامد، مكتبة الرشد- رياض، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.

[2] الكامل في ضعفاء الرجال: ٥ /٢٨٨، ت: يحيى مختار غزاوي، دارالفكر -بيروت، الطبعة الثالثة: ١٤٠٩هـ.

یہ دو حدیثیں (جو موصوف نے کتاب میں ذکر کی ہیں اور ان میں ایک زیر بحث روایت ہے) امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں، یہ دونوں باطل ہیں ان کی کوئی اصل نہیں ہے، اور ابراہیم ابن سعید، ابو خالد قُرشی کہہ کر روایت نقل کرتے ہیں، ان کا نام نہیں لیتے، ان (ابو خالد) کے ضعیف ہونے کی وجہ سے، اور ابو خالد قرشی کا نام عبد العزیز بن ابان ہے، مذکورہ روایت کے علاوہ ثوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے ان کی اور (بھی) باطل روایات منقول ہیں۔

۲- علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"تفرد به عبدالعزيز، قال يحيى: هو ليس لبشيء، هو كذاب، يضع الحديث. وقال: محمد بن عبدالله بن نُمَيْر: هو كذاب"[1].

اس روایت کو نقل کرنے میں (سند میں موجود راوی) عبد العزیز (ابو خالد قرشی) متفرد ہے، جس کے بارے میں یحیی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ "ليس بشيء" (جرح) ہے، جھوٹا آدمی ہے اور حدیثیں گھڑتا ہے۔ نیز محمد بن عبد اللہ بن نُمَیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ جھوٹا آدمی ہے۔

۳- حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"رواه ابن عدي، و الدارقطني، و أبونعيم، و البيهقي و ضعفه عن عائشة، بل ذكره ابن الجوزي في الموضوعات"[2].

یہ روایت حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہم، اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے اور اس کو ضعیف قرار دیا ہے، بلکہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس کو موضوعات میں ذکر کیا ہے۔

---

[1] الموضوعات: ٢ /١٩٤،ت:عبد الرحمن محمد عثمان، ١٩٢/٢،مكتبة السلفية- المدينة المنورة، الطبعة الأولى: ١٣٨٦هـ.

[2] كشف الخَفَا:١ /١٠٩، رقم: ٢٤٥، ت: يوسف بن محمود الحاج أحمد، مكتبة العلم الحديث ـ دمشق،ط: ١٤٢١هـ.

۴- علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

"رواه الدارقطني عن عائشة مرفوعا، وفي إسناده عبدالعزيز بن أبان وهو كذاب، وقد أخرجه البيهقي في الشعب من طريقه ..."[1].

"یہ روایت دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً نقل کی ہے، اس کی سند میں عبدالعزیز بن ابان ہے جو کذاب (جھوٹا) ہے، بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "شعب الایمان" میں اس (عبدالعزیز بن ابان) کے طریق سے یہ روایت ذکر کی ہے ..."۔

۵- علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ "فيض القدير" میں اس روایت پر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام[2] کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "وهو عن الثوري باطل لا أصل له، ولما أورده ابن الجوزي في الموضوع تعقبه المؤلف بوروده من طرق، ولا تخلو كلها عن كذاب أو متهم بالوضع"[3].

اس روایت کو ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرنا باطل، بے اصل ہے، اور جب ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو موضوعات میں ذکر فرمایا تو مصنف (امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) نے کئی طرق ذکر کرکے ان (ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ) کا تعاقب کیا ہے، اور ان طرق میں (جو امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بطور تعاقب لائے ہیں) کوئی بھی طریق کذاب اور متہم بالوضع سے خالی نہیں ہے۔

زیر بحث روایت میں ائمہ رجال نے ابو خالد قُرَشی کو کلام کا مدار بنایا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابو خالد قُرَشی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال

---

[1] الفوائد المجموعة: ١/١٤٦، ت: رضوان جامع رضوان، مصطفي نزار- مكة المكرمة.

[2] امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا کلام آگے "روایت بطریق ابو مطیع بلخی" کے عنوان کے تحت مذکور ہے۔

[3] فيض القدير: حرف الألف، ١/٣٧٧، الرقم: ٦٨٥، دارالمعرفة - بيروت، الطبعة الثانية: ١٣٩١هـ.

تفصیل سے لکھے جائیں تاکہ روایت کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

ابو خالد قُرَشی عبد العزیز بن ابان (المتوفی ۲۰۷ھ) کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "میزان الاعتدال"[1] میں رقمطراز ہیں:

"قال أحمد بن حنبل: لما حدث بحديث المواقيت تركته، وقال يحيى: كذاب خبيث، حدث بأحاديث موضوعة، وقال أحمد: لايكتب حديثه، وقال البخاري: تركوه".

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب اس نے "مواقیت والی حدیث" بیان کی تو میں نے اس سے روایت لینا چھوڑ دیا۔ امام یحیی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ کذاب (جھوٹا)، خبیث ہے، من گھڑت روایتیں بیان کرتا ہے۔ احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس کی روایتیں نہیں لکھی جائیں گی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "ترکوہ" (شدید جرح)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ان ائمہ کے کلام کے بعد ابو خالد قُرَشی کی زیرِ بحث روایت بھی لائے ہیں۔

روایت بطریق ابو خالد قُرَشی پر ائمہ حدیث کے کلام کا خلاصہ اور حکم

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ، امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ ان سب حضرات نے روایت بسند ابو خالد قُرَشی کو من گھڑت، باطل اور شدید ضعیف کہا ہے، اس لئے یہ روایت اس سند کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا درست نہیں، واللہ اعلم۔

یہاں تک روایت کی تحقیق اس خاص سند کے اعتبار سے تھی جس میں ابو خالد قرشی عبد العزیز بن ابان، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے آرہے تھے، ذیل میں ابو خالد قرشی کے تابع (ابو مطیع بلخی) پر مشتمل سند و روایت کی تحقیق کی جائے گی۔

---

[1] ميزان الاعتدال: ٢/ ٦٢٢، رقم: ٥٠٨٢، ت: علي محمد البجاوي، دارالمعرفة - بيروت.

روایت بطریق ابو مطیع بلخی

"شعب الإیمان"[1] میں ابو مطیع حکم بن عبد اللہ بَلْخی نے ابو خالد قُرشی کی متابعت کی ہے، یعنی یہی روایت ابو مطیع بَلْخی نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے، ملاحظہ ہو:

"أخبرنا أبوعبدالله الحافظ، أنا أبوالطيِّب محمد بن عبدالله بن المبارك، حدثنا أحمد بن مُعاذ السُلَمِي، حدثنا سليمان بن سعد القُرَشِي، حدثنا أبو مُطِيع، حدثنا سفيان الثوري، عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ: إذا سلِم رمضان سلِمت السنة، وإذا سلِمت الجمعة سلِمت الأيام".

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: اگر رمضان شریف ٹھیک رہا، تو پورا سال ٹھیک رہے گا، اور اگر جمعہ ٹھیک رہا تو پورا ہفتہ ٹھیک رہے گا۔

روایت ابو مُطیع حکم بن عبد اللہ بلخی (المتوفی ۱۹۹ھ) پر ائمہ کا کلام

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ "شعب الإیمان" میں ابو مُطیع بَلْخی کی سند سے روایت نقل کرنے بعد لکھتے ہیں:

"قال الإمام أحمد رحمه الله: هذا لايصح عن هشام، وأبو مُطيع الحَكَم بن عبدالله البَلْخِي ضعيف، وإنما يعرف هذا الحديث من حديث عبدالعزيز بن أبان البَلْخِي أبي خالد القُرَشِي عن سفيان، وهو أيضا ضعيف بمرة".

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہشام سے اس حدیث کو بیان کرنا درست

[1] شعب الإيمان: ٥/ ٢٨٥، رقم: ٣٤٣٤، ت: عبد العلي عبدالحميد حامد، مكتبة الرشد- رياض، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.

نہیں، اور (اس حدیث کی سند میں) ابو مُطِیع بلخی ضعیف ہے، یہ حدیث دراصل ابو خالد قُرَشی عبد العزیز بن ابان عن سفیان سے مشہور ہے، جبکہ وہ (ابو خالد قُرَشی عبد العزیز بن ابان) بھی "ضعیف بمرة" (جرح) ہے۔

واضح رہے کہ "روایتِ حدیث" میں ابو مُطِیع بَلخی کے بارے میں ائمہ رجال میں سے امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ، امام جوز قانی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے جرح کے شدید صیغے استعمال کیے ہیں[۱، ۲، ۳]، اس لیے ابو مُطیع حکم بن عبد اللہ بَلخی کا ابو خالد قُرشی کی متابعت کرنا اس روایت میں مفید نہیں ہے[۴]۔

---

[۱] تاريخ الإسلام: ١٣/١٦٠، رقم: ٧٦، ت: عمر عبدالسلام تدمري، دار الكتاب الغربي - بيروت، الطبعة الأولى: ١٤١١ هـ.

[۲] تنزيه الشريعة: ١/٥٤، رقم: ٤٥، ت: عبدالله الغماري، دار الكتب العلمية ـ بيروت، ط: ١٤٠١ هـ.

[۳] لسان الميزان: ٣/ ٢٤٦، رقم: ٢٦٩١، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دارالبشائر الإسلامية ـ بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣ هـ.

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ موصوف فقہ میں بڑی شان رکھتے تھے، نیز حافظ عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، ابو مطیع بلخی کی دین وعلم کی وجہ سے تعظیم کرتے تھے، لیکن نقل روایت میں واہی تھے، عبارت ملاحظہ ہو: "تفقه به أهل تلك الديار، وكان بصيرا بالرأي علامة كبير الشأن، ولكنه واه في ضبط الأثر، وكان بن المبارك يعظمه ويجله لدينه وعلمه...".

[۴] **اہم فائدہ:** سابقہ دونوں طریق (یعنی سند ابو خالد قرشی اور سند ابو مطیع بلخی) میں "إذا سلم رمضان سلمت السنة" کے الفاظ کے ساتھ ساتھ "إذا سلمت الجمعة سلمت الايام" کے الفاظ گزرے ہیں، یہ الفاظ (إذا سلمت الجمعة سلمت الأيام) ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے، ذیل میں ضمناً اس سند و روایت کی تحقیق لکھی جا رہی ہے، حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ "حلية الأولياء" میں لکھتے ہیں:

"حدثنا محمد بن المُظَفَّر، ثنا العباس بن عمران الغَزِّي الكوفي، ثنا أحمد بن جَمْهُور القَرْقَسَانِي، ثنا علي بن المَدِيني، عن يحيى بن سعيد، عن سفيان الثوري، عن هشام بن عروة، عن أبيه عن عائشة قالت: سمعت رسول الله يقول: إذا سلمت الجمعة سلمت الأيام كلها، ومامن سهْل، ولاجبل، ولاشيء إلا ويستعيذ بالله من يوم الجمعة".(حلية الأولياء: ٧/١٤٠)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اگر جمعہ ٹھیک رہا تو پورا ہفتہ ٹھیک رہے گا، ہر نرم اور ہر پہاڑ جیسی سخت یعنی ہر چیز جمعہ کے دن اللہ کی پناہ مانگتی ہے۔

فائدہ: واضح رہے کہ "احمد بن جمہور" کی مذکورہ روایت میں "إذا سلم رمضان سلمت السنة" کے الفاظ نہیں، نیز سابقہ متن پر اضافہ بھی ہے، جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، یہ روایت بھی سفیان ثوری عن ہشام عن عروہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا مرفوعاً کے طریق سے ہے، سابقہ دونوں سندیں (سند ابو خالد قرشی اور سند ابو مطیع بلخی) بھی اسی (سفیان ثوری الی عائشہ رضی اللہ عنہا) طریق سے تھی۔

تحقیق کا خلاصہ

اس روایت کو (مختلف سندوں سے) حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ، امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے من گھڑت، باطل اور شدید ضعیف کہا ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے اس روایت کو بیان کرنا درست نہیں، واللہ اعلم۔
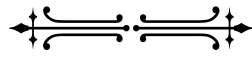
روایت پر ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"غريب من حديث الثوري، لم نكتبه إلا من حديث أحمد بن جمهور". (حلية الأولياء:۷/۱٤۰) ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث میں سے یہ روایت غریب (اصطلاحی لفظ) ہے، یہ روایت ہم نے صرف احمد بن جمہور سے لکھی ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

موصوف نے "اللآلي المصنوعة" (۸۸/۲) میں صاف لکھا ہے کہ اس روایت کی سند میں احمد بن جمہور "متهم بالكذب" ہے۔

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

".....ورواه أبونعيم في الحلية بإسناد آخر من غير طريقه فيه أحمد بن جمهور، وهو متهم بالكذب". (الفوائد المجموعة:۱٤٦/۱) "....اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے "حلية الأولياء" میں اس روایت کو طریق عبد العزیز بن ابان کے علاوہ ایک دوسری سند سے ذکر کیا ہے، جس میں احمد بن جمہور "متهم بالكذب" (شدید جرح) ہے"۔

زیر بحث سند میں ائمہ رجال نے احمد بن جمہور کو کلام کا مدار بنایا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ احمد بن جمہور کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو ذکر کیا جائے، تاکہ روایت کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

احمد بن جمہور کے بارے میں کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "ميزان الاعتدال" میں فرماتے ہیں: "أحمد بن جمهور الغَسَّاني شيخ متهم بالكذب". (ميزان الاعتدال: ۱/ ۸۸، رقم: ۳۲۳) احمد بن جمہور شیخ متهم بالکذب ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اس روایت میں موجود راوی احمد بن جمہور کو حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے متہم بالکذب کہا ہے، اس لئے اس روایت کو مذکورہ سند سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں، واللہ اعلم۔

روایت نمبر:⑫

روایت: "نوم العالم عبادة". عالم کا سونا بھی عبادت ہے۔

حکم: یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں، البتہ یہ مرفوع روایت (یعنی آپ ﷺ کا قول) درست ہے: "علم کے ساتھ سونا، جہالت کے ساتھ نماز پڑھنے سے بہتر ہے"۔ ذیل میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ

روایت کی تحقیق چار (۴) اجزاء پر مشتمل ہے:

① مصادرِ اصلیہ سے روایت کی تخریج

② روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

③ ائمہ حدیث کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا حکم

④ ایک دوسری ہم معنی روایت کی تحقیق اور اس کا حکم

روایت کے مصادر

زیرِ بحث روایت امام ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۳۸۶ھ) نے اپنی کتاب "قوت القلوب" میں اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "إحياء علوم الدين" میں بلا سند ذکر کی ہے، امام ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وقد رُوِّينا في خبر: نوم العالم عبادة ونفَسه تسبيح"[1]. ہم سے ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے: عالم کا سونا عبادت ہے، اور اس کا سانس لینا تسبیح ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "قال صلى الله عليه وسلم: نوم العالم

[1] قوت القلوب: الفصل الثالث عشر، كتاب جامع.....، ١/ ٦٣، ت: باسل عيون السود، دارالكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٧هـ.

عبادۃ، ونفَسه تسبیح"[1]. آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: عالم کا سونا عبادت ہے، اور اس کا سانس لینا تسبیح ہے۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۱- علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے "طبقات الشافعیة الکبری" میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں ان کی ان روایات کو جمع کیا ہے، جن کی کوئی سند امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کو نہ مل سکی، چنانچہ فصل کا عنوان اس طرح قائم کیا ہے:

"وهذا فصل جمعت فيه جميع ما وقع في كتاب الإحياء من الأحاديث التي لم أجد لها إسنادا"[2]. اس فصل میں، میں نے کتاب احیاء کی ان تمام احادیث کو جمع کیا ہے، جن کی سند مجھے نہیں ملی۔

اسی فصل کے تحت علامہ موصوف نے ایک طویل فہرست ذکر کی ہے، جس میں ہماری زیر بحث مذکورہ روایت بھی ہے۔

۲- حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"قلت: المعروف فيه الصائم دون العالم"[3]. میں کہتا ہوں اس روایت میں مشہور بجائے "عالم" کے "صائم" کا لفظ ہے۔

۳- ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"لا أصل له في المرفوع هكذا ..."[4]. مرفوعات (حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

---

[1] إحياء علوم الدين: ۱/ ۷۶۳، ت: محمد وهبي سليمان، دارالفكر - بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۲۷هـ.

[2] طبقات الشافعية: ٦/ ۲۸۷، ت: عبدالفتاح محمد الحلو، محمود محمد الطناجي، دار إحياء الكتب العربية ـ القاهرة، الطبعة: ۱۳۸۳هـ.

[3] إتحاف السادة: كتاب ترتيب الأوراد...، الباب الأول، ٥/ ٤٦۹، دارالكتب العلمية - بيروت، الطبعة الخامسة: ۱٤۳۳هـ.

[4] الأسرارالمرفوعة: ص: ۳٥۹، رقم:٥٦۷، ت: محمد بن لطيفي الصباغ، المكتب الإسلا مي ـ بيروت، الطبعة الثانية: ۱٤۰٦هـ. =

میں اس کی ''اصل'' اس طرح نہیں ہے ...''۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے چند سطر آگے زیرِ بحث روایت کے ہم معنی ایک دوسری روایت (عالم کا سونا، جاہل کی عبادت سے بہتر ہے) نقل کی ہے، جس کا ذکر آرہا ہے۔

۴- امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

''ورأيت السُّهْرَوَرْدي ساقه بلفظ: نوم العالم عبادة. فيحتمل أنها رواية، ويحتمل أن أحد اللفظين سبقُ قلم''[۱].

میں نے سُہرَوَرْدِی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا انہوں نے اس روایت (نوم الصائم عبادة) کو ''نوم العالم عبادة'' کے الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے، اب یہ احتمال ہے کہ یہ (نوم العالم عبادة بھی مستقل) ایک روایت ہو، اور یہ احتمال بھی ہے کہ ان دو لفظوں (الصائم اور العالم) میں سے ایک سبقت قلم کا نتیجہ ہو۔

۵- حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

''ذكره الغزالي في الإحياء حديثا في كتاب الأوراد بزيادة: ''ونفَسه تسبيح''. ولم يذكر له صحابيا، ولا مَخْرَجا، وكذا العراقي في تخريجه وإنما قال: المعروف فيه الصائم بدل العالم... ''[۲].

''اس روایت کو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ''احیاء'' کی کتاب الاوراد میں ''ونفَسه تسبيح'' کے اضافے کے ساتھ بطور حدیث ذکر کیا ہے، لیکن اس کو روایت کرنے والے کسی صحابی یا ماخذ کا کوئی ذکر نہیں فرمایا، اسی طرح عراقی رحمۃ اللہ علیہ

= ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ آخر میں لکھتے ہیں: ''ففي الجملة من كان عالما فنومه عبادة، لأنه ينوي به النَشاط على الطاعة، ومن هنا قيل: نوم الظالم عبادة، لأن تلك السِنَة عبادة بالنسبة إليه في ترك ظلمه''.

[۱] التيسير: حرف النون، ۲/ ٤٦٢، مكتبة الإمام الشافعي – الرياض، الطبعة الثالثة: ١٤٠٨هـ.

[۲] كشف الخفا: ۲/ ۳۹٤، رقم: ۲۸٦٥، ت: يوسف بن محمود، مكتبة العلم الحديث ـ دمشق، الطبعة: ١٤٢١هـ.

نے بھی اپنی تخریج میں اس کو ذکر کیا ہے، وہ (عراقی رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ اس روایت میں لفظ "عالم" کے بجائے لفظ "صائم" مشہور ہے ..."۔

۶- حافظ مرتضی زَبیدی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"ورواه أبو نعيم في الحلية من طريق كُرز بن عُميرة، عن الرَبيع بن خَيثم، عن أبي مسعود مرفوعا: "نوم العالم عبادة، ونفَسه تسبيح، ودعاءه مستجاب..."[1].

اس روایت کو ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے "حلیہ" میں "کرز بن عمیرۃ عن الربیع بن خیثم عن ابی مسعود" کی سند سے مرفوعاً (اس طرح) ذکر کیا ہے: "عالم کا سونا عبادت ہے، اس کا سانس لینا تسبیح ہے، اور اس کی دعاء مقبول ہے ..."۔

واضح رہے ہمیں تلاش بسیار کے باوجود اس حدیث (یعنی بالفاظ نوم العالم عبادة) کی کوئی سند نہ صرف "حلیۃ الاولیاء"، بلکہ دیگر مظان و مصادر میں بھی نہ مل سکی، واللہ اعلم۔

اہم تنبیہات

① علامہ زَبیدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث: "نوم العالم عبادة، ونفَسه تسبيح". حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے "حلیۃ الاولیاء" میں بسند "کرز بن عمیرۃ عن الربیع بن خیثم عن ابی مسعود" مرفوعاً ذکر کی ہے، جیسا کہ ماقبل میں ان کے کلام سے معلوم ہوا۔

"حلیۃ الاولیاء" میں اس سند کے ساتھ متن کے یہ الفاظ مذکور ہیں: "نوم الصائم عبادة، ونفَسه تسبيح، ودعاؤه مستجاب"[2]. نہ کہ وہ الفاظ

---

[1] إتحاف السادة المتقين: ٥/ ٤٧٠، دارالكتب العلمية ـ بيروت.

اس کے بعد حافظ مرتضی زَبیدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وقد يشهد للجملة الأولى ما رواه أبو نعيم في الحلية من حديث سلمان رضي الله عنه: نوم على علم خير من صلاة على جهل". اس حدیث سلمان رضی اللہ عنہ کا ذکر آرہا ہے۔

[2] حلية الأولياء: ٥/ ٨٣، دارالكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٩هـ.

جو علامہ زَبیدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائے ہیں [1]۔

(۲) علامہ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ نے سند ”كُرز بن عُميرة عن الرَبيع بن خَيْثَم عن أبي مسعود“ ذکر کی ہے، جیساکہ ماقبل میں ان کی عبارت سے واضح ہے۔

جبکہ ”حلية الأولياء“ میں سند ”كُرز بن وَبرة عن الرِبيع بن خَيْثَم عن ابن مسعود“ مذکور ہے، ملاحظہ ہو:

”حدثنا محمد بن الحسين بن محمد بن الحسين الجندي، قال: ثنا أبو زرعة أحمد بن موسى المكي، قال: ثنا علي بن حرب، قال: ثنا جعفر بن أحمد بن بَهْرَام، قال: ثنا علي بن الحسن، عن أبي ظَبْيَة، عن كُرز بن وَبرة، عن الرِبيع بن خَيْثَم، عن ابن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله

---

[1] چند اہم فوائد

”كشف الخفاء للعَجْلوني“ میں بھی ایک مقام پر اسی طرح پیش آیا ہے، حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث: ”نوم العالم عبادة، وصَمْته تسبيح، وعمله مضاعف، و دعائه مستجاب“ کو بحوالہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، جبکہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی ”شعب الإيمان“ میں یہ روایت ”نوم الصائم عبادة ...“ کے الفاظ سے ہے، اور یہی الفاظ (نوم الصائم عبادة ...) بحوالہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ نے ”كنز العمال“ میں نقل کیے ہیں، دیکھئے (كشف الخفاء: ٣٨٩/٢، رقم: ٢٨٣٩). قرین قیاس یہ ہے کہ حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ ”نوم العالم عبادة“ کے علاوہ روایت میں موجود دوسرے الفاظ کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب کررہے ہیں، واللہ اعلم۔

یہ بھی واضح رہے کہ ”الفردوس بمأثور الخطاب“ میں پہلے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ”نوم العالم عبادة، ونفسه تسبيح، وعمله مضاعف، و دعائه مستجاب، وذنبه مغفور“. نقل کی گئی ہے، پھر اس سے متصل دو روایتوں بعد حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ ہی سے یہ روایت ان الفاظ سے ذکر کی گئی ہے: ”نوم الصائم عبادة ونفسه تسبيح وعمله مضاعف و دعائه مستجاب وذنبه مغفور“. دیکھئے (الفردوس بمأثور الخطاب: ٢٤٧/٤، رقم: ٦٧٣١). اس کا اچھا حل وہی ہے جو امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت پر کلام کرتے ہوئے فرما چکے ہیں، یعنی: ”اب یہ احتمال ہے کہ یہ (نوم العالم عبادة بھی مستقل) ایک روایت ہو، اور یہ احتمال بھی ہے کہ ان دو لفظوں (الصائم اور العالم) میں سے ایک سبقت قلم کا نتیجہ ہو“۔ نیز آپ جان چکے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی روایت کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ”شعب الإيمان“ میں تین مختلف سندوں سے تخریج کیا ہے، اور تینوں جگہ ”نوم الصائم عبادة...“ کے الفاظ ہیں نہ کہ ”نوم العالم عبادة“. دیکھئے (شعب الإيمان: ٤٢١/٥، رقم: ٣٦٥٢).

اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے منقول اس روایت ”نوم الصائم عبادة ...“. کا فنی حکم بیان کرنا اس وقت ہمارا موضوع نہیں ہے، اس لئے اس سے یہاں بحث نہیں کی جارہی، واللہ اعلم۔

عليه وسلم: نوم الصائم عبادة، ونَفَسه تسبيح، ودعاؤه مستجاب"[1].

حاصل یہ رہا کہ علامہ زَبیدی رحمۃ اللہ علیہ کی بحوالہ "حلية الأولياء" ذکرکردہ سندو متن تصحیف پر مبنی ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ علامہ زَبِیدی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس موجود "حلية الأولياء" کا نسخہ سندو متن کے اسی تصحیف پر مشتمل ہو، واللہ اعلم۔

ائمہ اکرام رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا حکم

ائمہ سابقین کے کلام سے صراحۃً واشارۃً ثابت ہوا کہ یہ روایت (نوم العالم عبادة) سنداً ان الفاظ سے نہیں ملتی، حتی کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ صاف لفظوں میں فرمارہے ہیں کہ یہ روایت ان لفظوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، اس لئے اسے ان لفظوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

ہم معنیٰ روایت کی تحقیق اور اس کا حکم

روایت: "نوم على علم خير من صلاة على جهل". عالم کا سونا، جاہل کی عبادت سے بہتر ہے۔

روایت کا مصدر اصلی

یہ روایت امام ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے "حلية الأولياء"[2] میں تخریج کی ہے:

" ثنا عبد الله بن محمد، قال: ثنا عبد الرحمن بن الحسن، قال: ثنا أحمد بن يحيى الصوفي، قال: ثنا محمد بن يحيى الضَرِير، قال: ثنا جعفر بن محمد عن أبيه، عن إسماعيل، عن الأعمش، عن

[1] حلية الأولياء: ٥/ ٨٣، دارالكتب العلمية -بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٩هـ.

[2] حلية الاولياء: ٤/ ٣٨٥، دار الكتب العلمية ـ بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ.

أبي البَخْتَرِي، عن سلمان أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: نوم على علم خير من صلاة على جهل. كذا رواه الأعمش عن أبي البَخْتَرِي، وأرسله أبو البَخْتَري عن سلمان أيضا".

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: "عالم کا سونا، جاہل کی عبادت سے بہتر ہے"۔ (امام ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اس روایت کو (سند میں موجود) اعمش نے ابو البختری سے نقل کیا ہے، نیز ابو البختری نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مرسلاً نقل کیا ہے۔

یہ روایت امام خلال رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۳۹ھ) نے بھی تخریج کی ہے، دونوں سندیں "احمد بن یحیی صوفی" پر مشترک ہو جاتی ہیں[1]۔

ذیل میں سند میں موجود تمام راویوں کے حالات لکھے جائیں گے:

۱- أبو محمد عبد الله بن محمد بن جعفر المعروف بأبي الشيخ (المتوفى ۳٦۹ هـ)

ان کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "سير أعلام النبلاء" میں تعدیلی کلمات نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الإمام، الحافظ، الصادق، محدث أصبهان، أبو محمد عبد الله بن محمد بن جعفر بن حيان، المعروف بأبي الشيخ، صاحب التصانيف"[2].

۲- أبو محمد عبد الرحمن بن الحسن الضَرَّاب الأصبهاني (المتوفى ۳۰۹هـ)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "ثقة كبير ..."[3].

---

[1] ذكر من لم يكن عنده إلا حديث واحد: ت: أبو عبد الله الباري رضا بو شامة، دار ابن القيم ـ الرياض، الطبعة: ١٤٢٥ هـ.

[2] سير أعلام النبلاء: ٢٧٦/١٦، رقم: ١٩٦، ت: أكرم بوشي، موسسة الرسالة ـ بيروت.

[3] تاريخ الإسلام: ٢٣/ ٢١٣، رقم: ٣٣٨، ت: عمر عبد السلام تدمري، دار الكتاب العربي ـ بيروت،

٣- أحمد بن يحيى الصوفي

تفحص کتب سے معلوم ہوا کہ سند کے اس طبقہ میں " أحمد بن يحيى الصوفي " نام کے دو راوی ہیں:

① أحمد بن يحيى بن زكريا الأوْدِي أبو جعفر الكوفي الصوفي. (المتوفى ٢٦٤ هـ)

ان کو حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "ثقہ" کہا ہے۔[1]

② ابن الجَلاَّء أبو عبد الله أحمد بن يحيى البغدادي (المتوفى ٣٠٦هـ)

ان کے بارے حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: "القدوة، العارف، شيخ الشام"[2]. (کلمات تعدیل)

٤- محمد بن يحيى الضَرِير

اس نام سے ترجمہ نہیں مل سکا، البتہ امام خلال رحمۃ اللہ علیہ کی سند میں ان کی جگہ محمد بن یحیی بن ضریس لکھا ہے، اگر یہ ابن ضریس ہے تو ان کے بارے میں حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے "صدوق" کہا ہے[3]۔

٥- جعفر بن محمد

امام خلال رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے مطابق یہ جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب (المتوفی بعد ۱۴۸ھ) ہیں، جن کا ثقہ ہونا معروف ہے۔

الطبعة الأولى: ١٤٣٣هـ.

[1] الكاشف: ١/ ٢٠٤، رقم: ٩٧، ت: محمد عوامة، مؤسسة علوم القران - جدة.

[2] سير أعلام النبلاء: ١٤/ ٢٥١، رقم: ١٥٤، ت: أكرم البوشي، موسسة الرسالة - بيروت.

[3] الجرح والتعديل: باب من اسمه يحيى ٨/ ١٢٤، رقم: ٥٥٦، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الأولى: ١٣٧٢ هـ.

٦- أبوه محمد

امام خلال رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے مطابق محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (المتوفی بعد ۱۱۰ھ) ہیں، جن کا ثقہ ہونا معروف ہے۔

٧- إسماعيل

تفحص کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمش (جو کہ زیر بحث سند میں اسماعیل کے شیخ ہیں، اور جن کا ذکر آگے آرہا ہے) سے روایت لینے والے اسماعیل نامی سات[1] اشخاص ہیں، چونکہ سند میں اسماعیل کی ولدیت یا نسبت مذکور نہیں ہے (اور

---

[1] ہم امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنے والے اسماعیل نامی سات (۷) راویوں کے بارے میں ائمہ کا کلام مختصراً ذکر کر رہے ہیں، تاکہ کسی نہ کسی درجہ میں بات واضح ہوسکے:

١- أبو زياد إسماعيل بن زكريا الخُلْقَاني (١٩٤ هـ): حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "صدوق اختلف قول ابن معين فيه". صدوق ہے، ان کے بارے میں یحی بن معین رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال مختلف ہیں۔ (الکاشف: ١/٢٤٦، الرقم: ٣٢٥)

٢- أبوإسحاق إسماعيل بن أبان الغَنَوِي الخياط (٢١٠هـ): ان کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھے ہیں: " قال البخاري: متروك، تركه أحمد والناس، وقال أبوزرعة وأبوحاتم: ترك حديثه، وقال الجُوزجاني: ظهر منه الكذب، وقال النسائي: ليس بثقة". امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ متروک ہے، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے لوگوں نے ان کو ترک کیا ہے، ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ان کی حدیثیں متروک ہیں، اور جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ان سے جھوٹ صادر ہوا ہے، اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ ثقہ نہیں ہے۔ (تهذيب التهذيب: ١/ ١٣٨)

٣- إسماعيل بن إبراهيم الأحول أبو يحيى التَيْمِي الكوفي: ان کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "قال محمد بن عبدالله بن نمير: ضعيف جدا". محمد بن عبد اللہ بن نمیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے شدید ضعیف کہا ہے۔ (ميزان الاعتدال: ١/ ٢١٣، رقم: ٨٢٩)

٤- إسماعيل بن عَيَّاش بن سُليم العَنْسِي (١٨١ هـ): حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "قال يزيد بن هارون: مارأيت أحفظ منه، وقال دُحيم: هو في الشاميين غاية، و خلط عن المدنيين". میں نے ان سے بڑا ذہین کوئی نہیں دیکھا، دحیم رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ یہ شامی راویوں سے نقل کرنے میں پائے کے آدمی ہیں، البتہ مدینہ کے راویوں سے روایت کرنے میں انہیں خلط پیش آیا ہے۔ (الكاشف: ١/ ٢٤٩، رقم: ٤٠٠)

٥- إسماعيل بن مسلم المكي البصري: حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "وقال النسائي وغيره: متروك"... "نسائی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اسے متروک کہا ہے..."۔ (ميزان الاعتدال: ١/ ٢٤٨، رقم: ٩٤٥)

٦- إسماعيل بن أبي خالد الكوفي البَجَلِي (١٤٦ هـ): حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "الحافظ، الإمام الكبير.... كان محدث الكوفة في زمانه مع الأعمش، بل هو أسند من الأعمش". یہ حافظ، جلیل القدر امام ہیں ... اپنے زمانے میں امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کوفہ کے محدث تھے، بلکہ یہ اعمش رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر سند والے تھے۔ (سير أعلام النبلاء: ٦/ ١٧٦، رقم: ١٩٦)۔

دوسری طرف اسماعیل سے روایت لینے والے کی بھی تعیین نہیں ہو پا رہی) اس لئے اب یہاں یہ تعیین کرنا مشکل ہے کہ اعمش سے روایت کرنے والے یہ اسماعیل کون سے ہیں۔

پھر بعد میں امام خلال رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے معلوم ہوا کہ یہ اسماعیل بن ابی خالد ہے، جو حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق ”ثقہ“ ہیں[1]۔

٨- أبو محمد سليما ن بن مِهْرَان الأعمش (المتوفى ١٤٨هـ)

مشہور ثقہ راوی ہیں۔

٩- أبو البَخْتَرِي سعيد بن فِيْرُوز الطائي الكوفي (المتوفى ٨٢هـ)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں: ”قال حبيب بن أبي ثابت: كان أعلمنا و أفقهنا“[2]. وہ ہم میں زیادہ علم و فقہ والے تھے۔

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ”حلیہ“ میں ”سعید بن فیروز“ کے ترجمہ میں یہ روایت تخریج کی ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سند میں موجود راوی ابن فیروز ہی ہے، واللہ اعلم[3]۔

٧- إسماعيل الكِنْدِي: ”منكر الحديث. قاله الأزدي“. ازدی رحمۃ اللہ علیہ نے ”منكر الحديث“ کہا ہے (لسان الميزان: ٢/ ١٨٨، رقم: ١٢٧٢)۔

[1] سير أعلام النبلاء: ٦/ ١٧٦، رقم: ١٩٦، ت: شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة - بيروت، ط: ١٤٠٢هـ.

[2] الكاشف: ٢/ ١١٠، رقم: ٢١٣٢، ت: محمد عوامة، موسسة علوم القران - جده.

[3] یہاں ایک اہم تنبیہ ملحوظ رہے کہ امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”حلية الأولياء“ کی مذکورہ سند میں موجود ابو البختری کے بارے میں لکھا ہے کہ حافظ دحیم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے کذاب کہا ہے، دیکھئے (فيض القدير: ٦/ ٢٩١، رقم: ٩٢٩٤)، امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات محل نظر ہے، کیونکہ یہ ابو البختری سعید بن فیروز ہے جیسا کہ خود حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ابو البختری سعید بن فیروز کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے، رہی بات ابو البختری کذاب کی جسے امام دحیم رحمۃ اللہ علیہ نیز امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، حافظ اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ حافظ یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کذاب کہا ہے اس کا نام وہب بن وہب بن کثیر القرشی القاضی (المتوفي ٢٠٠ھ) ہے، دیکھئے (الجرح والتعديل: ٩/ ٢٥، رقم: ١١٦).

تحقیقِ سند کا خلاصہ

راویوں کے حالات آپ کے سامنے آچکے ہیں، اس تفصیل کے مطابق یہ روایت درست ہے، اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کیا جاسکتا ہے۔

پوری تحقیق کا خلاصہ اور روایت کا حکم

روایت: "نوم العالم عبادة". عالم کا سونا بھی عبادت ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، اس لئے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں۔

البتہ روایت: "نوم على علم خير من صلاة على جهل". (عالم کا سونا، جاہل کی عبادت سے بہتر ہے) ثابت ہے، لہٰذا یہ روایت آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کی جاسکتی ہے، واللہ اعلم۔
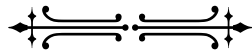
روایت نمبر:(۱۳)

روایت: "گوہ کا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نبوت کی گواہی دینا اور اعرابی کا مسلمان ہونا"۔

حکم: شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے۔

یہ روایت دو (۲) سندوں سے مروی ہے:

(۱) طریقِ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

(۲) طریقِ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ

طریقِ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

روایت کے مصادر

حافظ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "المعجم الأوسط"[1] اور "المعجم الصغیر"[2] میں، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "دلائل النبوۃ"[3] میں، حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ دمشق"[4] میں یہ روایت تخریج کی ہے۔ تمام سندیں ایک راوی "محمد بن علی بن ولید سلمی بصری" پر مشترک ہو جاتی ہیں۔

"المعجم الصغیر" کی عبارت یہ ہے:

"حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْوَلِيدِ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا كَهْمَسُ بْنُ الْحَسَنِ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِحَدِيثِ الضَّبِّ:

---

[1] المعجم الأوسط: ۱۲۷/۶، رقم: ۵۹۹۶، ت: طارق بن عوض الله، دار الحرمین - قاهره، ط: ۱٤۱۵هـ.

[2] المعجم الصغیر: ۱۵۳/۲، رقم: ۹٤۷، ت: محمد شكور محمود، المكتب الإسلامي - بیروت، ط: ۱٤۰۵هـ.

[3] دلائل النبوة: ۳٦/٦، ت: عبد المعطي قلعجي، دار الكتب العلمية - بیروت، ط: ۱٤۰۸هـ.

[4] تاریخ دمشق: ۳۸۳/٤، ت: عمر بن غرامة، دار الفكر - بیروت، ط: ۱٤۱٦هـ.

أَنّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي مَحْفِلٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، إِذْ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ قَدْ صَادَ ضَبًّا، وَجَعَلَهُ فِي كُمِّهِ يَذْهَبُ بِهِ إِلَى رِحْلَةٍ فَرَأَى جَمَاعَةً، فَقَالَ: عَلَى مَنْ هَذِهِ الْجَمَاعَةُ ؟ فَقَالُوا: عَلَى هَذَا الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، فَشَقَّ النَّاسَ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! مَا اشْتَمَلَتِ النِّسَاءُ عَلَى ذِي لَهْجَةٍ أَكْذَبَ مِنْكَ وَأَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْكَ، وَلَوْلَا أَنْ تُسَمِّيَنِي قَوْمِي عَجُولًا لَعَجِلْتُ عَلَيْكَ، فَقَتَلْتُكَ، فَسَرَرْتُ بِقَتْلِكَ النَّاسَ أَجْمَعِينَ، فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللهِ! دَعْنِي أَقْتُلْهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْحَلِيمَ كَادَ أَنْ يَكُونَ نَبِيًّا، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: وَاللَّاتِ وَالْعُزَّى، لَآمَنْتُ بِكَ، وَقَدْ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَعْرَابِيُّ ! مَا حَمَلَكَ عَلَى أَنْ قُلْتَ مَا قُلْتَ، وَقُلْتَ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَمْ تُكْرِمْ مَجْلِسِي؟ قَالَ: وَتُكَلِّمُنِي أَيْضًا ـ اسْتِخْفَافًا بِرَسُولِ اللهِ ـ وَاللَّاتِ وَالْعُزَّى لَآمَنْتُ بِكَ أَوْ يُؤْمِنُ بِكَ هَذَا الضَّبُّ، فَأَخْرَجَ الضَّبَّ مِنْ كُمِّهِ، وَطَرَحَهُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: إِنْ آمَنَ بِكَ هَذَا الضَّبُّ آمَنْتُ بِكَ.

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا ضَبُّ! فَتَكَلَّمَ الضَّبُّ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ يَفْهَمُهُ الْقَوْمُ جَمِيعًا: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَسُولَ رَبِّ الْعَالَمِينَ ! فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَعْبُدُ ؟ قَالَ: الَّذِي فِي السَّمَاءِ عَرْشُهُ، وَفِي الْأَرْضِ سُلْطَانُهُ، وَفِي الْبَحْرِ سَبِيلُهُ، وَفِي الْجَنَّةِ رَحْمَتُهُ، وَفِي النَّارِ عَذَابُهُ، قَالَ: فَمَنْ أَنَا يَا ضَبُّ ؟ قَالَ: أَنْتَ رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ، قَدْ أَفْلَحَ مَنْ صَدَّقَكَ، وَقَدْ خَابَ

مَنْ كَذَّبَكَ، فَقَالَ الأَعْرَابِيُّ: أَشْهَدُ أَنْ لا إِلَهَ إِلَّااللهُ، وَأَنْتَ رَسُولُ اللهِ حَقًّا، وَاللهِ لَقَدْ أَتَيْتُكَ وَمَا عَلَى وَجْهِ الأَرْضِ أَحَدٌ أَبْغَضُ إِلَيَّ مِنْكَ، وَوَاللهِ لأَنْتَ السَّاعَةَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَمِنْ وَالِدِي، فَقَدْ آمَنَ بِكَ شَعْرِي وَبَشَرِي، وَدَاخِلِي وَخَارِجِي، وَسِرِّي وَعَلانِيَتِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَاكَ إِلَى هَذَا الدِّينِ الَّذِي يَعْلُو وَلاَ يُعْلَى عَلَيْهِ، وَلاَ يَقْبَلُهُ اللهُ إِلَّابِصَلاةٍ، وَلاَ يَقْبَلُ الصَّلاةَ إِلَّابِقُرْآنٍ، فَعَلَّمَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ، وَقُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ.

فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ ! وَاللهِ مَا سَمِعْتُ فِي الْبَسِيطِ، وَلاَ فِي الرَّجَزِ أَحْسَنَ مِنْ هَذَا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ هَذَا كَلامُ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَلَيْسَ بِشِعْرٍ، وَإِذَا قَرَأْتَ قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ مَرَّةً فَكَأَنَّمَا قَرَأْتَ ثُلُثَ الْقُرْآنِ، وَإِذَا قَرَأْتَ قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ مَرَّتَيْنِ فَكَأَنَّمَا قَرَأْتَ ثُلُثَيِ الْقُرْآنِ، وَإِذَا قَرَأْتَ قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ ثَلاثَ مَرَّاتٍ فَكَأَنَّمَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ، فَقَالَ الأَعْرَابِيُّ: نِعْمَ الإِلَهُ إِلَهُنَا،يَقْبَلُ الْيَسِيرَ وَيُعْطِي الْجَزِيلَ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعْطُوا الأَعْرَابِيَّ، فَأَعْطَوْهُ حَتَّى أَبْطَرُوهُ، فَقَامَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ ! إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُعْطِيَهُ نَاقَةً أَتَقَرَّبُ بِهَا إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ دُونَ الْبُخْتِيِّ وَفَوْقَ الأَعْرَابِيِّ وَهِيَ عُشَرَاءُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكَ قَدْ وَصَفْتَ مَا تُعْطِي، وَأَصِفُ لَكَ مَا يُعْطِيكَ اللهُ جَزَاءً، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: لَكَ نَاقَةٌ مِنْ دُرٍّ جَوْفَاءُ، قَوَائِمُهَا مِنْ زَبَرْجَدٍ أَخْضَرَ، وَعُنُقُهَا مِنْ زَبَرْجَدٍ أَصْفَرَ، عَلَيْهَا هَوْدَجٌ، وَعَلَى الْهَوْدَجِ السُّنْدُسُ وَالإِسْتَبْرَقُ، تَمُرُّ بِكَ عَلَى الصِّرَاطِ بِالْبَرْقِ الْخَاطِفِ، فَخَرَجَ الأَعْرَابِيُّ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَقِيَهُ أَلْفُ أَعْرَابِيٍّ عَلَى أَلْفِ دَابَّةٍ بِأَلْفِ رُمْحٍ وَأَلْفِ سَيْفٍ، فَقَالَ لَهُمْ: أَيْنَ تُرِيدُونَ ؟ قَالُوا: نُقَاتِلُ هَذَا الَّذِي يَكْذِبُ، وَيَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، فَقَالَ الأَعْرَابِيُّ: أَشْهَدُ أَنْ لا إِلَهَ إِلَّااللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، فَقَالُوا لَهُ: صَبَوْتَ؟ فَقَالَ: مَا صَبَوْتُ، وَحَدَّثَهُمْ بِهَذَا الْحَدِيثِ، فَقَالُوا بِأَجْمَعِهِمْ: لا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ، فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَلَقَّاهُمْ فِي رِدَاءٍ، فَنَزَلُوا عَلَى رُكَبِهِمْ يُقَبِّلُونَ مَا وَلَّوْا مِنْهُ، وَيَقُولُونَ: لا إِلَهَ إِلَّااللهُ، مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ، فَقَالُوا: مُرْنَا بِأَمْرِكَ يَا رَسُولَ اللهِ ! فَقَالَ: تَدْخُلُوا تَحْتَ رَايَةِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ قَالَ: فَلَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْعَرَبِ آمَنَ مِنْهُمْ أَلْفٌ جَمِيعًا إِلَّابَنُو سُلَيْمٍ.

لَمْ يَرْوِهِ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدَ بِهَذَا التَّمَامِ، إِلَّا كَهْمَسٌ، وَلاَ عَنْ كَهْمَسٍ، إِلَّا مُعْتَمِرٌ، تَفَرَّدَ بِهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى".

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک محفل میں تھے،اسی دوران بنو سلیم کا ایک بدو آیا،یہ بدو گوہ شکار کرکے، اسے آستین میں ڈالے جارہا تھا،جماعت دیکھی،پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟لوگوں نے کہا کہ یہ سب اس شخص کے پاس جمع ہیں جس کا کہنا ہے کہ وہ نبی ہے،یہ بدولوگوں کو چیرتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا،اور کہا:اے محمد!میرے نزدیک تم سے بڑھ کر کوئی جھوٹا اور مبغوض شخص نہیں ہے،اگر میری قوم مجھے جلد باز نہ کہتی تو میں آگے بڑھ کر تمھارا کام تمام کر دیتا،اور تمہارے قتل سے سب کو خوش کر دیتا،حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ اس کو قتل کر دوں،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم جانتے نہیں کہ حلیم شخص قریب ہے کہ نبی بن جاتا؟" دیہاتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا:لات وعزی کی قسم! میں آپ پر ایمان

لے آؤں گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اے دیہاتی! تجھے اس طرح گفتگو کرنے پر کس چیز نے ابھارا؟ اور تم نے ناحق باتیں کہی ہیں، اور میری مجلس کا بھی لحاظ نہیں کیا‘‘، اعرابی نے۔ رسول اللہ کا استخفاف کرتے ہوئے- کہا کہ اور مجھ سے بھی یہی کہہ رہے ہو، پھر بدو کہنے لگا: یہ گوہ آپ پر ایمان لے آئے تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا، یہ کہہ کر آستین سے گوہ نکال کر حضور ﷺ کے سامنے پھینک دی، اور کہا کہ یہ ایمان لائے تو میں بھی مسلمان ہو جاؤں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ’’اے گوہ!‘‘، گوہ نے صاف عربی زبان میں کہا، جسے سب لوگ سمجھ رہے تھے: اے رب العالمین کے رسول! میں حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ’’تو کس کی بندگی کرتی ہے؟‘‘، گوہ نے کہا: اس ذات کی جس کا عرش آسمان پر ہے، زمین پر اس کی بادشاہت ہے، سمندروں میں جس کے رستے ہیں، جنت میں جس کی رحمت ہے، جہنم میں جس کا عذاب ہے، آپ ﷺ نے پوچھا: ’’میں کون ہوں اے گوہ؟ گوہ نے کہا: ’’آپ رب العالمین کے رسول ہیں، خاتم النبیین ہیں، آپ ﷺ کو سچا جاننے والے فلاح پا گئے اور آپ ﷺ کو جھوٹا کہنے والے نامراد ہوئے۔

دیہاتی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اور آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں، اللہ کی قسم! میں آپ ﷺ کے پاس اس حالت میں آیا تھا کہ میرے نزدیک روئے زمین پر آپ سے بڑھ کر کوئی مبغوض نہ تھا، اور اب اللہ کی قسم! یہ حال ہے کہ آپ ﷺ میرے نزدیک میری جان اور میرے والد سے زیادہ محبوب ہیں، یقینی بات ہے کہ میرے بال وکھال، میرا ظاہر وباطن، میری خلوت و جلوت سب آپ پر ایمان لا چکے ہیں،

آپ ﷺ نے اللہ کی حمد بیان فرمائی ...“۔

اس کے بعد مزید لمبی حدیث ہے، جس کے آخر میں ہے کہ دیہاتی نے یہ قصہ بنو اسلم کے ان ایک ہزار گھڑ سواروں، نیزہ برداروں کو سنایا جو آپ ﷺ کے قتل کے ارادے سے آ رہے تھے، یہ سن کر وہ سب آپ ﷺ پر ایمان لے آئے۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

”لم يروه عن داؤد بن أبي هِنْد بهذا التمام إلا كَهْمَس، ولا عن كَهْمَس إلا معتمر، تفرد به محمد بن عبد الأعلى“.

یہ روایت (سند میں موجود راوی) داؤد سے صرف کہمس نے، کہمس سے صرف معتمر نے نقل کی ہے، اور معتمر سے صرف محمد بن عبد الاعلی یہ روایت بیان کرتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ”البداية والنهاية“[1] میں یہ عنوان قائم کیا:

”حديث الضب على ما فيه من النكارة والغرابة“.(گوہ والی روایت مع نکارت وغرابت)

پھر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے روایت نقل کر کے لکھتے ہیں:

”قال البيهقي: روي في ذلك عن عائشة وأبي هريرة: وما ذكرناه هو أمثل الأسانيد فيه، وهو أيضا ضعيف، والحمل فيه على هذا السُلَمِي، والله أعلم“.

---

[1] البداية والنهاية: ١٦٥/٦، ت:علي شيري،دار إحياء التراث العربي ـبيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨ هـ

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت منقول ہے، اور جو سند ہم نے ذکر کی ہے (یعنی سندِ حضرت عمر رضی اللہ عنہ) وہ اس باب میں سب سے بہتر ہے، اس کے باوجود یہ ضعیف ہے، جس کی ذمہ داری (سند میں موجود راوی) سلمی پر ہے، واللہ اعلم۔

حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

”لا يصح إسنادا ولا متنا“[1]. یہ روایت سند و متن دونوں حیثیتوں سے ”صحیح“ نہیں ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول

”وضعه بعض قصاص البصرة، ولفظه متبين عليه شواهد الوضع ...“[2]. ”اسے بصرہ کے قصہ گو نے گھڑ رکھا ہے، اور روایت کے الفاظ اس کے من گھڑت ہونے پر خود شاہد ہیں ...“۔

واضح رہے کہ علامہ محمد بن یوسف صالحی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے بعد زیرِ بحث روایت کے اثبات میں بعض دلائل لائے ہیں جن کا ذکر آرہا ہے۔

حافظ ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

”هذا خبر موضوع“[3]. یہ من گھڑت روایت ہیں۔

علامہ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل روایت کے بعد حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ

---

[1] سبل الهدى والرشاد لمحمد بن يوسف الصالحي الشامي(٩٤٢هـ):جماع أبواب معجزاته صلى الله عليه وسلم في الحيوانات، الباب العاشر في شهادة الضب له بالرسالة، ٩ /٤٢١، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: ١٤١٤هـ.

[2] المصدر السابق. واضح رہے کہ ہم نے یہ قول، مصدرِ ثانوی سے لکھا ہے، حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی معروف کتب میں مجھے یہ قول تاحال نہیں ملا۔

[3] كنز العمال: ٣٥٨/١٢، رقم:٣٥٣٦٤، مؤسسة الرسالة – بيروت، الطبعة الخامسة: ١٤٠٥هـ.

دحیہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۳۳ھ) اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے[1]۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"روى أبو بكر البيهقي حديث الضب من طريقه بإسناد نظيف، ثم قال البيهقي: الحمل فيه على السُلَمِي هذا. قلت: صدق ـ والله ـ البيهقيُ، فإنه خبر باطل"[2].

ایک "نظیف" سند سے ابو بکر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "حدیث گوہ" نقل کی ہے، پھر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس روایت میں ذمہ (سند میں موجود) سُلِمی پر ہے، (حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے واللہ سچ کہا ہے، بلا شبہ یہ باطل روایت ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول

"إسناده ضعيف جدا"[3]. اور اس کی سند "شدید ضعیف" ہے۔

ایک دوسرے موقع پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"وروى عنه الإسماعيلي في معجمه، وقال: بصري منكر الحديث"[4]. اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معجم میں [سند میں موجود راوی] سُلِمی سے روایات نقل کی ہے اور فرمایا ہے: (یہ سُلِمی) بصری "منکر الحدیث" ہے۔

حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"رواه الطبراني في الصغير والأوسط عن شيخه محمد بن

---

[1] كنز العمال: ١٢/ ٣٥٨، رقم: ٣٥٣٦٤، مؤسسة الرسالة - بيروت، الطبعة الخامسة: ١٤٠٥هـ.

[2] ميزان الاعتدال: ٣/ ٦٥١، رقم: ٧٩٦٤، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة — بيروت، ط: ١٤٠٦هـ.

[3] التلخيص الحبير: ٤/ ٢٣١، رقم: ٢٣١٥، ت: أبو عاصم حسن بن عباس، مؤسسة قرطبة ـ القاهرة، الطبعة: ١٤١٦هـ.

[4] لسان الميزان: ٧/ ٣٦٠، رقم: ٧١٨٤، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية — بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.

علي بن الوليد البصري[أي السلمي] قال البيهقي: والحمل في هذا الحديث عليه. قلت: وبقية رجاله رجال الصحيح"[1]۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "صغیر" اور "اوسط" میں یہ روایت اپنے استاد محمد بن علی بن ولید بصری (یعنی سُلَمی) سے روایت کی ہے، اور فرمایا ہے کہ اس روایت میں ذمہ (سند میں موجود) محمد بن علی بصری (یعنی سُلَمی) پر ہے، میں (حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں: سند کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ دحیہ رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کر کے لکھتے ہیں:

"قلت: لحديث عمر طريق أخر، ليس فيه محمد بن علي بن الوليد، أخرجه أبو نعيم، وقد ورد أيضا مثله من حديث علي أخرجه ابن عساكر"[2]۔

میں کہتا ہوں کہ مذکورہ روایت بطریق عمر رضی اللہ عنہ ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے، جس میں محمد بن علی بن ولید (بصری سُلَمی) نہیں ہے، جسے ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے، اور اسی مضمون کی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جسے ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے۔

نوٹ: حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت "دلائل النبوۃ"[3] میں ہے، لیکن اس میں بھی محمد بن علی بن ولید بصری سُلَمی موجود ہے، ممکن ہے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کسی

---

[1] مجمع الزوائد: ٥١٨/٨، رقم:١٤٠٨٦، ت: عبدالله محمد درويش، دار الفكر—بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

[2] الخصائص الكبرى: باب قصة الضب، ٢/ ١٠٠، دار الكتب العلمية —بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٥هـ.

[3] دلائل النبوة: ذكر الظبي والضب، ٣٧٧/٢، رقم:٢٧٥، ت: محمد رواس قلعجي، دار الفائس —بيروت، الطبعة: ١٤٠٦هـ.

دوسرے مصدر کے حوالے سے یہ بات فرمارہے ہوں، البتہ میں اب تک حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ کسی ایسی سند پر مطلع نہیں ہو سکا ہو جس میں یہ سُلمی نہ ہو، واللہ اعلم۔

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت آگے آرہی ہے۔

پھر بعد میں حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ سند مل گئی جو سُلَمی سے خالی ہے، لیکن اس میں گوہ کا زیرِ بحث قصہ ہی نہیں ہے، بلکہ گوہ کی ایک دوسری مشہور روایت ہے، واللہ اعلم [1]۔

---

[1] علامہ تقی الدین احمد بن علی المقریزی رحمۃ اللہ علیہ نے "إمتاع الأسماع" میں حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ حدیث ذکر کی ہے، ملاحظہ ہو:

"فخرج أبو نعيم من حديث أبي بكر بن أبي عاصم قال: أخبرنا يحيى بن خلف، أخبرنا معمر قال: سمعت كَهْمَس يحدث عن داود بن أبي هند، عن عامر قال: صحبت ابن عمر سنتين فما سمعته يحدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا حديث الضّب، وكان إذا حدثنا يحدثنا عن عمر، ولم يكن يحدث إلا عن فقه. قال أبو نعيم: كذا رواه يحيى بن خلف عن معتمر مختصرا، وطوّله محمد بن عبد الأعلى".

(إمتاع الأسماع:٥/٢٤٣،ت: محمد عبد الحميد النميسى، دار الكتب العلمية–بيروت،ط:١٤٢٠هـ.)

حضرت عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں دو سال رہا، میں نے ان سے اس عرصے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے صرف حدیثِ ضب ہی سنی ہے، وہ جب بھی ہمیں بیان کرتے تو عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے تھے، اور وہ فقہ کے ساتھ ہی حدیث بیان کرتے تھے۔ حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یحی بن خلف نے معتمر سے اسی طرح اس روایت کو مختصراً نقل کیا ہے، اور محمد بن عبد الاعلی نے اسے معتمر سے تفصیل سے نقل کیا ہے۔

اس کے بعد حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے زیرِ بحث مطول روایت نقل کی ہے، حاصل یہ رہا کہ حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں "روایتِ ضب" دو طریق سے ذکر کی ہے، پہلا طریق سلمی سے خالی ہے، لیکن مختصر ہے، اور اس کا متن بھی ذکر نہیں کیا، دوسرا طریق سلمی پر مشتمل ہے، وہ مفصل ہے، جیسا کہ ہم ماسبق میں اسے لکھ چکے ہیں، تلاش کرنے پر حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ "روایتِ ضب" کا متن بطریق عامر شعبی جو سلمی سے خالی ہے، "صحیح بخاری" میں مل گیا، لیکن اس "روایتِ ضب" میں زیرِ بحث قصہ کا کوئی ذکر نہیں ہے، معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ اسی علت کی جانب اشارہ فرمارہے ہیں کہ روایتِ شعبی بطریق محمد بن عبد الاعلی عن معتمر (جس میں سلمی نہیں ہے) جس مطول مضمون کو شامل ہے، روایتِ شعبی بطریق یحیی بن خلف عن معتمر کا مختصر متن یکسر اس سے خالی ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ملاحظہ ہو:

"حدثنا محمد بن الوليد، حدثنا محمد بن جعفر، حدثنا شعبة، عن توبة العنبري قال: قال لي الشعبي: أرأيتَ حديث الحسن عن النبي صلى الله عليه وسلم، وقاعدتُ ابن عمر قريبا من سنتين أو سنة ونصف، فلم أسمعه يحدث عن النبي صلى الله عليه وسلم غير هذا، قال: كان ناس من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم فيهم سعد، فذهبوا يأكلون من لحم، فنادتهم امرأة من بعض أزواج النبي صلى الله عليه وسلم =

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

"قيل: إنه موضوع، وقال المِزِّي: لا يصح إسنادا ولا متنا، لكن رواه البيهقي بسند ضعيف، وذكره القاضي عياض في الشفاء، فغايته الضعف لا الوضع"[1].

کہا گیا ہے کہ یہ روایت من گھڑت ہے، اور حافظ مِزّی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ روایت سند و متن دونوں حیثیتوں سے "صحیح" نہیں ہے، البتہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بسندِ ضعیف اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "شفاء" میں ذکر کیا ہے، چنانچہ زیادہ سے زیادہ یہ ضعیف ہے، من گھڑت نہیں ہے۔

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"وهو مطعون فيه، وقيل: إنه موضوع، لكن معجزاته –صلى الله عليه وسلم– فيها ما هو أبلغ من هذا، وليس فيه ما ينكر شرعا، خصوصا وقد رواه الأئمة، فنهايته الضعف لا الوضع، والله أعلم"[2].

اس روایت پر جرح کی گئی ہے، اور کہا گیا ہے کہ یہ من گھڑت ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اس سے بدرجہا بڑھ کر ہیں، اور اس میں کوئی شرعی

= إنه لحم ضب، فأمسكوا، فقال رسول الله صلى الله عليه وَسلم: كلوا أو اطعموا فإنه حلال أو قال لا بأس به، شك فيه، ولكنه ليس من طعامي". (الصحيح للبخاري:٩/ ٩٠،ت: محمد زهير بن ناصر،دار طوق النجاة،ط:١٤٢٢هـ)

توبۃ العنبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے کہا کہ دیکھو تو حسن رحمۃ اللہ علیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی ہی احادیث (یعنی مرسلاً) بیان کرتے ہیں، حالانکہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس دو یا ڈیڑھ برس رہا ہوں، لیکن میں نے اس عرصہ میں ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے صرف یہ حدیث سنی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی جماعت جن میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی تھے گوہ کا گوشت کھانے لگے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ نے ان سے کہا کہ یہ گوہ کا گوشت ہے، یہ سن کر صحابہ کھانے سے رک گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھاؤ، یا فرمایا کہ کھلاؤ، کیونکہ یہ حلال ہے، یا کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں -راوی کو ان الفاظ میں شک ہے- لیکن یہ میری خوراک (غذا) نہیں ہے (یعنی میری طبیعت میں اس کی جانب میلان نہیں ہے)۔

[1] الأسرار المرفوعة: ١/ ٢٣٩،رقم: ٢٧٢،ت:محمد الصاغ،مؤسسة الرسالة ـ بيروت،الطبعة: ١٣٩١هـ.

[2] المواهب اللدنية بالمنح المحمدية: ٢ / ٢٧٩، المكتبة التوفيقية – القاهرة ، الطبعة: ١٣٢٦ هـ.

نکارت بھی نہیں ہے، جبکہ ائمہ نے بھی اسے نقل کیا ہے، زیادہ سے زیادہ یہ ضعیف ہے، من گھڑت نہیں ہے۔

علامہ ابو الوفاء حلبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ ابو الوفاء حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے "الکشف الحثیث"[1] میں اور حافظ ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ نے "البدر المنیر"[2] میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

طریق حضرت علی رضی اللہ عنہ

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ دمشق"[3] میں یہی روایت بطریق علی رضی اللہ عنہ تخریج کی ہے، ملاحظہ ہو:

"أخبرنا أبو الفتح نصر بن محمد بن عبد القوي الفقيه قالا: نا أبو الفتح نصر بن إبراهيم الزاهد، أنا الفقيه أبو نصر محمد بن إبراهيم بن علي الهاروني، أنا أبو الحسن أحمد بن محمد بن عمران بن موسى بن عروة بن الجراح، نا أبي، أخبرني علي بن محمد بن حاتم، حدثني أبو عبد الله الحسين بن محمد بن يحيى العلوي بالمدينة، عن أبيه، عن جده، عن علي بن أبي طالب رضوان الله عليه قال بينما النبي صلى الله عليه وسلم في مجلسه يحدث الناس بالثواب والعقاب والجنة والنار والبعث والنشور إذ أقبل أعرابي من بني سليم....".

تخریج روایت کے بعد آپ لکھتے ہیں:

---

[1] الكشف الحثيث:١ /٢٤١، رقم:٧٠٧، ت: صبحي السامرائي، مكتبة النهضة العربية - بيروت، ط:١٤٠٧هـ.

[2] البدر المنير:٩ /٢٠١، ت: مصطفى أبو الغيط و عبدالله بن سليمان وياسر بن كمال، دار الهجرة-الرياض، الطبعة الأولى: ١٤٢٥هـ

[3] تاريخ دمشق: ٤/ ٣٨١، ت: عمربن غرامة، دارالفكر -بيروت، ط: ١٤١٦هـ.

"هذا حديث غريب، وفيه من يجهل حاله، وإسناده غير متصل....".

یہ غریب حدیث ہے، اس میں مجہول راوی ہیں، سند متصل نہیں ہے ..."۔

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے روایت لا کر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام لائے ہیں۔

تاریخ دمشق کی سند میں موجود راوی احمد بن محمد بن عمران بن موسی یعرف بابن الجندی (المتوفی ۳۹۶ھ) کے بارے میں ائمہ رجال کا کلام

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وكان يضعف في روايته، ويطعن عليه في مذهبه، سألت الأزْهَرِي عن ابن الجُنْدِي، فقال: ليس بشيء، وقال لي الأزْهَرِي أيضا: حضرت ابن الجُنْدِي وهو يقرأ عليه كتاب "ديوان الأنواع" الذي جمعه، فقال لي أبو عبد الله ابن الآبْنُوسِي: ليس هذا سماعه، وإنما رأى نسخة على ترجمتها اسم وافق اسمه فادعى ذلك ..... قال العَتِيْقِي كان يرمى بالتشيع، وكانت له أصول حسان"[1].

ان کی روایات میں "تضعیف" کی گئی ہے، اور ان کے مذہب میں بھی طعن کیا گیا ہے، میں نے اَزْہَرِی سے ابن جُنْدِی کے بارے میں پوچھا، آپ نے ابن جُنْدِی کو "لیس بشیء" کہا، اور اَزْہَرِی نے مجھے یہ بھی کہا کہ میں ابن جُنْدِی کے پاس گیا تو ان پر ان کا مجموعہ "دیوان الانواع" پڑھا جا رہا تھا، جس کے بارے میں ابو عبد اللہ ابن آبْنُوسی نے مجھے بتایا کہ یہ ان کی اپنی سماعت نہیں ہے، بلکہ ابن جُنْدِی نے اپنے نام کے موافق ایک نسخہ دیکھا تو دعوی کر دیا کہ یہ اس کا نسخہ ہے... عَتِیقِی کا کہنا ہے کہ ابن جُنْدِی تشیع سے متہم ہے، اور اس کے اچھے اصول ہیں۔

---

[1] تاريخ بغداد: ٦/ ٢٤٤، رقم:٢٢٣٤،ت: بشّار عوّاد، دار الغرب الإسلامي ـ بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٢هـ.

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "میزان الاعتدال"[۱] میں ابن جُندِی کے بارے میں حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "لسان المیزان"[۲] میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"وقال العَتِيْقِي كان يرمي بالتشيع، وأورد ابن الجوزي في الموضوعات في فضل عَلِيٍّ حديثا بسند رجاله ثقات إلا الجندي فقال: هذا موضوع ولا يتعدي الجندي [كذا في الأصل]".

عَتِیقِی کا کہنا ہے کہ ابن جُندِی تشیع سے متہم ہے، نیز حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "موضوعات" میں ایک حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں نقل کی ہے جس میں جُندِی کے علاوہ سب ثقہ راوی ہیں، چنانچہ حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (نقل روایت کے بعد) فرماتے ہیں کہ یہ روایت من گھڑت ہے (جس میں وضع کی تہمت) جُندِی سے تجاوز نہیں کرتی۔

اس کے بعد حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام لائے ہیں۔

تحقیق کا خلاصہ اور روایت کا حکم

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے زیر بحث روایت (بطریق عمر رضی اللہ عنہ) میں سُلَمِی کو "ذمہ دار" قرار دیا ہے، موصوف کے کلام پر حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابو الوفاء حلبی رحمۃ اللہ علیہ

---

[۱] ميزان الاعتدال: أحمد بن محمد بن عمران، ١ /١٤٧، رقم : ٥٧٥، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة- بيروت.

[۲] لسان الميزان: ١/ ٦٣٩، رقم: ٧٨٩، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.

حافظ ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ نے اعتماد کیا ہے، اسی طرح حافظ ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے صاف لفظوں میں روایت کو من گھڑت، باطل کہا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے سند کو شدید ضعیف، حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ نے متن وسند کو "لایصح"، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے روایت میں غرابت ونکارت پر مشتمل قرار دیا ہے، نیز علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کو ضعیف کہا ہے، اگر ضعیف سے مراد شدید ضعیف ہو (قرینِ قیاس بھی یہی ہے) تو یہ روایت بہر صورت شدید ضعیف ہے، جسے عند الجمہور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے، اور اگر مراد ضعفِ خفیف ہے، جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست ہے، تو اس صورت میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ، اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ائمہ سابقین (حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابو الوفاء حلبی رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ) کے معارض ہے، اور ترجیح فریق اول (جمہور) کو ہے، کیونکہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ، اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے دوران کلام فرمایا ہے کہ:

① "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اس سے بدرجہا بڑھ کر ہیں، اس لئے اس واقعہ کو من گھڑت کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، بلکہ یہ ضعیف ہے"، آپ جان چکے ہیں کہ ائمہ سابقین جزماً روایت کو موضوع، شدید ضعیف فرمارہے ہیں، اور کسی نے بھی اس سے تعرض نہیں کیا کہ یہ قصہ معجزہ کی حیثیت سے مخدوش ہے، بلکہ بیانِ وضع وضعفِ شدید میں غرابت ونکارت، اسناد ومتن میں سقمِ شدید جیسے امور لکھے ہیں، چنانچہ ان علل کے بیان کے ساتھ بعض نے اسے جزماً باطل، من گھڑت کہا ہے، جبکہ

بعض نے شدید ضعیف کہا ہے، حاصل یہ ہے کہ ان محدثین کے نزدیک مذکورہ امور کی بناء پر روایت کو من گھڑت، شدید ضعیف کہا گیا ہے، اس لئے یہ کہنا کہ "آپ ﷺ کے معجزات اس سے بدرجہا بڑھ کر ہیں" اثباتِ روایت کی دلیل نہیں بن سکتا، واللہ اعلم۔

(۲) "اس روایت کی بعض سندیں ایسی ہیں جس میں سُلَمی نہیں ہے، اس لئے سُلَمی کو مدار بنا کر روایت کو من گھڑت کہنا درست نہیں ہے"، جواب یہ ہے جو محدثینِ کرام متنِ روایت کو جزماً من گھڑت فرما رہے ہیں، ان کا قول ان سندوں میں بھی متنِ روایت کے حکم بالوضع میں حجت ہے، خصوصاً "تاریخ دمشق" کی روایت (جس میں سُلَمی نہیں ہے) کی سند میں انقطاع سند، وجہالتِ راویان کی تصریح حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ خود فرما چکے ہیں، (اس خاص تناظر میں کہ محدثین کی ایک جماعت اسے من گھڑت کہہ چکی ہے) یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ دونوں سندیں لانے کے بعد امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام لائے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اعتماد کرنے والے ہیں، نیز "تاریخ دمشق" کی روایت (جس میں سُلَمی نہیں ہے) کی سند بذات خود ایک شدید مجروح راوی احمد بن محمد بن عمران بن موسی یعرف بابن الجُنْدِي پر مشتمل ہے (ان کے بارے میں کلام گذر چکا ہے) اس لئے یہ سند بذاتِ خود ایک ایسے متن کو ثابت قرار دینے سے قاصر ہے جسے محدثین کی ایک جماعت من گھڑت، شدید ضعیف کہہ چکی ہے، واللہ اعلم۔

واضح رہے کہ "تاریخ دمشق" کے علاوہ سُلَمی سے خالی سند۔ جسے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے ۔ یکسر اس زیرِ بحث قصہ سے خالی ہے، جیساکہ تفصیل گذر چکی ہے۔

تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ مذکورہ روایت بہر صورت ضعفِ شدید پر مشتمل ہے، اور محدثین کی ایک جماعت (حافظ ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) نے اسے صاف من گھڑت بھی کہا ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے اسے بیان کرنا درست نہیں ہے، واللہ اعلم۔
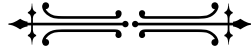
روایت نمبر:(۱۴)

روایت: "الدنيا مزرعة الآخرة". دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

حکم: یہ روایت ان الفاظ سے مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) ثابت نہیں ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے اسے بیان کرنا درست نہیں ہے، البتہ اس کا معنی درست ہے۔

روایت کا مصدر

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایت کو "إحياء علوم الدين"[1] میں بلا سند نقل کیا ہے۔

روایت پر کلام

علامہ صغانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

موصوف نے اسے موضوعات میں شمار کیا ہے[2]۔

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"لم أجده بهذا اللفظ مرفوعا، وروى العقيلي في الضعفاء وأبو بكر ابن لال في مكارم الأخلاق من حديث طارق بن أشْيَم: نعمت الدار الدنيا لمن تزود منها لآخرته ... [الحديث كذا في الأصل] وإسناده ضعيف"[3].

مجھے یہ روایت ان الفاظ سے مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) نہیں ملی، البتہ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے "ضعفاء" میں اور حافظ ابن لال رحمۃ اللہ علیہ نے "مکارم الاخلاق" میں

---

[1] إحياء علوم الدين: ٤/ ١٩،بيان أقسام الذنوب بالإضافة إلى صفات العبد، دار االمعرفة — بيروت.

[2] موضوعات الصغاني: ٦٤، رقم:١٠٦، دار المأمون للتراث ـ بيروت.

[3] المغني عن حمل الأسفار: ١/ ٩٩٢،،رقم:٣٦٠٩، ت: أبو محمد أشرف بن عبد المقصود، مكتبة دار طبرية ـ الرياض، الطبعة الأولى: ١٤١٥هـ.

طارق بن اَشْیَم [اشجعی صحابی رضی اللہ عنہ] کی یہ حدیث نقل کی ہے: ”آخرت کا توشہ حاصل کرنے والے کے لئے، دنیا بہترین ٹھکانہ ہے...“۔ (حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

”حديث: الدنيا مزرعة الآخرة، لم أقف عليه مع إيراد الغزالي له في الإحياء، وفي الفردوس بلا سند عن ابن عمر مرفوعا: الدنيا قنطرة الآخرة فاعْبُرُوها، ولا تَعْمُرُوها. وفي الضعفاء للعقيلي ومكارم الأخلاق لابن لال من حديث طارق بن أشْيَم رفعه: نعمت الدار الدنيا لمن تزود منها لآخرته، الحديث. وهو عند الحاكم في مستدركه وصححه، لكن تعقبه الذهبي بأنه منكر، قال: وعبد الجبار يعني راويه لا يعرف“[1]۔

حدیث: ”دنیا آخرت کی کھیتی ہے“، میں اس روایت سے واقف نہیں ہوں، جبکہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ”اِحیاء“ میں لکھا ہے، اور ”مسند فردوس“ میں بلا سند حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے: دنیا آخرت کا پل ہے، اسے عبور کرو، آباد مت کرو۔ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے ”ضعفاء“ میں اور ابن لال رحمۃ اللہ علیہ نے ”مکارم الاخلاق“ میں طارق بن اَشْیَم [اشجعی صحابی رضی اللہ عنہ] کی یہ حدیث نقل کی ہے: ”آخرت کا توشہ حاصل کرنے والے کے لئے، دنیا بہترین ٹھکانہ ہے الحدیث۔ یہی روایت حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک میں تخریج کی ہے اور اسے صحیح کہا ہے، لیکن ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے منکر کہا ہے، اور کہا ہے کہ سند میں موجود راوی عبد الجبار ”غیر معروف“ ہے[2]۔

---

[1] المقاصد الحسنة: رقم: ٤٩٧، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي –بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٥هـ.

[2] مکمل روایت اور حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام یہ ہے:

”عبد الجبار بن وهب مجهول أيضا وحديثه غير محفوظ، حدثنا أحمد بن يحيى الحُلْوَاني قال: =

دو اہم فوائد

① حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں "منکر" کا بظاہر یہ معنی ہے کہ اس روایت کو مرفوعاً بیان کرنا "محفوظ" نہیں ہے، کیونکہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "میزان الاعتدال"[1] میں سند میں موجود راوی عبد الجبار بن وہب کے بارے میں لکھا ہے: "معلوم نہیں کہ یہ شخص کون ہے"، اس کے بعد عبد الجبار بن وہب کے بارے میں حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام لکھا کہ "عبد الجبار بن وہب کی روایات محفوظ نہیں ہیں"۔ اور ذیل میں یہ روایت نقل کرکے حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: "یہ مضمون حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے"[2]، حاصل یہ رہا کہ حافظ عقیلی اور

= حدثنا يحيى بن أيوب المَقَابِري، قال: حدثنا عبد الجبار بن وهب، قال: حدثنا سعد بن طارق، عن أبيه قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: نعمة الدار الدنيا لمن تزود فيها لآخرته ما يرضى به ربه، وبئست الدار الدنيا لمن صرعته عن آخرته وقصرت به عن رضا ربه، فإذا قال العبد: قبح الله الدنيا، قالت الدنيا: أقبح الله أعصانا للرب. هذا يروى عن علي من قوله". كتاب الضعفاء: ٣ / ٨٩، رقم: ١٠٦٠، ت: عبد المعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: ١٤٠٨ هـ.

[1] "میزان الاعتدال" کی عبارت ملاحظہ ہو:

"عبد الجبار بن وهب شيخ ليحيى بن أيوب المَقَابِري. لا يدرى من هو، قال العقيلي: حديثه غير محفوظ، حدثنا أحمد بن يحيى الحُلْوَاني، حدثنا يحيى بن أيوب، حدثنا عبد الجبار بن وهب، حدثنا سعد بن طارق، عن أبيه مرفوعا: نعمت الدنيا لمن تزود فيها لآخرته ما يرضى به ربه، وبئست الدار لمن صرعته عن آخرته وقصرت به عن رضا ربه، فإذا قال العبد: قبح الله الدنيا، قالت الدنيا: قبح الله أعصانا للرب. قال العقيلي: هذا يروى من قول علي". ميزان الاعتدال:٥٣٥/٢،رقم:٤٧٤٩، ت:علي محمد البجاوي،دار المعرفة ـ بيروت.

[2] حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی مکمل روایت "تاريخ بغداد" میں اس طرح ہے:

"حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عُمَرَ الْقَوَّاسُ، قَالَ: قُرِئَ عَلَى أَحْمَدَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ بُهْلُولٍ، وَأَنَا أَسْمَعُ، قِيلَ لَهُ حَدَّثَكُمْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْبَصْرِيُّ، بِمَكَّةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَبَانَ أَبُو مُحَمَّدٍ الْبَغْدَادِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا بَشِيرُ بْنُ زَاذَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ آبَائِهِ، قَالَ: كَانَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فِي مَسْجِدِ الْكُوفَةِ فَسَمِعَ رَجُلا يَشْتُمُ الدُّنْيَا وَيُفْحِشُ فِي شَتْمِهَا، قَالَ لَهُ عَلِيٌّ: اجْلِسْ فَجَلَسَ، فَقَالَ لَهُ: مَا لِي أَسْمَعُكَ تَشْتُمُ الدُّنْيَا وَتُفْحِشُ فِي شَتْمِهَا؟ أَوَلَيْسَ هُوَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ، وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ، سَامِعِينَ مُطِيعِينَ، فَأَنْشَأَ عَلِيٌّ يَقُولُ: إِنَّ الدُّنْيَا لَمَنْزِلُ صِدْقٍ لِمَنْ صَدَقَهَا، وَدَارٌ لِمَنْ فَهِمَ عَنْهَا، وَعَاقِبَةٌ لِمَنْ تَزَوَّدَ مِنْهَا، مَنْزِلُ أَحِبَّاءِ اللَّهِ وَمَهْبَطُ وَحْيِهِ، وَمُصَلَّى مَلائِكَتِهِ، وَمَتْجَرُ أَوْلِيَائِهِ، اكْتَسَبُوا الْجَنَّةَ، وَرَبِحُوا فِيهَا الْمَغْفِرَةَ، فَذَمَّهَا أَقْوَامٌ غَدَاةَ النَّدَامَةِ، وَحَمِدَهَا آخَرُونَ، ذَكَّرَتْهُمْ فَذَكَرُوا وَحَدَّثَتْهُمْ =

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ روایت (آخرت کا توشہ حاصل کرنے والے کے لئے، دنیا بہترین ٹھکانہ ہے...) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی حیثیت سے "محفوظ" نہیں ہے، بلکہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

(۲) حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے روایتِ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ "مسند فردوس" میں بلاسند مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) موجود ہے، بندہ کو بھی اس کی سند نہیں مل سکی، بلکہ اس قول کو (یعنی: دنیا آخرت کا پل ہے، اسے عبور کرو، آباد مت کرو) حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے "حلية الأولياء"[1] میں یحیی بن معاذ رازی (المتوفی: ۲۵۸ھ) کے اقوال میں ذکر کیا ہے، نیز حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے "تاريخ دمشق"[2] میں اسے حضرت عیسی علیہ السلام کے اقوال میں لکھا ہے، واللہ اعلم۔

اہم نوٹ: عنوان دو اہم فوائد کے تحت مذکور دونوں روایتیں فی الحال اس مقام پر ہمارا موضوع نہیں ہے، اس لئے اجمالی طرز اختیار کیا ہے۔

= فَصَدَقُوا، فَمَنْ ذَا يَذُمُّهَا وَقَدْ آذَنَتْ بِبَيْنِهَا، وَنَادَتْ بِانْقِطَاعِهَا؟ رَاحَتْ بِفَجِيعَةٍ، وَأَسْكَرَتْ بِعَاقِبَةِ تَخْوِيفٍ وَتَرْهِيبٍ، يَأَيُّهَا الذَّامُّ الدُّنْيَا، الْمُقْبِلُ بِتَغْرِيرِهَا مَتَى اسْتَذَنَتْ إِلَيْكَ، أَمْ مَتَى غَرَّتْكَ.
أَبِمَضَاجِعِ آبَائِكَ مِنَ الثَّرَى؟ أَوْ بِمَنَازِلِ أُمَّهَاتِكَ مِنَ الْبِلَى، أَمْ بِبَوَاكِرِ الصَّرِيخِ مِنْ إِخْوَانِكَ، أَمْ بِطَوَارِقِ النَّعْيِ مِنْ أَحْبَابِكَ؟ هَلْ رَأَيْتَ إِلا نَاعِيًا مَنْعِيًّا، أَوْ رَأَيْتَ إِلا وَارِثًا مَوْرُوثًا، كَمْ عَلَلْتَ بِيَدَيْكَ؟ أَمْ كَمْ مَرِضْتَ بِكَفَّيْكَ؟ تَبْتَغِي لَهُ الشِّفَاءَ وَتَسْتَوْصِفُ الأَطِبَّاءَ، لَمْ تَنْفَعْهُ بِشَفَاعَتِكَ، وَلَمْ تَنْجَحْ لَهُ بِطَلَبَتِكَ.
بَلْ مَثَّلَتْ لَكَ بِهِ الدُّنْيَا نَفْسَكَ، وَبِمَضْجَعِهِ مَضْجَعَكَ غَدَاةَ لا يُغْنِي عَنْكَ بُكَاؤُكَ، وَلا يَنْفَعُكَ أَحِبَّاؤُكَ، فَهَيْهَاتَ، أَيُّ مَوَاعِظِ الدُّنْيَا لَوْ نَصَتَّ لَهَا؟ وَأَيُّ دَارٍ لَوْ فَهِمْتَ عَنْهَا، وَأَيُّ عَاقِبَةٍ لِمَنْ تَزَوَّدَ مِنْهَا! انْصَرِفْ إِذَا شِئْتَ". تاريخ بغداد: ت: ترجمة: الْحَسَن بن أبان أَبُو مُحَمَّد البغدادي، ۲۳۵/۸، الدكتور بشار عواد معروف، دار الغرب الإسلامي — بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۲۲هـ.

[1] حلية الأولياء: ۱۰/ ۵۳، دار الكتب العلمية — بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۰۹ هـ.

[2] تاريخ دِمشق: ٤۷/ ٤۳۰، ت: عمر بن غرامة، دار الفكر ـ بيروت، ط: ۱٤۱۵هـ

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

موصوف نے اس روایت کو ان احادیث میں شمار کیا ہے جن کی ان کو سند نہیں ملی[1]۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ احمد بن عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ، علامہ قاؤقجی رحمۃ اللہ علیہ علامہ محمد بن محمد درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

ان حضرات محدثین کرام نے حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے[2]، [3]، [4]، [5]۔

روایت کا حکم

ان تمام محدثین کرام کی تصریح کے مطابق یہ روایت ان الفاظ سے مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) ثابت نہیں ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے اسے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

[1] طبقات الشافعية الكبرى: ٦/ ٣٥٦، ت: محمود محمد الطناحي وعبد الفتاح محمد الحلو، دارإحياء الكتب العربية —القاهرة، الطبعة الثانية: ١٤١٣هـ.

[2] المصنوع: ١/ ١٠١، رقم: ١٣٥، ت: شيخ أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية ـ حلب.
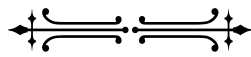
[3] الجد الحثيث في بيان ليس بحديث: رقم: ١٦٩، ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم ـ بيروت.

[4] اللؤلؤ المرصوع: ص: ١ /٨٢، رقم: ٢٠٤، ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية — بيروت، الطبعة الأولى: ١٤١٥هـ.

[5] أسنى المطالب: رقم: ٦٨٠، دار الكتب العلمية — بيروت، ط: ١٤١٨هـ.

روایت نمبر:⑮

روایت: ” تخلّقوا بأخلاق الله “. اللہ کے اخلاق اپناؤ۔

حکم: باطل ہے، بیان نہیں کر سکتے۔

روایت کے بعض مصادر

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ[1]، حافظ ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ[2] اور علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ[3] نے یہ روایت بلا سند آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کی ہے۔

روایت پر ائمہ کا کلام

علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”...ورَوَوْا في ذلك أثرا باطلا: ”تخلّقوا بأخلاق الله““[4].

”... اور ان لوگوں میں سے بعض افراد نے اس بارے میں (پہلے سے ایک بات چل رہی ہے) ایک باطل روایت گھڑ رکھی ہے کہ ”اللہ کے اخلاق اپناؤ“۔

روایت کا حکم

علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق یہ روایت ”باطل“ ہے، اس لئے یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

---

[1] تفسير الفخر الرازي: سورة آل عمران، ٣٩٧/٩، دار إحياء التراث العربي ـ بيروت.

[2] الفتاوى الحديثية: ص: ٢٠٨، دار الفكر ـ بيروت.

[3] إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري: باب قَولِ اللَّهِ تَعَالَى: {واتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلا} [النساء:١٦٥]، ٢٤١/٥، المطبعة الكبرى الأميرية – مصر.

[4] مدارج السالكين بين منازل إياك نعبد وإياك نستعين: ١٨٠/٣، دار إحياء التراث العربي – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤١٩هـ.

اہم فائدہ

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”حلیۃ الأولیاء“[1] میں حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول تخریج کیا ہے جو زیرِ بحث روایت کے مشابہ ہے، اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہ حدیث نہیں ہے، بلکہ حضرات اکابر میں سے کسی کا قول ہے، قول ملاحظہ ہو:

”معاشرة العارف كمعاشرة الله، يتحَمَّلُك ويَحلُمُ عنك، تخلقا بأخلاق الله الجميلة“. اللہ کے خوبصورت اخلاق اپناتے ہوئے، عارف کا لوگوں کے ساتھ برتاؤ، اللہ کا بندوں کے ساتھ برتاؤ کی مانند ہوتا ہے، وہ آپ کی جانب سے پیش آمدہ تکالیف برداشت کرتا ہے، اور درگذر سے کام لیتا ہے۔
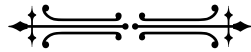
[1] حلية الأولياء وطبقات الأصفياء: ٩/٣٥١، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٩هـ.

روایت نمبر:(١٦)

روایت: کھانے کے بعد کی دعا: الحمد لله الذي أطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمين".

یہ روایت اس حیثیت سے تحقیق کا جزء بنی ہے کہ اس میں لفظِ "من" کی زیادتی مصادر اصلیہ سے ثابت نہیں ہے، یعنی صحیح عبارت: "... وجعلنا مسلمين". ہے، ذیل میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

مصادر

واضح رہے کہ یہ دعا لفظِ "من "کی زیادتی کے ساتھ علامہ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ نے" کنز العمال "[1] میں لکھی ہے، اور ذیل میں "مسند احمد"، "سنن اربعہ" اور "ضیاء" کا حوالہ دیا ہے، البتہ ان تمام کتابوں میں یہ دعا لفظِ "من" کی زیادتی کے بغیر یعنی: "... وَجَعَلَنَا مُسلمين". کے الفاظ سے ہے، دیکھئے:

مسند أحمد: رقم: مسند أبي سعيد الخدري، ٣٧٥/١٧، رقم: ١١٢٧٦، مؤسسة الرسالة ــ بيروت.

سنن الترمذي: كتاب الدعوات، باب ما يقول إذا فرغ من الطعام، ٥٠٨/٥، رقم: ٣٤٥٧، دار إحياء التراث العربي ــ بيروت.

سنن أبي داود: كتاب الأطعمة، باب ما يقول الرجل إذا طعم، ٤/ ١٢٠، رقم: ٣٨٥٠، دار ابن حزم ــ بيروت.

سنن النسائي: ١١٦/٧، رقم: ١٠٠٤٧، مؤسسة الرسالة ــ بيروت.

سنن ابن ماجه: كتاب الأطعمة، باب ما يقول إذا فرغ من الطعام، ١٠٩٢/٢، رقم: ٣٢٨٣، دار الفكر ــ بيروت.

---

[1] كنز العمال: ١٠٤/٧، رقم: ١٨١٧٩، مؤسسة الرسالة – بيروت، الطبعة الخامسة: ١٤٠٥هـ.

حافظ ضیاء مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ”احادیث مختارہ“ میں مجھے یہ روایت نہیں مل سکی۔

یہ بھی واضح رہے کہ حافظ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ نے تالیف ”کنز العمال“ میں یہ روایت ”الجامع الصغير للسيوطي“[1] سے لی ہے (تفصیل جاننے کے لئے ”کنز العمال“ کا مقدمہ ملاحظہ فرمائیں)، اور اس ”جامع صغیر“ میں بھی یہ دعا لفظِ ”من“ کی زیادتی کے بغیر یعنی: ”... وجَعَلَنا مُسلمين“. کے الفاظ سے ہے، نیز ”جامع صغیر“ کی دو شروح ”فيض القدير“[2] اور ”التيسير“[3] میں یہ دعا لفظِ ”من“ کی زیادتی کے بغیر ہے۔

سابقہ ذکر کردہ مصادر اصلیہ (یعنی وہ محدثین جو اپنی سند متصل سے روایت نقل کرتے ہیں) کے علاوہ بہت سے محدثین نے یہ روایت اپنی اپنی سندوں سے تخریج کی ہے، اور کہیں بھی یہ دعا لفظِ ”من“ کی زیادتی کے ساتھ نہیں ہے، بلکہ لفظِ ”من“ کے بغیر ہی ہے، چند کے نام ملاحظہ ہوں:

”مسند عبد بن حميد“، ”المصنف لابن أبي شيبة“، ”شعب الإيمان“، ”كتاب الدعاء للطبراني“۔

تحقیق کا حاصل

حاصل یہ ہے کہ سابقہ تفصیلات کی روشنی میں یہی قرین قیاس ہے کہ یہ دعا لفظِ ”من“ کی زیادتی کے بغیر ہے، یعنی ”الحمد لله الذي أطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمين“.

نوٹ: ”کنز العمال“ کے علاوہ حافظ محمد بن سلیمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:۱۰۹۴ھ)

---

[1] الجامع الصغير: ص: ٤١٩، رقم: ٦٧٥٦، دار الكتب العلمية —بيروت، ط: ١٤٢٥هـ .

[2] فيض القدير: ١٥١/٥، رقم: ٦٧٥٦، دارالمعرفة - بيروت، الطبعة الثانية: ١٣٩١هـ.

[3] التيسير: حرف الكاف، ٤٩٧/٢، مكتبة الإمام الشافعي - الرياض، ط: ١٤٠٨هـ.

کی کتاب ”جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد“ کا ایک نسخہ جو مولانا محمد طارق سہارنپوری صاحب کی تحقیق کے ساتھ سہارنپور سے شائع ہوا ہے اس میں لفظِ ”من“ کی زیادتی کے ساتھ یہ دعا بحوالہ ”سنن ترمذی“، ”سنن ابوداؤد“ موجود ہے[1]، جبکہ ”جمع الفوائد“ کا ایک دوسرا نسخہ جو ابو علی سلیمان بن دریع کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوا ہے اس میں یہ دعا لفظِ ”من“ کی زیادتی کے بغیر بحوالہ ”سنن ترمذی“ منقول ہے[2]، حالانکہ آپ جان چکے ہیں کہ ”سنن ترمذی“ اور ”سنن ابوداؤد“ میں یہ لفظِ ”من“ کی زیادتی کے بغیر ہے۔ نیز ”جمع الفوائد“ کے ماخوذ منہ مصدر ”جامع الأصول لابن الأثير“[3] میں بھی یہ دعا بحوالہ ”سنن ترمذی“، ”سنن ابوداؤد“، لفظِ ”من“ کی زیادتی کے بغیر ہے۔
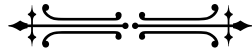
---

[1] جمع الفوائد: ۷/ ۳۸۲، رقم: ۷۸۸۱، ت: طارق السهارنفوري، طبع في سهارنفور.

[2] جمع الفوائد: كتاب الأذكار، ٤/ ٨٩، ت: أبو علي سليمان بن دريع، دار ابن حزم- بيروت، ط: ١٤١٨هـ

[3] جامع الأصول: ٤/ ٣٠٦، ت: عبد القادر الأرنؤوط، مكتبة دار البيان- بيروت، ط: ١٣٩٢هـ.

روایت نمبر:(۱۷)

وضوء کے بعد: ”إنا أنزلناہ فی لیلۃ القدر“ پڑھنے کے مختلف فضائل

حکم: آپ ﷺ سے ثابت نہیں، بیان نہیں کرسکتے۔

روایت: ”من قرأ في إثر وضوئه: إنا أنزلناه في ليلة القدر. مرة واحدة كان من الصديقين، ومن قرأها مرتين كان في ديوان الشهداء، ومن قرأها ثلاثا حشره الله محشر الأنبياء“.

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص وضوء کے بعد: ”إنا أنزلناه في ليلة القدر“ ایک مرتبہ پڑھے گا، وہ صدیقین میں شمار ہو گا، اور جو دو مرتبہ پڑھ لے، اسے شہداء کی فہرست میں لکھا جائے گا، اور جو تین مرتبہ پڑھ لے، اللہ تعالی نبیوں کے ساتھ اس کا حشر فرمائیں گے۔

اس حدیث کی تحقیق چار (۴) اجزاء پر مشتمل ہے:

① روایت کا مصدرِ اصلی

② روایت کے بارے میں ائمہ حدیث کا کلام

③ ائمہ حدیث کے اقوال کا خلاصہ اور روایت کا حکم

④ اہم نوٹ

روایت کا مصدر

یہ روایت دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کی ”مسند الفردوس“ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً (آپ ﷺ کا قول) مروی ہے، چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ”الحاوي للفتاوي“[1] میں لکھتے ہیں:

[1] الحاوي للفتاوى: كتاب الطهارة، ۱/ ۳۳۹، دار الكتب العلمية – بيروت، ط:۱۴۰۷ھـ.

”روى الديلمي في مسند الفردوس من طريق أبي عبيدة، عن الحسن، عن أنس بن مالك، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قرأ في أثر[1] وضوئه إنا أنزلناه في ليلة القدر مرة واحدة كان من الصديقين، ومن قرأها مرتين كتب في ديوان الشهداء، ومن قرأها ثلاثا حشره الله محشر الأنبياء.وأبو عبيدة مجهول“.

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو شخص وضوء کے بعد: ” إنا أنزلناه في ليلة القدر“ **ایک مرتبہ پڑھے گا،وہ صدیقین میں شمار ہو گا،اور جو دومرتبہ پڑھ لے،اسے شہداء کی فہرست میں لکھا جائے گا،اور جو تین مرتبہ پڑھ لے،اللہ تعالیٰ نبیوں کے ساتھ اس کا حشر فرمائیں گے۔اس سند میں ابو عبید مجہول راوی ہے۔**

حافظ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی”الفتاوی الفقهية الكبری“[2] **میں مذکورہ روایت نقل کرکے لکھا ہے:**”رواه الديلمي وفي سنده مجهول“. **یہ روایت دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کی ہے،اور اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے۔**

فائدہ:

علامہ صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۸۹۴ھ)نے”نزهة المجالس“[3] **میں یہ حدیث نقل کی ہے،لیکن فضیلت مختلف ہے،موصوف رقمطراز ہیں:**

” وأن يقرأ أيضا إنا أنزلناه في ليلة القدر“ لما ورد في الحديث: من قرأ إنا أنزلناه في ليلة القدر عقب وضوئه غفر له ذنوب أربعين سنة“.

ترجمہ: وضوء کرنے والا ”إنا أنزلناه في ليلة القدر“ **پڑھے،کیونکہ حدیث**

---

[1] أَثَر و إِثْر كلاهما يستعمل.

[2] الفتاوى الفقهية الكبرى: باب الوضوء،۱/ ۵۹، دار الفكر – بيروت.

[3] نزهة المجالس: باب فضل الصلوات ليلا ونها را ومتعلقاتها، محمد الخشاب، المطبعة الكاستلية – الهند، ط:۱۲۸۳ھ.

میں ہے: جو شخص وضوء کے بعد: "إنا أنزلناه في ليلة القدر" پڑھ لے تو اس کے چالیس (۴۰) برس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

علامہ علی متقی ہندی رحمۃ اللہ علیہ نے "كنز العمال"[1] میں بھی بحوالہ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ عن انس رضی اللہ عنہ یہ روایت نقل کی ہے۔

روایت پر ائمہ کا کلام

۱- امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ "المقاصد الحسنة"[2] میں لکھتے ہیں:

"وكذا قراءة سورة "إنا أنزلناه" عقب الوضوء لا أصل له، وإن رأيت في المقدمة المنسوبة للإمام أبي الليث من الحنفية إيراده مما الظاهر إدخاله فيها من غيره، وهو أيضا مفوت سننه [كذا في الأصل]".

اسی طرح وضوء کے بعد سورۂ "إنا أنزلناه" کی بھی کوئی اصل نہیں، اگرچہ وضوء کے بعد کا یہ عمل میں نے امام ابو اللیث حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب مقدمہ میں بھی پایا ہے[3]، بظاہر مقدمہ میں یہ کسی دوسرے نے داخل کر دی ہے، نیز اس کا پڑھنا سننِ وضوء کو فوت کرنے والا ہے[4]۔

---

[1] كنز العمال: كتاب الطهارة، ۹/ ۲۹۹، رقم: ۲٦۰۹، مؤسسة الرسالة – بيروت، ط: ۱٤۰۱ هـ.

[2] المقاصد الحسنة: رقم: ۱۱٦۲، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي – بيروت، ط: ۱٤۰٥ هـ.

[3] علامہ محمد بن عمر سفیری (المتوفی ۹٥٦ھ) نے "المجالس الوعظية في شرح أحاديث خير البرية" میں فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ روایت بلا سند ان الفاظ سے بھی نقل کی ہے: "روي عن رسول لله – صلى الله عليه وسلم – أنه قال: من قرأ سورة إنا أنزلناه في ليلة القدر على أثر الوضوء مرة واحدة، أعطاه الله تعالى ثواب خمسين سنه، صيام نهارها وقيام ليلها، ومن قرأها مرتين أعطاه الله تعالى ما أعطاه الخليل والكليم والحبيب والرفيع، ومن قرأها ثلاث مرات يفتح الله تعالى له ثمانية أبواب الجنة فيدخلها من أي باب شاء بلا حساب ولا عذاب". (۲/ ۳۹۰، ت: أحمد فتحي عبد الرحمن، دار الكتب العلمية ـ بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۲٥ هـ).

[4] ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "تفویتِ سنت" پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "وأما قوله: وهو مفوت سنته، أي: سنة الوضوء، ففيه أن الوضوء ليس له سنة مستقلة كما حققه الغزالي، وإنما يستحب أن يصلي بعد كل وضوء،

فائدہ: امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے ہیں کہ وضوء کے بعد "إنا أنزلناه" میں مشغول ہونا مسنون عمل کو فوت کرتا ہے، بظاہر امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں وضوء کے بعد کے اس مسنون عمل کی طرف اشارہ ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: جو شخص اچھی طرح وضوء کرے، پھر یہ دعا پڑھے: "أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله، اللهم اجعلني من التوّابين واجعلني من المتطهّرين". اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں، جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے[1]۔

۲- اسماعیل بن محمد عجلونی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

موصوف نے "كشف الخفاء"[2] میں حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

(۳) علامہ محمد امیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

آپ نے "النُخْبَة البَهيَّة"[3] میں اسے "لا أصل" کہا ہے۔

۴- علامہ ابو المحاسن قاوقجی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

موصوف نے "اللؤلؤ المرصوع"[4] میں پہلے کسی کی جانب سے

ولم يشرط أحد فوريتها بعده فلا ينافي قراءة سورة وغيرها عقيب الوضوء قبل الصلاة، نعم قيل: الأولى أن يصلي قبل أن تنشف أعضاء وضوئه والله أعلم".

الأسرار المرفوعة: ص: ٣٤٠، رقم: ٥١٦، ت: محمد الصباغ، المكتب الإسلامي–بيروت، ط: ١٤٠٦هـ.

[1] سنن الترمذي: باب فيما يقال بعد الوضوء، ١/ ٧٨، رقم: ٥٥، ت: أحمد شاكر، دار إحياء التراث العربي –بيروت.

[2] كشف الخفاء: ٢/ ٣١٩، رقم: ٢٥٦٦، ت: يوسف بن محمود، مكتبة العلم الحديث–بيروت، ط: ١٤٢١ هـ

[3] النخبة البهية: ص: ١١٩، رقم: ٣٦١، ت: زهير الشاويش، المكتب الإسلامي –بيروت، ط: ١٤٠٩هـ.

[4] اللؤلؤ المرصوع: ص: ١٩٦، رقم: ٦١١، ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية –بيروت، ط: ١٤١٥هـ.

تفویتِ سنت کا قول نقل کیا، پھر لکھتے ہیں:

"....لكن حديث قراءة إنا أنزلناه ذكره الفقيه أبو الليث السمرقندي، وهو إمام جليل، وكذا ذكره غيره من علمائنا".

"...لیکن وضوء کے بعد "اناانزلناه" پڑھنے کی روایت فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے، اور وہ ایک بڑے امام ہیں، ان کے علاوہ بھی ہمارے علماء نے اس کو ذکر کیا ہے"۔

۵- ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

آپ "الأسرار المرفوعة"[۱] میں حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"وأراد أنه لا أصل له في المرفوع، وإلا فقدذكره الفقيه أبو الليث السمرقندي وهو إمام جليل ...".

"امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول: "لا أصل له" سے مراد یہ ہے کہ اس روایت کی مرفوع (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) روایتوں میں کوئی اصل نہیں، اگر امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا یہ معنی نہ لیا جائے تو [امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام درست نہیں ہو گا، کیونکہ] فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ذکر کیا ہے، اور وہ ایک بڑے امام ہیں، [چنانچہ اسے مطلقاً بے اصل کہنا مراد نہیں ہے، بلکہ مراد صرف یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے] ..."۔

۶- علامہ غزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ غَزّی رحمۃ اللہ علیہ "الجد الحثيث"[۲] میں لکھتے ہیں: "لا أصل لها وإن أورد ذلك في المقدمة المنسوبة لأبي الليث". یہ بے اصل روایت

---

[۱] الأسرار المرفوعة: ص: ۳۴۰، رقم: ۵۱٦، ت: محمد الصباغ، المكتب الإسلامي – بيروت، ط: ١٤٠٦هـ.

[۲] الجد الحثيث: ١/ ٢٣٤، رقم: ٥٣٠، ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم – بيروت، ط: ١٤١٨هـ.

ہے، اگرچہ ابو اللیث کی جانب منسوب مقدمہ میں موجود ہے۔

۷- علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:۱۲۳۱ھ)، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کر کے لکھتے ہیں: "ولفظه يدل على وضعه"[۱]. روایت کے الفاظ اس کے من گھڑت ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال ابتداء میں گذر چکے ہیں، یعنی آپ دونوں نے سند میں ایک راوی کو مجہول قرار دیا ہے، اور حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق وہ راوی ابو عبید ہے۔

ائمہ حدیث کے اقوال کا خلاصہ اور روایت کا حکم

آپ دیکھ چکے ہیں کہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت میں علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد امیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ غزّی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ان سب علماء نے اس حدیث کو بے اصل کہا ہے، اور امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس موقع پر بے اصل کہنے سے یہ مراد ہے کہ یہ روایت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً ثابت نہیں ہے، جیساکہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وضاحت کر دی ہے، بلکہ امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے من گھڑت ہونے کی بھی تصریح کر دی ہے۔

ان تمام ائمہ کی تصریحات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ مذکورہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، چنانچہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اس روایت کا انتساب درست نہیں ہے[۲]۔

---

[۱] حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: كتاب الطهارة، ص:۷۹، ت: محمد عبد العزيز الخالدي، دار الكتب العلمية –بيروت، ط:۱٤۱۷ هـ.

[۲] **اہم فائدہ:** بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انتساب سے، سورۃ انا انزلناہ کے فضائل پر مشتمل، ایک دوسرا طریق ملا، جسے حافظ

نوٹ: واضح رہے کہ یہ تفصیل صرف اس حیثیت سے تھی کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے انتساب سے اس روایت کو بیان کرنا شرعاً کیا مقام رکھتا ہے؟ آپ جان چکے ہیں کہ یہ درست نہیں ہے، لیکن بعض فقہاء خصوصاً شوافع علیہم الرحمہ نے اپنی فقہی کتب میں وضوء کے بعد اس عمل کو مستحب کہا ہے، احناف میں بھی بعض نے اسے مستحب لکھا ہے، جیسے فقیہ ابو لیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ، اس لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی جانب انتساب سے قطع نظر فقہی حیثیت سے وضوء کے بعد اس دعا کے پڑھنے کی کیا حیثیت ہے؟ یہ بحث ہمارے موضوع سے خارج ہے، کیونکہ ہم نے یہاں صرف انتساب بالرسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حیثیت سے کلام کیا ہے، حاصل یہ ہے کہ اس دعا کی فقہی حیثیت کے بارے میں فقہاء کرام سے رجوع فرمالیں۔
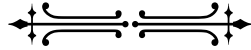
ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ نے "تنزیه الشریعه" میں ذکر کیا ہے، اور آخر میں لکھا ہے کہ اس کی سند میں حسن بن علی ابو سعید عَدَوِی ہے، اور یہ کذاب ہے، واضح رہے کہ اس طریق کا متن بہت مفصل ہے، البتہ ہماری خاص اس روایت سے متعلق جزء یہ ہے: "... فإن من قرأها إذا توضأ للصلاة كتب له عبادة ألف ألف سنة صيام نهارها وقيام ليلها...". ...جو شخص اس سورت کو نماز کے لئے کیے جانے والے وضوء کے بعد پڑھے گا، اس کے لئے دس لاکھ سال دن میں روزے اور رات میں نماز کی عبادت کا اجر لکھا جائے گا..."۔ (۱/ ۳۰۳، دار الکتب العلمیة—بیروت)

روایت نمبر:(۱۸)

”سب سے افضل دعا یہ ہے کہ تو کہے: اے اللہ! امت محمدیہ پر رحمت عامہ فرما“۔

حکم: من گھڑت

روایت: ”نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:“ أفضل الدعاء أن تقول: اللهم ارحم أمة محمد رحمة عامة.”ترجمہ: سب سے افضل دعا یہ ہے کہ تو کہے: ”اے اللہ! امتِ محمدیہ پر رحمت عامہ فرما“۔

روایت کا مصدر

حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ ”الضعفاء الکبیر“[1] میں ”عبد الرحمن بن یحیی بن سعید“ کے ترجمہ میں مذکورہ روایت تخریج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”حدثناه عبد الله بن أحمد بن موسى الأهْوَازِي، قال: حدثنا عبد الله بن عبد الوهاب الخوارزمي، قال: حدثنا عمرو بن محمد من ولد الحسن بن أبي الحسن وأثنى عليه خيرا، قال: حدثنا عبد الر حمن بن يحيى، عن سعيد الأنصاري[كذا في الأصل]، عن أبيه[كذا في الأصل]، عن سعيد بن المسيب، عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من دعاء أحب إلى الله من قول العبد: اللهم اغفر لأمة محمد رحمة عامة ...“.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] الضعفاء الكبير: ۲/ ۳۵۰، رقم: ۹۵۳، ت: عبد المعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۰۸ھ۔

حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ روایت کے بعد اس کی ایک دوسری سند کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”حدثنا محمد بن هارون الأنصاري، قال: حدثنا علي بن الحسين بن إشْكَاب، قال: حدثنا عمرو بن محمد البصري، قال: حدثنا عبد الرحمن بن يحيى بن سعيد الأنصاري، عن أبيه، عن أبي سلمة، عن أبي هريرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم مثله، وفي هذا رواية من غير هذا الوجه أيضا تقارب هذه الرواية في الضعف“.

اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ دعاء یہ ہے کہ بندہ کہے: اے اللہ! امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمتِ عام فرما۔

روایت کے دیگر مصادر

یہ روایت حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ بغداد"[1] میں، حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے "الكامل في الضعفاء"[2] میں، حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "تاریخ"[3] میں تخریج کی ہے، چاروں سندیں "عمرو بن محمد اعسم بصری" پر مشترک ہو جاتی ہیں۔

اہم نوٹ

واضح رہے کہ حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ سند کی طرح، حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کی سند میں سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کر رہے ہیں، البتہ حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی ایک دوسری سند، نیز خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کی سندوں میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والا راوی ابو سلمہ ہے۔

حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کے متن میں روایت کے ابتدائی الفاظ "اللّهم اغفر" ہیں، جبکہ ذکر کردہ دیگر تمام کتابوں میں "اللّهم ارحم" کے الفاظ ہیں۔

---

[1] تاريخ بغداد: إبراهيم بن محمد أبو القاسم الصائغ، ۷/ ۹۰،رقم:۳۱۵۵، ت: بشار عوّاد، دار الغرب الإسلامي – بيروت،ط: ۱٤۱۲ هـ.

[2] الكامل في الضعفاء: عبدالرحمن بن يحيى بن سعيد الأنصاري، ۵/ ۵۰٦، رقم: ۱۱٤۲، دار الكتب العلمية– بيروت، الطبعة: ۱۳۹۲هـ .

[3] انظر ذيل اللالي:ص:٤۱۳، رقم: ۷۸۳، ت: زياد النقشبندي، دار ابن حزم– بيروت،ط: ۱٤۳۲ هـ.
حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: "أفضل الدعاء أن تقول: اللهم ارحم أمة محمد رحمة عامة".

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے "المجروحین"[1] میں "عمرو بن محمد" کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ یہ محدثین کے نام گھڑتا ہے، اس کے بعد مذکورہ روایت اور عمرو بن محمد سے مروی دوسری روایات لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

"وهذه الأحاديث كلها موضوعة، لا أصول لها من حديث الثقات، وما أعلم أني سمعت بذكر عبد الرحمن بن يحيى بن سعيد إلا في هذا الحديث، وكأنه وضعه... ".

"یہ تمام کی تمام روایات من گھڑت ہیں، ثقہ راویوں کی احادیث میں ان کی کوئی اصل نہیں ہے، میں نے عبد الرحمن بن یحیی بن سعید کا ذکر اسی حدیث (یعنی اے اللہ! امت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمتِ عام فرما) میں سنا ہے، گویا کہ عمرو بن محمد نے اس عبد الرحمن بن یحیی بن سعید (کے نام) کو ایجاد کیا ہے ..."۔

حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ محمد مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے "أطراف الغرائب والأفراد"[2] میں عمرو بن محمد الاعسم کو عبد الرحمن سے، اس روایت کے نقل کرنے میں متفرد قرار دیا ہے۔

حافظ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: " فيه عمرو بن محمد بن الأعشم كذاب"[3]. اس روایت کی سند میں عمرو بن محمد بن اعشم کذاب ہے۔

---

[1] المجروحين: ۳/ ۷۵، ت: محمود ابراهيم زايد، دار المعرفة- بيروت، ط: ۱٤۱۲هـ.

[2] أطراف الغرائب والأفراد: ۲/ ۲۸۰، رقم: ۵۱۳۵،ت: جابر بن عبدالله السريع ،ط: ۱٤۲۸هـ.

[3] تذكرة الموضوعات: ص:۷٤، كتب خانة مجيدية- ملتان.

حافظ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ ہی "ذخیرة الحفاظ"[۱] میں مذکورہ روایت لکھنے بعد فرماتے ہیں:

"وهذا منكر، ويرويه عنه عمرو بن محمد بن الحسن البصري، وهو يعرف بالوضع". یہ روایت منکر ہے، اور اسے عبد الرحمن بن سعید سے عمرو بن محمد نقل کرتا ہے، جو وضعِ حدیث میں معروف ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "میزان الاعتدال"[۲] میں عبد الرحمن کے بارے میں حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اور زیرِ بحث روایت لا کر فرماتے ہیں: "كأنه موضوع...". گویاکہ یہ روایت من گھڑت ہے..."۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے[۳]۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت کو بسند حاکم رحمۃ اللہ علیہ "ذيل اللآلي"[۴] میں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"قال الحاكم: عمرو الأعسم روى عن عبدالرحمن بن يحيى بن سعيد الأنصاري، عن أبيه أحاديث موضوعة، قال: لا أعلم لعبد الرحمن هذا

---

[۱] ذخيرة الحفاظ: ٢١٠٦/٤، رقم: ٤٨٧٤، ت: عبد الرحمن الفريوائي، دار السلف-الرياض، ط: ١٤١٦هـ.

[۲] ميزان الاعتدال: ٥٩٧/٢، رقم: ٥٠٠١، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة- بيروت.

[۳] لسان الميزان: ١٤٦/٥، رقم: ٤٧١٤، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دارالبشائر الإسلامية ـ بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے بعد حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "أخرجه العقيلي عن عبدان، عن عبد الوهاب وعن محمد بن هارون، عن ابن إشكاب مثله، لكن قال أحدهما: عن سعيد والآخر: عن أبي سلمة، بدل سعيد، فالله أعلم. قال العقيلي: وفي الباب رواية من غير هذا الوجه تقاربه في الضعف، وأخرجه ابن عدي من رواية ابن إشكاب وقال: لعبد الرحمن غير ما ذكرت يرويه عنه عمرو بن محمد -وكان يعرف بالزمن- وهي أحاديث مناكير".

[۴] ذيل اللالي: ص: ٤١٣، رقم: ٧٨٣، ت: زياد النقشبندي، دار ابن حزم -بيروت، ط: ١٤٣٢هـ.

راويا غيره، وكذا قال أبو نعيم".

حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عمرو اعسم، عبد الرحمن عن ابیہ کی سند سے من گھڑت روایت نقل کرتا ہے، (حاکم رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں) میں عبد الرحمن سے نقل کرنے والوں میں عمرو اعسم کے علاوہ کسی اور کو نہیں جانتا، اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی کہنا ہے۔

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ "تنزيه الشريعة"[1] میں مذکورہ روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

"من حديث أبي هريرة، وفيه عمر بن الأعسم [كذا في الأصل]".

یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس روایت میں عمر بن الاعسم ہے۔

علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "فيه راوي الموضوعات"[2]. اس میں ایک راوی ہے جو من گھڑت روایت نقل کرتا ہے۔

ذیل میں سند میں موجود دو راویوں عمرو بن محمد بن اعسم اور عبد الرحمن بن یحیی کے بارے میں ائمہ جرح و تعدیل کا کلام ملاحظہ کر لیا جائے، تاکہ روایت کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

---

[1] تنزيه الشريعة: الفصل الثالث، ٢/ ٣٣٦،رقم:٦٥ ،ت: عبد الله الصديق الغماري، دار الكتب العلمية– بيروت،ط: ١٩٨١ هـ.

[2] تذكرة الموضوعات: ص: ٥٨ ، كتب خانة مجيدية– ملتان.

راویوں پر ائمہ کا کلام

عبد الرحمن بن یحیی بن سعید انصاری

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "يحدث عن أبيه بالمناكير"[1].
عبد الرحمن بن یحیی بن سعید انصاری اپنے والد سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ اس کے بعد حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے زیرِ بحث روایت تخریج کی ہے۔

حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "مجهول بالنقل، لا يقيم الحديث".
عبد الرحمن بن یحیی بن سعید انصاری "مجهول بالنقل" اور "لا يقيم الحديث" ہے۔
اس کے بعد حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے زیرِ بحث روایت تخریج کی ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "ميزان الاعتدال"[2] میں لکھتے ہیں: "لا يعرف، وله رواية عن أبيه". عبد الرحمن معروف نہیں ہے، اور اس کی اپنے والد سے روایت ہے۔

اس کے بعد حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس عبد الرحمن کے بارے میں حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اور زیرِ بحث روایت لا کر فرماتے ہیں: "كأنه موضوع...". گویا کہ یہ روایت من گھڑت ہے ..."۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے[3]۔

عمرو بن محمد بن حسن الزَمِن البصری المعروف بالأعْسَم

حافظ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق فرماتے ہیں: "منكر الحديث"[4].

---

[1] الكامل في ضعفاء الرجال:٥/٥٠٦، رقم: ١١٤٢،ت: عادل أحمد عبدالموجود، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الأولى: ١٣٩٢هـ .

[2] ميزان الاعتدال:٢/٥٩٧، رقم: ٥٠٠١،ت:علي محمد البجاوي، دار المعرفة- بيروت.

[3] لسان الميزان:٥/ ١٤٦، رقم:٤٧١٤ ، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دارالبشائرالإسلامية ـ بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.

[4] الضعفاء والمتروكين:٢/ ٢٣١، رقم: ٢٥٨٩، ت: عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية- بيروت،ط: ١٤٠٦هـ.

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”شیخ یروي عن الثقات المناکیر، وعن الضعفاء الأشیاء التي لا تعرف من حدیثهم، ویضع أسامي للمحدثین، لا یجوز الاحتجاج به بحال...“[1]۔

”یہ شیخ، ثقہ راویوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے اور ضعفاء سے ایسی چیزیں نقل کرتا ہے جو ان کی روایات میں معروف نہیں ہوتیں، محدثین کے نام وضع کرتا ہے، اس سے کسی صورت احتجاج درست نہیں ہے ...“۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ساقط الحدیث روی أحادیث موضوعة عن قوم لا یوجد في حدیثهم منها شيء، وروی عن عبد الرحمن بن یحیی بن سعید الأنصاري، عن أبیه أحادیث موضوعة، قال: ولا أعلم لعبد الرحمن هذا راویا غیره، وکذا قال أبو نعیم“[2]۔

یہ ساقط الحدیث ہے، اور ایسے لوگوں سے من گھڑت روایات نقل کرتا ہے جن کی حدیثوں میں اس کی نقل کردہ روایات موجود ہی نہیں، نیز عبدالرحمن بن یحیی عن ابیہ کی سند سے من گھڑت روایت نقل کرتا ہے، میں عبدالرحمن سے نقل

[1] المجروحین: ۳/ ۷۵، ت: محمود ابراهیم زاید، دار المعرفة- بیروت، ط:۱٤۱۲ هـ.

[2] لسان المیزان: عمرو بن محمد الأعسم، ٦/ ۲۲٦، رقم: ۵۸۳۷، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دارالبشائر الإسلامیة ـ بیروت، الطبعة الأولی: ۱٤۲۳ هـ.

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام نقل کرکے فرماتے ہیں کہ اس کلام سے یہ خیال ہوتا ہے کہ اس عبدالرحمن نامی راوی کا وجود نہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے، ملاحظہ فرمائیں:

”قلت: هذا یوهم أن عبد الرحمن لا وجود له، اختلق اسمه الأعسم ولیس کذلك، فقد تقدم في ترجمته [٤۷۱٤] أن غیر الأعسم روی عنه“.

بندہ نے ”لسان المیزان“ (رقم: ٤۷۱٤) میں موجود عبدالرحمن بن یحیی بن سعید انصاری کے ترجمہ کو دیکھا، لیکن اس اعسم کے علاوہ کسی دوسرے راوی کا نام نہیں ملا جس نے عبدالرحمن سے کوئی روایت نقل کی ہو، واللہ اعلم۔

کرنے والوں میں عمرو اعسم کے علاوہ کسی اور کو نہیں جانتا، اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی کہنا ہے۔

حافظ نَقَّاش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "روى أحاديث موضوعة"[1]. یہ من گھڑت روایات نقل کرتا ہے۔

عمرو بن محمد کے بارے میں حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ[2]، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ[3]، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ[4] اور علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ[5] نے مذکورہ بالا ائمہ کے اقوال پر اکتفاء کیا ہے۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت کو حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ، حافظ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے من گھڑت، شدید ضعیف کہا ہے، چنانچہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

---

[1] لسان الميزان:٦/ ٢٢٦، رقم: ٥٨٣٧،ت: عبدالفتاح أبو غدة، دارالبشائرالإسلامية ـ بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.

[2] الضعفاء والمتروكين: ٢/ ٢٣١،رقم: ٢٥٨٩، ت: عبد الله القاضي، دار الكتب العلمية– بيروت،ط: ١٤٠٦هـ.

[3] ميزان الاعتدال: ٣/ ٢٨٦، رقم: ٦٤٤١، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة– بيروت.

[4] لسان الميزان: ٦/ ٢٢٦، رقم: ٥١٣٧، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دارالبشائرالإسلامية ـ بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.

[5] تنزيه الشريعة: حرف العين، ١/ ٩٤، رقم: ٣٦٢ ،ت: عبد الله الصديق الغماري، دار الكتب العلمية– بيروت،ط: ١٩٨١هـ.

روایت نمبر:(۱۹)

روایت: جو مسلمان مرد، عورت آیۃ الکرسی پڑھے اور اس کا ثواب قبر والوں کو بخش دے، اللہ روئے زمین کی ہر قبر میں نور داخل کر دے گا اور قبر کو مشرق سے مغرب تک وسیع کر دے گا، اور اس کے پڑھنے والے کے لئے ستر (۷۰) شہیدوں کا ثواب لکھ دے گا۔

حکم: من گھڑت

روایت کا مصدر

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "ذیل اللآلي"[1] میں حافظ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"أنبانا أبوالعلابن عمان، عن أبي محمد جعفر بن أبي محمد الأبْهَرِي، عن محمد بن عبدالله النساوي، عن أبي عبدالله بن منان بن محمد المعروف بالأخوين، عن عبد الله بن محمد بن أحمد بن نوح، عن علي بن يونس الزاهد، عن علي بن عثمان بن الخطاب المغربي، عن علي بن أبي طالب مرفوعا: ما من مؤمن ولا مؤمنة يقرأ آية الكرسى ويجعل ثوابها لأهل القبور، إلا لم يبق على وجه الأرض قبر إلا أدخل الله فيه نورا، و وسع قبره إلى المغرب، وكتب للقبر ثواب سبعين شهيدا الحديث بطوله".

ترجمہ: جو مسلمان مرد، عورت آیۃ الکرسی پڑھے اور اس کا ثواب قبر والوں کو بخش دے، اللہ روئے زمین کی ہر قبر میں نور داخل کر دے گا، اور قبر کو مشرق سے مغرب تک وسیع کر دے گا، اور اس کے پڑھنے والے کے لئے ستر (۷۰)

[1] ذيل اللآلي: كتاب الجامع، ص: ۱۹۹، المكتبة الأثرية- شيخوپوره، ط: ۱۳۰۳ھـ.

شہیدوں کا ثواب لکھ دے گا۔

مذکورہ روایت کو حافظ شیرویہ بن شہردار دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الفردوس بمأ ثور الخطاب“[1] میں حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ سے بلاسند اس اضافی عبارت کے ساتھ نقل کیا ہے: ”وأعطاه الله بكل ملك في السموات عشر حسنات“. اور اللہ اس پڑھنے والے کو آسمان کے ہر فرشتے کے بدلے دس نیکیاں دے گا۔

روایت پر ائمہ کا کلام

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”ذيل اللآلي“[2] میں **مذکورہ روایت کو من گھڑت روایت میں شمار کیا ہے۔**

علامہ ابن عراق

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ ”تنزيه الشريعة المرفوعة“[3] **میں فرماتے ہیں:** ”... (مي) من حديث علي من طريق علي بن عثمان الأشج“.

مذکورہ روایت میں حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ **کی تصریح کے مطابق ”علی بن عثمان اشج“ نامی راوی موجود ہے، جس کے بارے میں حافظ ابن عراق** رحمۃ اللہ علیہ **نے ایک دوسرے مقام پر ”مشہور کذاب“ کہا ہے، ملاحظہ ہو:**

”والبلاء فيه من علي بن عثمان المغربي الأشج المكنى بأبي الدنيا الكذاب المشهور، والله أعلم“[4].

---

[1] الفردوس بمأثور الخطاب: ٤/ ٢٨، رقم: ٦٠٨٦، ت: السعيد بن بسيوني زغلول، دار الكتب العلمية– بيروت،ط:١٤٠٦

[2] ذيل اللآلي: كتاب الجامع، ص: ١٩٩، المكتبة الأثرية– شيخوپوره، ط: ١٣٠٣هـ.

[3] تنزيه الشريعة: كتاب فضائل قران، الفصل الثالث، ١/ ٣٠١، رقم: ٦٤، ت: عبدالله الغماري، دار الكتب العلمية– بيروت، ط: ١٤٠١هـ.

[4] تنزيه الشريعة: كتاب العلم، الفصل الثالث، ١/ ٢٧٥، رقم: ٧٧، ت: عبدالله الغماري، دار الكتب =

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ رجال کے کلام کی روشنی میں علی بن عثمان کے حالات کا جائزہ لیا جائے، تاکہ روایت کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

ابو الدنیا علی بن عثمان بن خطاب اشج مغربی (المتوفی:۳۲۷ھ)

واضح رہے کہ اکثر کتابوں میں موصوف کا نام عثمان بن خطاب لکھا ہے، لیکن زیرِ بحث سند کی موافقت میں یہاں نام علی بن عثمان لکھا گیا ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"أبو الدنيا الأشج المغربي الذي حدث بعد الثلاثمائة عن عليّ كذاب دجال"[1]. ابو دنیا اشج مغربی جو تین سو سال بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے کا دعوی کرتا تھا، جھوٹا، دجال ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ "البداية والنهاية"[2] میں ان کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"... وأما جمهور المحدثين قديما وحديثا فكذبوه في ذلك، وردوا عليه كذبه، ونصوا على أن النسخة التي رواها موضوعة، ومنهم أبو طاهر أحمد بن محمد السِلَفِي، وأشياخنا الذين أدركناهم: جِهْبِذ الوقت شيخ الإسلام أبو العباس ابن تيمية، والجِهْبِذ أبو الحجاج المزي، الحافظ مؤرح الاسلام أبو عبد الله الذهبي ...".

"... قدیم اور موجودہ جمہور محدثین اس کی تکذیب کرتے رہے ہیں اور اس کے جھوٹ کو اسی پر لوٹاتے رہے ہیں، انہوں نے یہ صراحت کی ہے کہ جو نسخہ

= العلمية– بيروت، ط: ١٤٠١هـ.

[1] المغني في الضعفاء: باب الكنى، ٢/ ٧٨٣، رقم: ٧٤٥١، ت: نور الدين عتر، دار احياء التراث العربي– بيروت، ط: ١٩٨٧م.

[2] البداية والنهاية: ١٥/ ١١١، ت: عبد الله بن عبد المحسن التركي، دار هجر– مصر، ط: ١٤١٧هـ.

یہ روایت کرتا ہے وہ من گھڑت ہے،(جو اس کی تکذیب کرتے ہیں) ان میں ابو طاہر احمد بن محمد سِلَفی اور ہمارے وہ مشائخ جن کا زمانہ ہم نے پایہ ہے، جیسے نقّاد شیخ الاسلام ابو العباس ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، نقّاد ابو الحجاج مزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ مؤرخ الاسلام حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ...“۔

حافظ عبدالرحیم عراقی رحمۃ اللہ علیہ ”ذيل ميزان الاعتدال“[1] میں فرماتے ہیں:

”كذاب دجال قدم مصر وحدث عن عَليّ، ذكره أبو القاسم ابن الطحان في ذيله على ابن يونس، فقال: قدم من المغرب إلى مصر سنة عشر وثلث مائة، وذكر أنه رأى عَليّ بن أبي طالب ومعاوية وغيرهما، وأنه أتي له من العمر ثلث مائة ونيف“.

یہ کذاب دجال ہے، مصر آیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انتساب سے روایت بیان کی، ابو القاسم بن طحان نے ابن یونس کی تالیف[2] کے ذیل میں اس کا ذکر کیا ہے، ابو القاسم کہتے ہیں: یہ تین سو دس ہجری میں مغرب سے مصر آیا، اور اس علی بن عثمان کا کہنا ہے کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے، اور یہ بھی کہا کہ اس کی عمر تین سو (۳۰۰) سال سے کچھ زائد ہے۔

حافظ ابراہیم بن سبط ابن العجمی رحمۃ اللہ علیہ ”الكشف الحثيث“[3] میں فرماتے ہیں: ”أحد الكذابين“. جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔

---

[1] ذيل ميزان الاعتدال: حرف العين، ص: ٣٦١، رقم: ٥٨٩ ت: عبدالقيوم عبدرب النبي، إحياء التراث الإسلامي – بيروت، ط: ١٤٠٦هـ.

[2] علامہ ابن یونس کی تالیف جس پر علامہ ابو القاسم نے ذیل لکھی ہے ”تاريخ الغرباء“ کے نام سے موسوم ہے۔

[3] الكشف الحثيث: حرف الراء، ص: ١١٦، رقم: ٢٨٨، ت: صبحي السامرائي، مكتبة النهضة العربية – بيروت، ط: ١٤٠٧هـ.

آگے علی بن عثمان کی ایک دوسری روایت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"أكثر الأحاديث متون معروفة ملصوقة بعليّ، ولا شك أن هذا كذاب ...".

"اس کی اکثر روایات کے متون معروف ہیں، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند سے چسپاں کر دیئے گئے ہیں، اور بلاشبہ یہ کذاب ہے ..."۔

علامہ صلاح الدین صفدی رحمۃ اللہ علیہ "الوافي بالوفيات"[1] میں فرماتے ہیں: "ليس بثقة ولا صدوق".

روایت کا حکم

مذکورہ بالا سطور سے آپ جان چکے ہیں کہ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے من گھڑت روایت میں شمار کیا ہے، اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی سند میں موجود راوی علی بن عثمان اشج کو مدار علت بنایا ہے، علی بن عثمان کے بارے میں حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ سمیت حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سبط ابن العجمی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے کذاب، دجال جیسے جرح کے سخت صیغے استعمال کیے ہیں، چنانچہ بے غبار بات یہ ہے کہ مذکورہ روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔
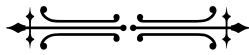
[1] الوافي بالوفيات: ۳۱٦/۱۹، رقم: ۷٦۱٦، ت: أحمد الأرناؤوط، دار إحياء التراث —بيروت، ط: ۱٤۲۰هـ.

روایت نمبر: (۲۰)

روایت: "المعدة بيت الداء والحِمْيَة رأس كل دواء، وأعط كل بدن ما عَوَّدْتَه". معدہ بیماری کا گھر ہے، پرہیز کرنا ہر دواء کی جڑ ہے، ہر بدن کو اس کی عادت کے مطابق خوراک دو۔

حکم: اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا بے اصل و من گھڑت ہے، نیز حضرات محدثین کی تصریح کے مطابق یہ طبیبِ عرب، حارث بن کَلَدَہ ثقفی کا قول ہے۔

تتمہ میں اس روایت کی تحقیق بھی کی گئی ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: معدہ بدن کا حوض ہے، اور رگیں معدہ میں آتی ہیں، لہٰذا اگر معدہ درست ہو تو یہ رگیں صحت لے کر لوٹتی ہیں، اور اگر معدہ خراب ہو تو یہ رگیں بیماری لے کر لوٹتی ہیں۔

حکم: یہ ضمنی روایت بھی منکر، شدید ضعیف ہے، اسے بیان نہیں کر سکتے، نیز حضرات محدثین کی تصریح کے مطابق یہ ابن اَبْجَر ہمدانی کا قول ہے۔

تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

روایت کا مصدر

مذکورہ روایت کو امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر "الكشف والبيان" میں اپنی بلاغات میں ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو:

"بلغني أن الرشيد كان له طبيب نصراني حاذق، فقال لعلي بن الحسين بن واقد: ليس في كتابكم من علم الطب شيء، والعلم علمان: علم الأديان وعلم الأبدان، قال علي: قد جمع الله الطب كله في نصف آية من كتابنا، قال: وما هي؟ قال: قوله تعالى: ﴿وَكُلُواْ وَٱشْرَبُواْ وَلَا

تُسْرِفُوٓاْۚ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلْمُسْرِفِينَ ﴿٣١﴾ [الاعراف: ٣١]. فقال النصراني: ولا يُؤثَرُ عن رسولكم شيء في الطب؟فقال علي: جمع رسول الله صلى الله عليه وسلم الطب في ألفاظ يسيرة، قال: وما هي؟ قال: قوله: المعدة بيت الداء، والحِمْيَة رأس كل دواء، وأعط كل بدن ما عَوَّدْتَه. فقال النصراني: ما ترك كتابكم ولا نبيكم لجالينوس طبا"[1].

مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بادشاہ ہارون الرشید کا ایک ماہر عیسائی طبیب تھا، اس نے ایک دن علی بن حسین بن واقد سے کہا: تم لوگوں (مسلمانوں) کی کتاب (قرآن پاک) میں علم طب کے بارے میں کچھ نہیں ہے، اور علم تو دو قسم کے ہیں: مذاہب کا علم، اور اجسام کا علم۔ علی بن حسین نے جواب میں کہا: بلاشبہ اللہ نے پورے علم طب کو ہماری کتاب کی آدھی آیت میں جمع فرما دیا ہے۔ عیسائی نے پوچھا وہ کونسی آیت ہے؟ علی بن حسین نے کہا: وہ اللہ تعالی کا یہ ارشاد ہے: ﴿وَكُلُواْ وَٱشْرَبُواْ وَلَا تُسْرِفُوٓاْۚ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلْمُسْرِفِينَ ﴿٣١﴾﴾ [الاعراف: ٣١]. (کھاؤ پیو اور اسراف مت کرو، یقیناً اسراف کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا)۔

عیسائی کہنے لگا: تمہارے رسول ﷺ سے تو طب کے بارے میں کچھ منقول نہیں ہے؟ اس پر علی بن حسین نے جواب دیا: اللہ کے رسول ﷺ نے علم طب کو بہت تھوڑے سے الفاظ میں جمع فرما دیا ہے۔ اس نے کہا وہ کون سے الفاظ ہیں؟ علی بن حسین نے کہا: آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''معدہ بیماری کا گھر ہے، پرہیز کرنا ہر دواء کی جڑ ہے، بدن کو اس کی عادت کے مطابق خوراک دو''۔ عیسائی نے کہا: تمہاری کتاب اور تمہارے رسول ﷺ نے جالینوس کے لئے طب کا ذرہ بھی نہ چھوڑا۔

---

[1] الكشف والبيان عن تفسير القرآن: الأعراف الآية ٣١، ٤/٢٣٠، ت: أبو محمد بن عاشور، دارإحياء التراث العربي-بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٢هـ.

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

"هذا من كلام الأطباء، إما الحارث بن كَلَدَة أو غيره، ولا أصل له عن النبي صلى الله عليه وسلم"[1].

یہ کلام اطباء کا ہے، یا حارث بن کَلَدَہ (طبیب) کا یا کسی اور کا، اور اسے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا "بے اصل" بات ہے۔

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"البطنة أصل الداء، والحِمْيَة أصل الدواء، وعَوِّدُوْا كل بدن بما اعتَادَ. لم أجد له أصلا"[2].

معدہ بیماری کا گھر ہے، پرہیز کرنا ہر دواء کی جڑ ہے، ہر بدن کو اس کی عادت کے مطابق خوراک دو۔ (حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) میں نے اس کی کوئی "اصل" نہیں پائی۔

حافظ ابن قیم جوزیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"فهذا الحديث إنما هو من كلام الحارث ابن كَلَدَة طبيب العرب، لا يصح رفعه إلى النبي صلى الله عليه وسلم، قاله غير واحد من أئمة الحديث"[3].

---

[1] اللآليء المنثورة: الباب الرابع في الطب والمنافع، رقم: ١٢٦، ص: ٩٧، ت: محمد بن لطيفي الصباغ، المكتب الإسلامي - بيروت، ط: ١٤١٧هـ.

[2] المغني عن حمل الأسفار: كتاب كسر الشهوتين، رقم: ٢٧٧٠، ٧٥٤/١، ت: أبومحمد أشرف بن عبدالمقصود، دارالطبرية - رياض، ط: ١٤١٥هـ.

[3] زاد المعاد في هدي خير العباد: فصل في هديه صلى الله عليه وسلم، ١٠٤/٤، ت: شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة - بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

یہ حدیث در حقیقت عربی طبیب حارث بن کَلَدَہ کا کلام ہے، اس کو اللہ کے نبی ﷺ کی طرف منسوب کرنا "صحیح" نہیں، اس بات کی تصریح بہت سے محدثین رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے۔

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

"لا يصح رفعه إلى النبي صلى الله عليه وسلم، بل هو من كلام الحارث بن كَلَدَة طبيب العرب أو غيره"[1].

اس روایت کو آپ ﷺ کی جانب منسوب کرنا "صحیح" نہیں، بلکہ یہ عربی طبیب حارث بن کَلَدَہ کا یا کسی اور کا کلام ہے۔

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"لا أصل له، إنما هو من كلام بعض الأطباء"[2]. اس کی کوئی "اصل" نہیں، دراصل یہ کسی طبیب کا کلام ہے۔

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"يكون معروفا بعزوه إلى غير النبي صلى الله عليه وسلم، فيلتبس على المخلط فيرفعه إليه وَهْما منه، فيعده الحفاظ موضوعا"[3].

اس روایت کا نبی ﷺ کے علاوہ کی جانب منسوب ہونا معروف تھا، پھر کسی مختلط کو وہم ہوا ہوگا اس نے یہ روایت خلط کرتے ہوئے حضور ﷺ کی جانب منسوب کردی، یہی وجہ ہے کہ حفاظ حدیث رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو من گھڑت روایات میں شمار کیا ہے۔

---

[1] المقاصد الحسنة: حرف الميم، ص:٤٤٦، رقم: ١٠٣٣، ت: عبدالله محمد الصديق، دارالكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية: ١٤٢٧هـ.

[2] الدرر المنتثرة في الأحاديث المشتهرة: ص:٢٢١، رقم:٣٧٠، ت:محمد عبدالقادرعطا،دارالكتب العلمية- بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨هـ.

[3] الحاوي للفتاوي: أعذب المناهل في حديث من قال أنا عالم فهو جاهل،ص: ٤١٦،ت: خالد طرطوسي، دارالكتب العربي- بيروت، ط: ١٤٢٥هـ.

ائمہ کرام کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا حکم

مذکورہ روایت کو علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن قیم جوزیہ رحمۃ اللہ علیہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بے اصل اور من گھڑت کہا ہے، لہٰذا اس روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے [1]۔

[1] ذیل میں دو فوائد ضمناً اجمالاً لکھے جائیں گے:

① زیرِ بحث روایت کے ہم معنی یہ روایت بھی ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے عائشہ! پرہیز دوا ہے، اور معدہ بیماریوں کا گھر ہے، اور بدن کو اس کی عادت کے مطابق خوراک دو"۔ اس روایت کو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ ابو محمد خلال رحمۃ اللہ علیہ نقل کیا ہے، میں تاحال اس کی سند پر مطلع نہیں ہوا، البتہ علامہ سید آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ روایت کا پہلا ٹکڑا (پرہیز دوا ہے) حارث بن کَلَدَہ سے منقول ہے، واللہ اعلم، ملاحظہ فرمائیں:

"وفي الدر المنثور أخرج محمد [كذا في الأصل والصحيح أبو محمد] الخلال عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم دخل عليها وهي تشتكي، فقال لها: يا عائشة ! الأزْم دواء، والمعدة بيت الأدواء، وعَوِّدُوْا البدن ما اعتاد. ولم أر من تعقبه، نعم رأيت في النهاية لابن الأثير: سأل عمرو [كذا في الأصل والصحيح عمر وهو أمير المؤمنين] الحارثَ بن كَلَدَة ما الدواء؟ قال: الأزم يعني الحِمْيَة وإمساك الأسنان بعضها على بعض. نعم الأحاديث الصحيحة متظافرة في ذم الشبع وكثرة الأكل ....".(روح المعاني:الأعراف،الآية: ٣٢، إنه لا يحب المسرفين، ٨/ ١١١،دار إحياء الثراث العربي – بيروت).

پھر بعد میں حافظ ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ملا، جس میں موصوف نے خاص ان الفاظ کو بھی حارث بن کلدہ کا قول کہا ہے، ملاحظہ فرمائیں: "فهذا أصل عظيم من أصول العلاج يجب الاعتناء به، وقد صرح به أفاضل أهل الطب حتى قال طبيب العرب بل أطبهم الحارث ابن كلدة، وكان فيهم كأبقراط في قومه: الحمية رأس الدواء، والمعدة بيت الداء، وعودوا كل بدن ما اعتاد. وفي لفظ عنه: الأزْم دواء. والأزْم: الإمساك عن الأكل يعني به الجوع، وهو من أكبر الأدوية في شفاء الأمراض الامتلائية كلها بحيث إنه أفضل في علاجها من المستفرغات إذا لم يخف من كثرة الامتلاء، وهَيَجَان الأخلاط، وحِدَّتِها وغَلَيَانِها".(زاد المعاد: فصل في هديه صلى الله عليه وسلم، ١١٧/٤، ت: شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة – بيروت، ط: ١٤١٢هـ)

② اسی طرح زیرِ بحث روایت کے ٹکڑے "المعدة بيت الداء" کے ہم معنی یہ الفاظ بھی مشہور ہیں: "أصل كل داء البَرَدَة". ہر بیماری کی جڑ، بد ہضمی ہے۔

اس کے بارے بھی امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اشبہ بالصواب اور قرین قیاس یہ ہے کہ یہ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، نیز علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول کہہ کر نقل کیا ہے، روایت ہذا (ہر بیماری کی جڑ بد ہضمی ہے) کی جامع تفصیل علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت میں ملاحظہ فرمائیں: "(قط) في العلل من حديث محمد ابن جابر عن تَمَّام بن نَجيح عن الحسن البصري (عن أنس) بن مالك. وظاهر صنيع المصنف[أي الإمام السيوطي] أن مُخَرِّجُه الدارقطني خرَّجه ساكتا عليه، والأمر بخلافه، بل تعقبه بتضعيفه كما حكاه المصنف[أي الإمام السيوطي] نفسه عنه في الدرر تبعا للزركشي وقال: روي عن الحسن من قوله، وهو أشبه بالصواب أهـ. وقال ابن الجوزي: قال ابن حبان: تَمَّام منكر الحديث يروي أشياء موضوعة عن الثقات كان يتعمدها أهـ =

چونکہ اس روایت کو محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہ نے طبیبِ عرب حارث بن کلدہ کی جانب منسوب کیاہے، اس لئے مناسب معلوم ہوتاہے کہ ان کا بھی مختصر تعارف ذکر کر دیا جائے، ملاحظہ ہو:

طبیبِ عرب حارث بن کلدہ ثقفی کا مختصر تعارف

یہ طائف کے قبیلے بنی ثقیف میں پیدا ہوئے، انہوں نے نبوت کا زمانہ پایا، البتہ ان کے اسلام لانے کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہے، حارث نے علمِ طب بلادِ فارس سے بھی حاصل کیا، عرب ان کی حذاقت کے قائل تھے، چنانچہ حجِ وداع کے موقع پر جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کسی سنگین بیماری میں مبتلاء ہوگئے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے، اور فرمایا: ”تم تو دل کے مریض ہو، بنو ثقیف کے حارث بن کلدہ کو بلاؤ، وہ ایک طبیب ہے، وہ مدینہ کی سات عجوہ کھجوریں لے، اور گٹھلیوں سمیت پیس کر تمھیں پلائے“[1]۔

ان کی بہت سی قیمتی نصیحتیں (طبی وغیرہ) مؤرخین نے ذکر کیں ہیں، جو کہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی ”الطب النبوي“ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی ”الإصابة“ وغیرہ میں اہلِ ذوق کے لئے موجود ہیں، خصوصاً امام ابن ابی اصیبعہ رحمۃ اللہ علیہ کی ”عيون الأنباء في طبقات الأطباء“[2] میں ایک دلچسپ حکایت حارث بن

= وقال ابن عدي والعقيلي: حديثه منكر، وعامة ما يرويه لا يتابع عليه. وفي الميزان: محمد[أي بن جابر الراوي عن تَمَّام] هذا حلبي ولعل البلاء منه. (ابن السني وأبو نعيم) وكذا المستغفري كلهم (في الطب) النبوي (عن علي) أمير المؤمنين، وفيه إسحاق بن نَجِيْح المَلَطِي كان يضع الحديث. (وعن أبي سعيد) الخدري (وعن الزهري مرسلا) رمز المصنف لضعفه، قال بعضهم: ولا يصح شيء من طرقه، وقال ابن عدي باطل بهذا الإسناد. وجعله[أي الزمخشري] في الفائق من كلام ابن مسعود". (فيض القدير:١/ ٥٣٢،رقم:١٠٨٧، دارالمعرفة - بيروت، الطبعة الثانية: ١٣٩١هـ)

[1] سنن أبي داود: كتاب الطب، باب في تمرة العجوة، ٤/ ١٣٤، الرقم: ٣٨٧٥، ت: عزت الدعاس وعادل السيد، دارابن حزم- بيروت، ط: ١٤١٨هـ.

[2] عيون الأنباء في طبقات الأطباء: الباب السابع، طبقات الأطباء....، كلام الحارث مع كسرى، ص: ١٦٢، ت: نزار رضاء، دار مكتبة الحياة - بيروت.

کلدہ اور کسرہ کے درمیان مکالمہ کی صورت میں محفوظ ہے، جس میں سے ایک زیر بحث روایت بھی ہے، یعنی: "المعدة بيت الداء، والحِمْيَة رأس كل دواء، وأعط كل بدن ما عَوَّدْتَه". معدہ بیماری کا گھر ہے، پرہیز کرنا ہر دواء کی جڑ ہے، بدن کو اس کی عادت کے مطابق خوراک دو۔

موصوف نے سن ۵۰ ہجری میں وفات پائی۔

تتمہ: زیرِ بحث روایت کی طرح یہ روایت بھی مشہور ہے:

"عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المعدة حوض البدن، والعروق إليها واردة، فإذا صحَّت المعدة صدرت العروق بالصحة، وإذا أسقمت المعدة صدرت العروق بالسُقْم".

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: معدہ بدن کا حوض ہے، اور رگیں معدہ میں آتی ہیں، لہٰذا اگر معدہ درست ہو تو یہ رگیں صحت لے کر لوٹتی ہیں، اور اگر معدہ خراب ہو تو یہ رگیں بیماری لے کر لوٹتی ہیں۔

یہ روایت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "المعجم الأوسط"[1] میں، حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے "كتاب الضعفاء"[2] میں، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "شعب الإيمان"[3] میں، اور حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق عقیلی رحمۃ اللہ علیہ "كتاب الموضوعات"[4] میں تخریج کی ہے، تمام سندیں سند میں موجود راوی یحیی بن عبد اللہ بابُلتّی پر مشترک ہو جاتی ہیں۔

---

[1] المعجم الأوسط: ٤/ ٣٢٩، رقم:٤٣٤٣، ت: طارق بن عوض الله، دار الحرمين – قاهره، ط: ١٤١٥هـ.

[2] كتاب الضعفاء: باب الطاء، ١/ ٥١، رقم:٣٨، ت: عبد المعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨هـ.

[3] شعب الإيمان: ٧/ ٥٢٢، رقم:٥٤١٣، ت: عبد العلي عبدالحميد حامد، مكتبة الرشد– سوريا، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ

[4] كتاب الموضوعات: كتاب الأطعمة، ٢ / ٢٨٤، ت: عبدالرحمن محمد عثمان، محمد عبدالمحسن – مدينة المنورة، ط: ١٣٨٦هـ.

امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہے بلکہ ابن اَبجَر ہمدانی کا کلام ہے، اور سند میں موجود "ابراہیم بن جریج رُہاوی" کو علت قرار دیا ہے، نیز حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت "ابراہیم بن جریج رُہاوی" کے ترجمہ میں ذکر کرکے اسے باطل، بے اصل کہا ہے، اور اسے ابن اَبجَر کا قول قرار دیا ہے[1]۔

حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ "أطراف الغرائب والأفراد"[2] میں مذکورہ حدیث لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

"تفرد به إبراهيم بن جريج الرُهَاوي وكان طبيبا عن زيد بن أبي أنَيْسَة، عن الزهري ...". "اس حدیث کو نقل کرنے میں ابراہیم بن جریج رُہاوِی، جو ایک طبیب تھا، متفرد ہے، وہ زید بن ابی اُنَیسَہ سے اور وہ زہری سے نقل کرتے ہیں ..."۔

علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے "اللآلئ المنثورة"[3] میں، امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے

---

[1] روایت پر تفصیلی کلام ملاحظہ ہو: "إبراهيم بن جريج الرُهَاوِي عن زيد بن أبي أنَيْسَة عن الزهري، عن أبي سلمة، عن أبي هريرة رضي الله عنه مرفوعا: المعدة حوض البدن والعروق إليها واردة. رواه عنه يحيى البالُتّي، وهذا منكر، وإبراهيم ليس بعمدة، انتهى. وقال أبو الفتح الأزدي: متروك الحديث، لا يحتج به، وذكره بن حبان في الثقات، وقال: روى عنه البابلُتّي خبرا منكرا. قلت: بل جزم الدارقطني أن إبراهيم هو المتفرد به، وقال: تفرد به ولم يسنده غيره، وقد اضطرب متنا وإسنادا، ولا يعرف هذا من كلام النبي صلى الله عليه و سلم، وإنما هو من كلام ابن أبْجَر. قال في العلل: لم يروه غير إبراهيم بن جريج هذا كلام ابن أبْجَر، كان طبيبا فجعل له إسنادا، ولم يروه غير إبراهيم بن جريج. وقال العقيلي: باطل لا أصل له. وبين أمره بيانا شافيا، فقال: باطل لا أصل له. ثم أخرج من طريق أبي داود الحرّاني أن هذا الشيخ لم يكن له بهذا الحديث أصل، وكان يقول: كتبت عن زيد بن أبي أنَيْسَة، وضَاعَ كتابي، فقيل له: من كنت تجالس؟ فقال: فلان الطبيب، كان بقرب منزلي فكنت أجلس. ثم أخرج العقيلي من طريق الحميدي عن سفيان، عن عبد الملك بن سعيد بن أبْجَر عن أبيه قال: المعدة حوض البدن الحديث مقطوع، قال العقيلي: هذا أولى. وقد تقدم أن بن أبْجَر كان يَتَعانى الطب". (لسان الميزان: ١/ ٢٥٨، رقم: ٨٤، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دارالبشائر الإسلامية ـ بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣ هـ.)

[2] أطراف الغرائب والأفراد للإمام الدارقطني: ٢/٤٥٦، رقم: ٦٢٠٦، ت: جابر بن عبد الله السريع، ط: ١٤٢٨ هـ.

[3] اللآلئ المنثورة: ص: ٩٧، رقم: ١٢٦، ت: محمد بن لطفي الصباغ، المكتب الإسلامي — بيروت، ط: ١٤١٧ هـ.

"المقاصد الحسنة"[1] میں، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے "الأسرار المرفوعة"[2] میں امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے، اسی طرح حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے "المغني"[3] میں علامہ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

البتہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ہی نے "مرقاة المفاتیح"[4] میں حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے بعد لکھا ہے: "شاید روایت کا باطل ہونا عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ سند کی حیثیث سے ہو، ورنہ یہ روایت متعدد طرق اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ، بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، نیز ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ سندوں کی وجہ سے، تقویت پاکر "حسن" یا "ضعیف" بن جاتی ہے، البتہ اسے باطل، بے اصل کہنا صحیح نہیں ہے"۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام محل نظر ہے، کیونکہ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی سند ایک ہی ہے، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ ان تمام ائمہ کی سندیں، سند میں موجود راوی یحیی بن عبداللہ بابلُتّی پر مشترک ہو جاتی ہیں، اس لئے روایت ہذا کے طرق متعدد کا قائل ہو کر اسے "حسن" یا "ضعیف" کہنا محل نظر ہے، واللہ اعلم۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "الموضوعات"[5] میں ذکر کیا

---

[1] المقاصد الحسنة:ص: ٤٤٦، رقم:١٠٣٣،ت:عبداللطيف حسن، دار الكتب العلمية– بيروت، ط: ١٤٢٧هـ.

[2] الأسرارالمرفوعة:ص:٣٠٩،رقم:٤٤٢،ت:محمد بن لطفي الصباغ، المكتب الإسلامي– بيروت، ط:١٤٠٦هـ.

[3] المغني عن حمل الأسفار:١ /٣٣٨، رقم:١٦٦٥، ت:أبو محمد أشرف بن عبد المقصود، مكتبة دار طبرية –الرياض،الطبعة الأولى: ١٤١٥هـ.

[4] مرقاة المفاتيح:كتاب الطب والرقى،٢٨٨٦/٧ ،ت:جمال عيتاني،دار الفكر–بيروت، ط:١٤٢٢هـ.

[5] كتاب الموضوعات:كتاب الأطعمة،٢ / ٢٨٤، ت: عبدالرحمن محمد عثمان، محمد عبدالمحسن – مدينة المنورة، ط: ١٣٨٦هـ.

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ملاحظہ ہو: "هذا الحديث ليس من كلام رسول الله صلى الله عليه وسلم،وفيه جماعة ضعفاء، المتهم برفعه إبراهيم بن جريج. قال الدارقطني: تفرد به، لم ير بسنده[كذا في الأصل] غيره، وقد اضطرب فيه وكان طبيبا فجعل له إسنادا. ولا يعرف هذا من كلام رسول الله صلى الله عليه

ہے، اور سند میں موجود راوی "ابراہیم بن جریج رُہاوی" کو اس حدیث کے گھڑنے میں متہم قرار دیا ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے "الشفاء بتعريف حقوق مصطفى" [1] میں اس روایت کو موضوع کہا ہے، اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "مناهل الصفاء" [2] میں یہی فرمایا ہے کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "المغني في الضعفاء" [3] میں اس روایت کی سند میں موجود راوی "ابراہیم بن جریج رُہاوی" کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: "عن زيد بن أبي أنَيسة وعنه يحيى البابلُتّي، متروك، روى خبرا موضوعا". یہ زید بن ابو اُنَیسَہ سے روایت نقل کرتا ہے، اور یحیی بابلُتّی اس سے روایت نقل کرتا ہے، یہ متروک ہے، اس نے ایک موضوع روایت نقل کی ہے۔

واضح رہے کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اسی روایت کے موضوع ہونے کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔ اسی طرح حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ہی نے اس روایت کو "منکر" بھی کہا ہے [4]۔

حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے "مجمع الزوائد" [5] میں لکھا ہے: اس روایت کو طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "اوسط" میں تخریج کیا ہے، اور اس میں "یحیی بن عبد اللہ بابلُتّی" ضعیف راوی ہے۔

وسلم، إنما هو من كلام ابن الحسن.وقال العقيلي: هذا الحديث باطل لا أصل له، إنما يروي عن ابن الحسن. وقال أبو الفتح الازدي: إبراهيم ابن جريج متروك الحديث لا يحتج به".

[1] الشفاء: ٢٥٨/١،ت:حسين عبد الحميد، شركة دار الأرقم -بيروت، الطبعة: ٢٠٠٣ء.

[2] مناهل الصفا: ص:١٦٦، رقم:٨٣٨، ت: سمير القاضي، مؤسسة الكتب الثقافية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨هـ.

[3] المغني في الضعفاء: ٤٤/١، رقم:٥٤، ت:نورالدين عتر، دار إحياءالتراث العربي—بيروت، ط:١٩٨٧م.

[4] انظر لسان الميزان:١/ ٢٥٨، رقم:٨٤، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دارالبشائرالإسلامية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.

[5] مجمع الزوائد:١٤٢/٥، رقم:٨٢٩١، ت: عبدالله محمد درويش، دار الفكر—بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے میں "شعب الإيمان"[1] میں پہلے یہ قول ابن اَبْجَر عن ابیہ کے انتساب سے تخریج کیا، پھر فرمایا کہ اس بارے میں ایک مرفوع حدیث بسندِ ضعیف مروی ہے، اور اس حدیث کو یحیی بن عبد اللہ بابُلُتّی عن ابراہیم بن جریج والی سند کے ساتھ تخریج کیا۔

حاصل یہ کہ یہ ضمنی روایت بھی منکر، شدید ضعیف ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اس کا انتساب درست نہیں ہے۔

اہم نوٹ: چونکہ تنبیہ کے تحت یہ روایت ضمنی حیثیت سے تحقیق کا حصہ بنی ہے، اس لئے اسلوب میں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔
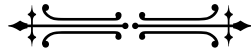
[1] شعب الإيمان: ۵۲۲/۷، رقم:۵٤۱۳، ت: عبد العلي عبدالحميد حامد، مكتبة الرشد– سوريا، الطبعة الأولى: ۱٤۲۳هـ .

روایت نمبر:(۲۱)

روایت:"العلم علمان: علم الأبدان وعلم الأديان".

علم کی دو قسمیں ہیں: جسمانی علوم اور دینی علوم۔

حکم: اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا من گھڑت ہے، نیز ربیع بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے اسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہا ہے۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

علامہ صغانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

علامہ صغانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو "موضوعات"[1] میں ذکر کیا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ پٹنی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے "الأسرار المرفوعة"[2] میں، علامہ پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے "تذكرة الموضوعات"[3] میں، اور علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے "الفوائد المجموعة"[4] میں اس روایت کو من گھڑت کہنے میں علامہ صغانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

---

[1] موضوعات الصغاني: ص: ۳۸: الرقم: ۳۸، ت: نجم عبدالرحمن خلف، دار المأمون- بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۲۹هـ.

[2] الأسرار المرفوعة: ص: ۲٤۷، الرقم: ۳۰۱، ت: محمد بن لطفي، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة الثانية: ۱٤۰٦هـ.

[3] تذكرة الموضوعات: ص: ۱۸، كتب خانه مجيديه- باكستان .

[4] الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة: كتاب الفضا ئل، الرقم: ۳۱، ت: عبدالرحمن بن يحيى، دارالكتب العلمية- بيروت، ط: ۱٤۱٦هـ.

اہم فائدہ

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے "حلیۃ الأولیاء"[۱] میں اپنی سند سے اسے تخریج کیا ہے، جس میں ربیع بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا ہے: "علم کی دو قسمیں ہیں: جسمانی علوم اور دینی علوم"۔

یعنی ربیع بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہہ کر نقل کیا ہے۔

روایت کا حکم

علامہ صغانی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو من گھڑت کہا ہے، اس لئے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا جائز نہیں ہے، البتہ بعض نے اسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہا ہے، جیسا کہ گذر چکا ہے۔
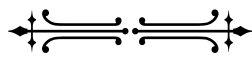
[۱] حلیة الأولیاء وطبقات الأصفیاء: ۹/ ۱٤۲، دار الکتب العلمیة - بیروت، الطبعة الأولی: ۱٤۰۹ھـ.

روایت نمبر: (۲۲)

روایت: ”خير البر عاجله“. بہترین نیکی، جلد کی جانے والی ہے۔

حکم: یہ الفاظ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں، بیان نہیں کرسکتے۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام ملاحظہ ہو:

روایت پر ائمہ کرام کا کلام

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”لا يصح مَبْنَاه، وقد ورد عن العباس في معناه: لا يتم المعروف إلا بتعجيله فإنه إذا عجَّله هَنَّأه....“[1]. یہ روایت ان الفاظ سے صحیح نہیں، البتہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اس کے ہم معنی یہ قول منقول ہے: نیکی جلدی کرنے سے ہی پوری ہوتی ہے، کیونکہ جب وہ اس کو جلدی کرے گا تو اللہ اسے آسان کردیں گے ...“۔

علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ليس بحديث لكن روي بمعناه عن العباس ....“[2]. یہ حدیث نہیں ہے، لیکن اس کے ہم معنی ایک قول حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے ...“۔

علامہ قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”لم يرد بهذا اللفظ“[3]. ان الفاظ کے ساتھ منقول نہیں۔

---

[1] الأسرار المرفوعة: حرف الخاء المعجمة، ص: ۲۰۰، رقم: ۱۹۱، ت: محمد بن لطفي الصباغ، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة الثانية: ١٤٠٦هـ.

[2] كشف الخفاء ومزيل الإلباس: حرف الخاء، ١/ ٤٣٤، الرقم: ١٢٢٩، ت: يوسف بن محمود، مكتبة العلم الحديث – دمشق، ط: ١٤٢١هـ.

[3] اللؤ لؤ المرصوع: حرف الخاء، ص: ٧٧، رقم: ١٨٨، ت: فواز أحمد زمرلي، دارالبشائر الإسلامية – بيروت، الطبعة: ١٤١٥هـ.

ائمہ کرام کے کلام کا خلاصہ اور اس کا حکم

مذکورہ الفاظ حدیث رسول ﷺ نہیں ہیں، جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے، لہٰذا اسے آپ ﷺ کی جانب منسوب کرنا درست نہیں، البتہ اس کے ہم معنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے: ''نیکی جلدی کرنے سے ہی پوری ہوتی ہے، کیونکہ جب وہ اس کو جلدی کرے گا تو اللہ اسے آسان کردیں گے''۔

نوٹ: حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب مذکورہ اثر، ذکر کردہ الفاظ کے ساتھ (یعنی: نیکی جلدی کرنے سے ہی پوری ہوتی ہے، کیونکہ جب اس کو جلدی کرے گا تو وہ اللہ اسے آسان کردیں گے) مسنداً (یعنی سند کے ساتھ) تلاش کے باوجود نہیں مل سکا، البتہ درج ذیل الفاظ کے ساتھ اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ سنداً منقول ہے، ملاحظہ ہو:

اثرِ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مصدر

اس اثر کو علامہ احمد بن مروان دینوری نے اپنی سند سے ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو:

''حدثنا أحمد، نا أحمد بن يحيى الحُلْوَاني، نا الحسن بن علي الحُلْوَاني، نا المعتمر قال: قال ابن عباس: لا يتم المعروف إلا بثلاثة: تعجيله، وتصغيره عنده، وسَتْره، فإنه إذا عجَّله هَنَّأه، وإذا صغَّره عظَّمه، وإذا ستَره تمَّمه''[1].

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نیکی تین چیزوں سے پوری ہوتی ہے: جلدی کرنے سے، اس کو چھوٹا سمجھنے سے، اور اس کو چھپا کر کرنے سے،

[1] المجالسة وجواهر العلم: ٣/ ٧١، الرقم: ٦٨٥، ت: مشهور بن حسن، دار ابن حزم – بيروت، الطبعة: ١٤١٩هـ.

کیونکہ جب اس کو جلدی کرے گا تو اللہ اسے آسان کر دیں گے، جب اس کو چھوٹا جانے گا تو اللہ اسے عظمت عطا فرمائیں گے، اور جب اس کو چھپا کر کرے گا تو اللہ اسے تکمیل تک پہنچا دیں گے۔
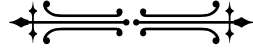
روایت نمبر: (۴۳)

روایت: "الدنيا ضَرَّة الآخرة". دنیا آخرت کی سوکن ہے۔

حکم: یہ رسالت مآب ﷺ کا قول نہیں ہے، البتہ بعض محدثین کی تصریح کے مطابق یہ حضرت عیسی علیہ السلام کا قول ہے۔

روایت کا مصدر

مذکورہ روایت ہمیں انہی الفاظ کے ساتھ سنداً مرفوعاً کہیں نہیں مل سکی۔

روایت پر ائمہ کا کلام

علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ "كشف الخفَاء"[1] میں مذکورہ روایت کے متعلق لکھتے ہیں: "قال النجم: ليس في المرفوع". نجم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ آپ ﷺ کا کلام نہیں ہے۔

علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ آگے فرماتے ہیں: "ذكره في الإحياء من كلام عيسى عليه الصلاة والسلام". امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو "احیاء" میں حضرت عیسی علیہ السلام کے کلام میں ذکر کیا ہے۔

تنبیہ: "احیاء علوم الدین" میں مذکورہ روایت نہیں مل سکی۔

روایت کا حکم

علامہ نجم الدین غَزِّی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق یہ روایت رسالت مآب ﷺ کا کلام نہیں ہے، اس لئے آپ ﷺ کے انتساب سے اسے بیان کرنا درست نہیں ہے، البتہ اسے حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف منسوب کر کے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

---

[1] كشف الخفاء: ١/ ٤٦٣، ت: يوسف بن محمود، مكتبة العلم الحديث – دمشق، ط: ١٤٢١هـ.

فائدہ: مذکورہ روایت کے ہم معنی ایک مرفوع روایت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے "مسند أحمد" میں تخریج کی ہے، ملاحظہ ہو:

روایت: "حدثنا سليمان بن داود الهاشمي، قال: ثنا إسماعيل يعني ابن جعفر، قال: أخبرني عمرو، عن المطلب بن عبد الله، عن أبي موسى الأشعري أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من أحب دنياه أضر بآخرته، ومن أحب آخرته أضر بدنياه، فآثروا ما يبقى على ما يفنى"[۱].

ترجمہ: حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے دنیا سے محبت کی تو وہ (انجام کار) اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے، جس نے آخرت سے محبت کی تو وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے، تم باقی رہنے والی چیز کو فناء ہونے والی چیز پر ترجیح دو"۔

علامہ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں: "رواه أحمد والبزار والطبراني، ورجالهم ثقات"[۲]. اسے احمد رحمۃ اللہ علیہ، بزار رحمۃ اللہ علیہ اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے اور ان کے رجال ثقہ ہیں۔

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے سند کو منقطع قرار دیا ہے، آپ فرماتے ہیں: "أحمد والبزار والطبراني وابن حبان والحاكم وصححه على شرط الشيخين، قلت: وهو منقطع بين المطلب بن عبد الله وبين أبي موسى"[۳].

احمد رحمۃ اللہ علیہ، بزار رحمۃ اللہ علیہ، طبرانی رحمۃ اللہ علیہ، ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تخریج کی ہے، اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے شیخین کی شرط پر "صحیح" قرار دیا

---

[۱] مسند أحمد: ۳۲/ ۴۷۰، رقم: ۱۹۶۹۷، ت: شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة—بيروت، ط: ۱۴۲۱ھ۔

[۲] مجمع الزوائد: ۱۰/ ۴۳۵، رقم: ۱۷۸۲۵، ت: عبدالله محمد درويش، دار الفكر—بيروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

[۳] المغني عن حمل الأسفار: ۱/ ۸۷۳، رقم: ۳۱۹۳، ت: أشرف عبد المقصود، مكتبة طبرية — الرياض، ط: ۱۴۱۵ھ۔

ہے، میں (حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں: سند میں مطلب بن عبد اللہ اور ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے۔

بہر صورت ''مسند احمد'' کی مذکورہ سند سے اس روایت کو بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔
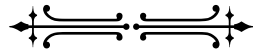
روایت نمبر:(۲۴)

روایت: ”حسنات الأبرار سيئات المقربين“. نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کے گناہ ہوتے ہیں۔

حکم: یہ نبی اکرم ﷺ کا قول نہیں ہے، بلکہ ابو سعید خرّاز رحمۃ اللہ علیہ یا ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ یا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے۔

روایت کا مصدر

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تاریخ بغداد“[1] میں ”احمد بن عیسی ابو سعید خرّاز“ (المتوفی:۲۸۶ھ) کے ترجمہ میں اسے خرّاز رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہہ کر ذکر فرمایا ہے، ملاحظہ ہو:

” أخبرنا الحسن بن الحسين النِعَالي، أخبرنا أحمد بن نصر الذَرَّاع، قال: سمعت أبا محمد الحسن بن ياسين يقول: سمعت علي بن حفْص الرازي يقول: سمعت أبا سعيد الخَرّاز يقول: ذُنوب المقربين حسنات الأبرار“.

ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مقربین کے گناہ نیک لوگوں کی نیکیاں ہوتی ہیں۔

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابو سعید خرّاز رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ”تاریخ دمشق“[2] میں ان کے ترجمہ میں تخریج کیا ہے۔

فائدہ: مذکورہ روایت ہمیں سنداً مرفوعاً نہیں مل سکی۔

---

[1] تاريخ بغداد:٥/٤٥٦، رقم:٢٢٩٤، ت:بشار عواد معروف، دار الغرب الإسلامي—بيروت، ط:١٤٢٢هـ.

[2] تاريخ دمشق:٥/١٣٧، ت:عمربن غرامة، دارالفكر —بيروت، ط:١٤١٥هـ.

روایت پر ائمہ کا کلام

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "أحاديث القصاص"[1] میں مذکورہ کلام کے متعلق فرماتے ہیں: "هذا من كلام بعض الناس، ليس من كلام النبي". یہ بعض لوگوں کا کلام ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہے۔

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ "المقاصد الحسنة"[2] میں فرماتے ہیں:

"هو من كلام أبي سعيد الخزار [كذا في الأصل والصحيح الخرّاز] رواه ابن عساكر في ترجمته". یہ ابو سعید خزار رحمۃ اللہ علیہ [یہ تصحیف ہے، صحیح خرّاز ہے] کا کلام ہے، اسے ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے۔

حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے "كشف الخفاء"[3] میں لکھا ہے کہ علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ابو القاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے انتساب سے نقل کیا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "المصنوع"[4] میں فرماتے ہیں: "من كلام أبي سعيد الخراز". ابو سعید خراز کا کلام ہے۔

علامہ احمد بن عبد الکریم غزی رحمۃ اللہ علیہ "الجد الحثيث"[5] میں لکھتے ہیں: "من كلام أبي سعيد الخراز وحكي عن ذي النون". یہ ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے، یہ بھی منقول ہے کہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ[6] کا کلام ہے۔

---

[1] أحاديث القصاص:ص:٨٤، رقم:٥٨، ت:محمد بن لطفي الصباغ،المكتب الإسلامي– بيروت، ط:١٤٠٥هـ.

[2] المقاصد الحسنة: ص:٢٢٠، رقم:٤٠٣، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٥هـ.

[3] كشف الخفاء: ص: ٤٠٦/١، رقم:١١٣٧، ت:يوسف بن محمود، مكتبة العلم الحديث – جدة، ط: ١٤٢١هـ.

[4] المصنوع:ص:٩٤،رقم:١١١، ت:عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية – حلب،ط:١٤١٤هـ.

[5] الجد الحثيث:ص:٨٦، رقم:١٢٨، ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم– بيروت، ط:١٤١٨هـ.

[6] ان کا پورا نام ثوبان بن ابراہیم ابو الفیض ذو النون مصری رحمۃ اللہ علیہ ہے، بڑے درجے کے عابد وزاہد تھے، ۲۴۵ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

علامہ محمد بن خلیل قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ "اللؤلؤ المرصوع"[1] میں فرماتے ہیں: "من كلام الصوفية". یہ صوفیہ کا کلام ہے۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت کے متعلق ائمہ کی تصریحات سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہے، بلکہ ابو سعید خرّاز رحمۃ اللہ علیہ یا ذو النون مصری رحمۃ اللہ علیہ یا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے، چنانچہ مذکورہ قول کو ان حضرات صوفیائے کرام کی جانب منسوب کر کے بیان کیا جائے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا درست نہیں ہے۔
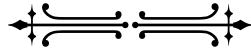
[1] اللؤلؤ المرصوع:ص:٧٣، رقم:١٧٣، ت: فواز أحمد زمرلي،دار البشائر الإسلامية – بيروت،ط:١٤١٥هـ .

روایت نمبر: (۲۵)

روایت: "الناس نیام، فإذا ماتوا انتبهوا". لوگ سورہے ہیں مر جائیں گے تو بیدار ہو جائیں گے۔

حکم: یہ آپ ﷺ کا قول نہیں ہے، بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بعض صوفیائے کرام کا قول ہے۔

روایت کا مصدر

مذکورہ روایت کو علامہ عبد الحق بن عطیہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ (۴۸۱ھ - ۵۴۲ھ) نے "المُحَرَّرُ الوَجِيز في تفسير الكتاب العزيز"[1] میں بلاسند اس طرح ذکر کیا ہے: "قول النبي صلى الله عليه وسلم: الناس نيام، فإذا ماتوا انتبهوا". آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ لوگ سورہے ہیں جب مر جائیں گے تو متنبہ ہوں گے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "إحياء علوم الدين"[2] میں اسے مرفوعاً بلا سند نقل کیا ہے۔

فائدہ: مذکورہ روایت ہمیں مرفوعاً سنداً نہیں مل سکی۔

روایت پر ائمہ کا کلام

علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لم أجده مرفوعا، وإنما يُعزى إلى علي بن أبي طالب"[3]. یہ مجھے مرفوعاً نہیں ملی، اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

---

[1] المحرر الوجيز: ۵/ ۱٦۳، ت: عبد السلام عبد الشافي محمد، دار الكتب العلمية — لبنان، ط: ۱٤۲۲ هـ.

[2] إحياء علوم الدين: ۱۱/ ۲۱۰۵، دار الشعب — قاهرة.

[3] المغني عن حمل الأسفار: ۱/ ۹۹۳، رقم: ۳٦۱۱، ت: أبو محمد أشرف بن عبد المقصود، مكتبة دار طبرية — الرياض، الطبعة الأولى: ۱٤۱۵هـ.

علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ان روایات میں شامل کیا ہے جن کی سند اُنھیں نہیں ملی[1]۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "هو من قول علي بن أبي طالب"[2].

یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "هو من كلام علي رضي الله عنه"[3].

یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "من كلام علي رضي الله عنه"[4].

یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

علامہ احمد بن عبد الکریم غزی رحمۃ اللہ علیہ "الجد الحثيث"[5] میں لکھتے ہیں: "أخرجه ابن عساكر عن علي موقوفًا". یہ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً تخریج کی ہے۔

فائدہ: حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کی "تاريخ دمشق" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ موقوف روایت نہیں مل سکی۔

علامہ محمد بن خلیل قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ليس في المرفوع"[6].

یہ روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں سے نہیں ہے۔

---

[1] طبقات الشافعية الكبرى: ٦ / ٣٥٧، ت: محمود محمد الطناحي وعبد الفتاح محمد الحلو، دار إحياء الكتب العربية –القاهرة، الطبعة الثانية: ١٤١٣هـ.

[2] المقاصد الحسنة: ص:٥٠٧، رقم:١٢٣٨، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب الغربي –بيروت.

[3] الدرر المنتثرة:ص:١٩٧،رقم:٤٢٧،ت:محمد عبدالقادر عطاء،دار الكتب العلمية–بيروت،ط:١٤٠٨هـ.

[4] المصنوع:ص:١٩٩، رقم:٣٧٧، ت:عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية– حلب، ط: ١٤١٤هـ.

[5] الجد الحثيث:ص:٢٤٦، رقم:٥٧٣، ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم– بيروت، ط:١٤١٨هـ.

[6] اللؤلؤ المرصوع:ص:٢٠٨، رقم:٦٥٦، فؤاد أحمد، دار البشائر الإسلامية –بيروت، الطبعة: ١٤١٥هـ.

روایت کا حکم

مذکورہ روایت کے متعلق ائمہ حدیث تصریح فرما چکے ہیں کہ یہ روایت حضور اقدس ﷺ کے ارشاد کی حیثیت سے نہیں ملتی، چنانچہ مذکورہ روایت کو آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے، نیز علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے، اس لئے اس روایت کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے بیان کرنے میں حرج نہیں ہے۔

فائدہ: بعض محدثین نے مذکورہ قول کو سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور بشر بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ کے انتساب سے بھی تخریج کیا ہے، ملاحظہ ہو:

حضرت سہل بن عبد اللہ تُستَری رحمۃ اللہ علیہ

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ "الزهد الكبير"[1] میں نقل کرتے ہیں:

"سمعت أبا عبد الرحمن محمد بن الحسين، يقول: سمعت أبا بكر محمد بن عبد الله بن شاذان، يقول: سمعت أبا صالح البصري يقول: سمعت سهل بن عبد الله، يقول: الناس نيام، فإذا انتبهوا ندموا، وإذا ندموا لم تنفعهم ندامتهم".

حضرت سہل بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ سو رہے ہیں جب مر جائیں گے تو متنبہ ہوں گے، متنبہ ہوں گے تو نادم ہوں گے اور جب نادم ہوں گے تو انہیں ندامت کوئی فائدہ نہیں دے گی۔

حضرت بِشر بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ

عبید اللہ بن عبد الرحمن زہری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۳۸۱ھ) "حديث الزهري"[2] میں بیان کرتے ہیں:

---

[1] الزهد الكبير: ص: ۲۰۷، رقم: ۵۱۵، عامر أحمد حيدر، دار الجنان – بيروت، ط: ۱٤۰۸ هـ.

[2] حديث الزهري: ص: ٦٧٠، رقم: ٧٤٢، ت: حسن بن محمد البلوط، أضواء السلف – الرياض، ط: ١٤١٨ هـ.

”أخبركم أبو الفضل الزهري، قال: سمعت محمد بن جعفر السِمْسَار، يقول: قال بِشْر بن الحارث: الناس نيام، فإذا ماتوا انتبهوا“.

حضرت بشر بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ سو رہے ہیں جب مر جائیں گے تو متنبہ ہوں گے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ ”حلية الأولياء“[1] میں فرماتے ہیں:

”حدثنا سليمان بن أحمد، ثنا عباس الأسْقَاطِي ومحمد بن عثمان بن سعيد الضرير، قالا: ثنا أحمد بن يونس، ثنا المُعَافَى بن عمران، قال: سمعت سفيان الثوري، يقول: الناس نيام فاذا ماتوا انتبهوا“.

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ سو رہے ہیں جب مر جائیں گے تو متنبہ ہوں گے۔
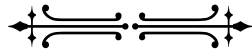
[1] حلية الأولياء: ٧/ ٥٢، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٩هـ.

روایت نمبر:(۲۶)

روایت: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "سين بلال عند الله شين". بلال کا سین بھی اللہ کے نزدیک شین ہے۔ بعض مقامات پر یہ روایت ان الفاظ سے ہے: "إن بلالا كان يبدل الشين في الأذان سينًا". بلال رضی اللہ عنہ اذان میں شین کو سین سے بدل دیتے تھے۔

حکم: یہ بے اصل ہے۔

روایت کا مصدر

حافظ موفق الدین ابن قدامہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ "المغني"[1] میں "فصل اللحن في الأذان" کے تحت لکھتے ہیں:

"فأما إن كان ألثغ لُثْغَةً لا تتفاحش، جاز أذانه، فقد روي أن بلالا كان يقول: "أسهد "يجعل الشين سينا، وإن سلم من ذلك كان أكمل وأحسن".

اگر کسی شخص کی اذان میں زیادہ ہکلاہٹ نہ ہو تو اس کی اذان جائز ہے، کیونکہ نقل کیا گیا ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ اذان میں "أسهد" کہتے تھے، یعنی شین کو سین سے بدل دیتے، البتہ اگر اذان دینے والا اس ہکلاہٹ سے محفوظ ہو تو یہ زیادہ کمال اور اچھائی پر مشتمل ہے۔

روایت پر ائمہ کا کلام

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ "المقاصد الحسنة"[2] میں لکھتے ہیں:

---

[1] المغني: ۲/ ۹۰، ت: عبد الله التركي و عبد الفتاح الحلو، دار عالم الكتب - الرياض، الطبعة: ۱٤۱۷ هـ.
[2] المقاصد الحسنة: ص: ۲۸۸، رقم: ۵۸۰، ت: عبداللطيف حسن، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱٤۲۷ هـ.

"قال ابن كثير: إنه ليس له أصل ولا يصح، وكذا سلف عن المزي في: إن بلالا ـ من الهمزة ـ ولكن قد أورده الموفَّق بن قدامة في المغني بقوله: روي أن بلالا كان يقول: أسهد يجعل الشين سينا، والمعتمد الأول، وقد ترجمه غير واحد بأنه كان لدى الصوت حسنه فصيحه، وقال النبي لعبد الله بن زيد صاحب الرؤيا: ألق عليه ـ أي على بلال ـ الأذان فإنه أندى صوتا منك. ولو كانت فيه لُثْغَة لَتَوَفَّرَتْ الدواعي على نقلها ولَغَابَها أهل النفاق والضلال المجتهدين في التنقص لأهل الإسلام نسأل الله التوفيق".

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ "بے اصل" بات ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے "صحیح" نہیں ہے، یہی تفصیل حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے باب ہمزہ "إن بلالا ....."۔ کے تحت گذر چکی ہے، البتہ موفق الدین بن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے "المغنی" میں اس روایت کے بارے میں کہا ہے: منقول ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ اذان میں "أسهد" کہتے تھے، یعنی شین کو سین سے بدل دیتے۔

پہلا قول قابلِ اعتماد ہے، کئی محدثین نے بلال رضی اللہ عنہ کا تعارف کرواتے ہوئے کہا ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ کی آواز حسین و فصیح تھی، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب والے عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا تھا: "بلال کو اذان سکھادو کیونکہ وہ تم سے زیادہ بلند آواز والے ہیں"۔ اگر بلال رضی اللہ عنہ کی زبان ہکلاتی تو اس ہکلاہٹ کے نقل کرنے کے اسباب زیادہ ہوتے، نیز منافقین اور گمراہ لوگ جو اہل اسلام کے نقائص نکالنے کی جستجو میں رہتے ہیں، اس ہکلاہٹ کو بنیاد بنا کر مسلمانوں کو تنقید کا نشانہ بناتے، ہم اللہ سے حسن توفیق کے خواستگار ہیں۔

علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے "تذکرة الموضوعات"[1] میں حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

---

[1] تذكرة الموضوعات: ص:۱۰۱، كتب خانة مجيدية – ملتان.

علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ "كشف الخَفَاء"[1] میں حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے بعد لکھتے ہیں:

"وقال العلامة إبراهيم الناجي في مولده: وأشهد بالله ولله أن سيدي بلالا ما قال أسهد بالسين المهملة قط، كما وقع لمُوَّفق الدين ابن قدامة في مغنيه، وقلده ابن أخيه الشيخ أبو عمر شمس الدين في شرح كتابه المقنع، ورد عليه الحفاظ كما بسطته في ذكر مؤذنيه، بل كان بلال من أفصح الناس وأنداهم صوتا".

علامہ ابراہیم ناجی رحمۃ اللہ علیہ (۸۱۰ھ - ۹۰۰ھ) "مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم" میں فرماتے ہیں: میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ واللہ میرے سردار بلال رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی لفظ "أسهد" یعنی سین کے ساتھ نہیں کہا، جیسا کہ موفق الدین ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کی "المغنی" میں ہے، اور ان کے بھتیجے شیخ ابن عمر شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المقنع" کی شرح میں ان کی تقلید کی ہے، البتہ حفاظِ حدیث نے ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کی تردید کی ہے جیسا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موذنین کے ذکر میں اسے تفصیل سے لکھا ہے، بلکہ بلال رضی اللہ عنہ تو لوگوں میں فصیح تر اور بلند تر آواز والے تھے۔

فائدہ: ابو اسحاق ابراہیم بن محمد ناجی رحمۃ اللہ علیہ کی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر یہ کتاب اس نام سے ہے: "كنز الراغبين العفاة في الرمز إلى المولد المحمدي والوفاة"، دیکھیے: الأعلام لزركلي: ١/ ٦٥.

---

[1] كشف الخفاء: ص: ٥٣٠، رقم: ١٥٢٠، ت: يوسف بن محمود، مكتبة العلم الحديث - جدة، ط: ١٤٢١هـ.

علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ ”کشف الخفاء“[1] میں ایک دوسرے مقام پر ”إن بلالا کان یبدل الشین في الأذان سینًا“ کے تحت لکھتے ہیں:

”قال في الدرر: لم یرد في شيء من الکتب، وقال القاري: لیس له أصل، وقال البرهان السَفَاقُسِي نقلا عن الإمام المِزِّي: أنه اشتهر علی ألسنة العوام ولم یرد في شيء من الکتب ....“.

”امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ”درر“ میں فرماتے ہیں کہ یہ روایت کسی کتاب میں نہیں ہے، اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے یہ ”بے اصل“ ہے، برہان سَفَاقُسِی رحمۃ اللہ علیہ نے مزی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ یہ لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہے، لیکن کسی کتاب میں نہیں ہے ...“۔

علامہ محمد بن خلیل قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ محمد بن خلیل قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ ”اللؤلؤ المرصوع“[2] فرماتے ہیں:
”لیس له أصل“. یہ ”بے اصل“ ہے۔

روایت کا حکم

حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابراہیم ناجی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریحات کے مطابق یہ روایت ”بے اصل“ ہے، اور اسی پر حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے اعتماد کیا ہے، اس لئے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

فائدہ: مشہور قصہ کہ حضرت بلال نے اذان نہ دی تو صبح ہی نہیں ہو رہی تھی، فصل ثانی کے تحت آرہا ہے۔

---

[1] کشف الخفاء:ص: ٢٦٠،رقم:٦٩٥، ت:یوسف بن محمود، مکتبة العلم الحدیث – جدة، ط: ١٤٢١هـ.
[2] اللؤلؤ الموصوع:ص:١٠٠، رقم:٢٦٢، ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامیة –بیروت، ط: ١٤١٥هـ .

روایت نمبر: (۲۷)

روایت: ”ایک خاص دعا پڑھنے سے والدین کا حق ادا ہو جائے گا“۔

حکم: امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ”موضوعات“ میں شمار کیا ہے۔

روایت: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایک مرتبہ یہ دعا پڑھی: ”الحمد لله رب السموات والأرض رب العالمين، وله الكبرياء في السموات والأرض وهو العزيز الحكيم، لله الحمد رب السموات والأرض رب العالمين، وله العظَمة في السموات والأرض وهو العزيز الحكيم، لله الملك رب السموات ورب الأرض ورب العالمين، وله النور في السموات والأرض وهو العزيز الحكيم“.

پھر یہ کہے: اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچا دے، تو اس پر اپنے والدین کا جو حق تھا، اس نے ادا کر دیا۔

روایت کے مصادر

مذکورہ روایت کو حافظ ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ نے ”الترغيب في فضائل الأعمال وثواب ذلك“[1] میں اس سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا الحسين بن محمد بن عُفَيْر الأنصاري، ثنا الحجاج بن يوسف بن قُتَيْبَة، ثنا بِشْر بن الحسين، حدثني الزبير بن عدي، عن أنس بن مالك، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من قال: الحمد لله رب السموات والأرض ......“.

---

[1] الترغيب في فضائل الأعمال وثواب ذلك: ص:۲۸۳، رقم:۳۰۱، ت:صالح أحمد مصلح الوعيل، دار ابن جوزي- الرياض، الطبعة الأولى: ۱٤۳۰هـ.

اہم فائدہ

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ اس روایت کو "مسند الفردوس للديلمي" کے حوالے سے نقل کیا ہے، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں:

"حديث: من قال: الحمد لله رب السموات السبع ورب الأرضين إلى آخر السورة ومثله ولكن وله العظَمة ومثله ولكن وله النور، ثم قال: اللهم اجعل ثوابها لوالدي لم يبق عليه حق إلا أداه إليهما، وفي رواية: اجعل ثوابها للمؤمنين والمؤمنات الأحياء منهم والأموات، لم يبق أحد من أهل القبور إلا أدخل الله عليه في قبره الضياء والفُسْحَة والنور (مي) من حديث أنس وفيه بشر بن الحسين"[1].

زائد الفاظ کا ترجمہ یہ ہے:

"... اور ایک روایت میں ہے کہ اس دعا کو پڑھ کر کہے: اس کا ثواب زندہ اور فوت شدہ مومن مردوں اور عورتوں کو پہنچا دیجیے، تو اللہ تعالیٰ ہر مومن مرد اور عورت کی قبر میں روشنی، وسعت اور نور داخل کر دیں گے ..."۔

روایت پر کلام

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو نقل کر کے ان الفاظ کے ساتھ اس پر کلام کیا ہے: "من حديث أنس وفيه بشْر بن الحسين". یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، اور اس کی سند میں بِشْر بن حسین ہے۔

بِشْر بن حسین کے بارے میں حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "له عن الزبير بن عدي عن أنس نسخة باطلة نحو من مائة وخمسين حديثا". بشر بن حسین اصبہانی کا زبیر بن عدی عن انس رضی اللہ عنہ کی سند سے تقریبا

[1] تنزيه الشريعة: ۲/ ۳۲۹، دارالكتب العلمة – بيروت، الطبعة الثانية: ۱٤۰۱ هـ.

ایک سو پچاس (۱۵۰) احادیث پر مشتمل باطل نسخہ ہے[1]۔

واضح رہے یہ روایت بھی بشر بن حسین اصبہانی، زبیر بن عدی سے نقل کر رہے ہیں۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "موضوعات"[2] میں شمار کیا ہے۔

ابو محمد بُشر بن حسین ہلالی اصبہانی (توفی بعد ۲۰۰ھ) کے بارے میں ائمہ رجال کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "میزان الاعتدال"[3] میں لکھتے ہیں:

"صاحب الزبير بن عدي، قال البخاري: فيه نظر، وقال الدارقطني: متروك، وقال ابن عدي: عامة حديثه ليس بمحفوظ، وقال أبو حاتم: يكذب على الزبير...".

---

[1] تنزيه الشريعة: ١/ ٣٢٩، دار الكتب العلمة - بيروت، الطبعة الثانية: ١٤٠١هـ.

[2] ذيل اللآلي: ص: ٤٠٠، دار ابن حزم – بيروت.

[3] ميزان الاعتدال: ١/ ٣١٥، رقم: ١١٩٢، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة – بيروت، ط: ١٤٠٦ هـ.

اس کے بعد حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض عبارت، پھر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا مکمل کلام ملاحظہ ہو:

حجاج بن يوسف بن قتيبة، حدثنا بشر، حدثني الزبير بن عدي، عن أنس رفعه: من حول خاتمه، أو عمامته، أو علق خيطا ليذكره فقد أشرك بالله إن الله هو يذكر الحاجات. ثم ساق بهذا السند مئة حديث لا يصح منها شيء.

... قال ابن حبان: يروي بشر بن الحسين، عن الزبير نسخة موضوعة شبيها بمئة وخمسين حديثا، انتهى.

[قال ابن حجر] وقال ابن حبان في الثقات في ترجمة الزبير بن عدي: بشر بن الحسين كأن الأرض أخرجت له أفلاذ كبدها في حديثه لا ينظر في شيء رواه عن الزبير إلا على جهة التعجب. وقال أبو نعيم: جاء إلى أبي داود، يعني الطيالسي فقال: حدثني الزبير بن عدي فكذبه أبو داود وقال: ما نعرف للزبير بن عدي، عن أنس إلا حديثا واحدا. قال أبو نعيم: روى بعد المئتين. وقال أبو حاتم: لما قيل له إن ببغداد قوما يحدثون، عن محمد بن زياد، عن بشر بن الحسين، عن الزبير بن عدي، عن أنس نحو عشرين حديثا فقال: هي أحاديث موضوعة ليس للزبير، عن أنس إلا أربعة أحاديث أو خمسة أحاديث. وقال العقيلي: روى حجاج بن يوسف عنه، عن الزبير، عن أنس فذكر حديث الحدة وحديث: لولا أن السوال وحديث: ويل للتاجر ثم قال: وله غير حديث من هذا النحو مناكير. وقال الدارقطني: يروي عن الزبير بواطيل والزبير ثقة والنسخة موضوعة. وقال أبو أحمد الحاكم: ليس حديثه بالقائم. وقال ابن الجارود: ضعيف.

"بِشر، زبیر بن عدی سے نقل کرنے والا راوی ہے، اس کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "فیه نظر"(شدید جرح) اور دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے "متروك" (شدید جرح) کہا ہے، اور ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ اس کی روایتیں عام طور پر محفوظ نہیں ہیں، ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ بِشر، زبیر بن عدی پر جھوٹ بولتا تھا..."۔

روایت کا حکم

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے موضوع قرار دیا ہے، نیز حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق مذکورہ روایت کی سند میں "بِشر بن حسین اصبہانی" موجود ہے، اور خود حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ رجال کی تصریحات کے مطابق بِشر بن حسین شدید مجروح راوی ہے، تفصیل گذر چکی ہے، لہذا اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا درست نہیں ہے۔
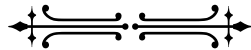
روایت نمبر:۲۸

روایت:" حب الوطن من الإيمان". نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:
وطن سے محبت کرنا ایمان کا حصہ ہے۔

حکم: من گھڑت و بے اصل

یہ روایت ہمیں مرفوعاً سنداً نہیں مل سکی۔

روایت پر ائمہ کا کلام

حافظ صغانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " موضوع "[1]. یہ من گھڑت ہے۔

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"لم أقف عليه"[2]. میں اس روایت پر واقف نہیں ہو سکا۔

علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"لم أقف عليه"[3]. میں اس روایت پر واقف نہیں ہو سکا۔

علامہ معین الدین صَفَوِی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۰۶ھ) فرماتے ہیں: "ليس بثابت"[4]. یہ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لا أصل له عند الحفاظ"[5]. حفاظ حدیث کے نزدیک اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

---

[1] كشف الخفاء: ۱/ ۳۹۳، رقم: ۱۱۰۲، ت: يوسف بن محمود، مكتبة العلم الحديث –دمشق، ط: ۱۴۲۱ھ۔

[2] الدرر المنتثرة: ص: ۱۲۸، رقم: ۱۸۹، ت: محمد عبدالقادر عطا، دار الكتب العلمية – بيروت، ط: ۱۴۰۸ھ۔

[3] الأسرار المرفوعة: ص: ۱۸۹، رقم: ۱۶۴، ت: محمد الصباغ، المكتب الإسلامي –بيروت، ط: ۱۴۰۶ھ

[4] الأسرار المرفوعة: ص: ۱۸۹، رقم: ۱۶۴، ت: محمد الصباغ، المكتب الإسلامي –بيروت، ط: ۱۴۰۶ھ

[5] المصنوع: ص: ۹۱، رقم: ۱۰۶، ت: عبد الفتاح أبو غدة، مؤسسة الرسالة –بيروت، ط: ۱۳۹۸ھ۔

علامہ محمد بن درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "حديث موضوع"[1]. یہ من گھڑت ہے۔

علامہ احمد بن عبد الکریم غزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ليس بحديث"[2]. یہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے۔

علامہ امیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لم يعرف"[3]. یہ نہیں پہچانی گئی۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت کو حافظ صغانی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن درویش رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، احمد بن عبد الکریم غزی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ معین الدین صَفَوِی رحمۃ اللہ علیہ "موضوع" اور "بے اصل" کہہ چکے ہیں، چنانچہ اس روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

فائدہ: سابقہ نصوص سے مذکورہ روایت کا حدیث کی حیثیت سے "موضوع" و "بے اصل" ہونا ثابت ہو چکا ہے، البتہ اس کے معنی کے صحت وعدم صحت میں ائمہ حدیث کا اختلاف ہے، تفصیل کے لئے دیکھیے: کشف الخفاء: رقم الحدیث: ۱۱۰۲۔
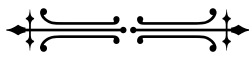
[1] أسنى المطالب:ص:١٢٣،رقم:٥٥١،ت:مصطفى عبدالقادر عطا،دارالكتب العلمية –بيروت، ط:١٤١٨ هـ.

[2] الجد الحثيث:ص:٨٥، رقم:١٢٥، ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم –بيروت،ط:١٤١٨هـ.

[3] النخبة البهية:ص:٥٢،رقم:١٠٣،ت: زهير الشاويش، المكتب الإسلامي –بيروت، ط:١٤٠٩هـ.

روایت نمبر:(۲۹)

روایت:"من استوى يوماه فهو مغبون". جس شخص کے دونوں دن (اعمال کے اعتبار سے) برابر ہوں وہ شخص خسارے میں ہے۔

حکم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کر سکتے، مشہور قول کے مطابق یہ روایت عبد العزیز بن ابی رَوَّاد کے خواب سے جانی گئی ہے۔

روایت کا مصدر

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ "إحياء علوم الدين"[1] میں لکھتے ہیں:

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من استوى يوماه فهو مغبون، ومن كان يومه شرا من أمسه فهو ملعون".

ترجمہ: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دونوں دن برابر ہوں وہ نقصان میں ہے، اور جس کا آنے والا دن پہلے والے سے برا ہے وہ ملعون ہے"۔

روایت پر ائمہ کا کلام

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ عبد الرحیم عراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ما أعلم هذا إلا في منام لعبد العزيز بن أبي رَوَّاد ..."[2]. میں اس کے بارے میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ یہ عبد العزیز بن ابی رَوَّاد کا خواب ہے ..."۔

اہم نوٹ: عبد العزیز بن ابی رَوَّاد کے خواب کے متعلق تفصیل آگے آرہی ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایت کے متعلق یہی کہا ہے کہ اسے عبد العزیز بن ابی رَوَّاد کے خواب کی حیثیت سے پہچانا گیا ہے[3]۔

---

[1] إحياء علوم الدين: ١٤/ ٢٦٤٠، دار الشعب — قاهرة.

[2] المغني عن حمل الأسفار: ١/ ١١٥٥، رقم: ٤١٨٧، ت: أشرف عبد المقصود، مكتبة طبرية — الرياض، ط: ١٤١٥هـ.

[3] المصنوع في معرفة الحديث الموضوع: ص: ١٧٤، رقم: ٣١١، ت: عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية — حلب، ط: ١٤١٤هـ.

علامہ قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ محمد بن خلیل قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت کے متعلق فرماتے ہیں: "لا يعرف إلا في المنام لبعضهم"[1]. یہ روایت ایک شخص کے خواب سے پہچانی جاتی ہے۔

علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لا يعرف إلا في منام لعبد العزيز بن رَوَّاد ..."[2]. یہ روایت عبدالعزیز بن ابی رَوَّاد کے خواب سے جانی جاتی ہے ..."۔

فائدہ: عبدالعزیز بن ابی رَوَّاد رحمۃ اللہ علیہ کے اس خواب کا ذکر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "الزهدالكبير"[3] میں کیا ہے، ملاحظہ ہو:

"عن عبد العزيز بن أبي رَوَّاد [كذا في الأصل]، قال: رأيت النبي صلى الله عليه وسلم في النوم، فقلت: يا رسول الله! أوصني قال: من استوى يوماه، فهو مغبون، ومن كان يومه شرا من أمسه فهو ملعون، ومن لم يكن على الزيادة فهو في النقصان، فالموت خير له، ومن اشتاق إلى الجنة سارع إلى الخيرات".

ترجمہ: عبدالعزیز بن ابی رَوَّاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو عرض کیا، اے اللہ کے رسول! مجھے وصیت کیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دونوں دن برابر ہوں وہ نقصان میں ہے، اور جس کا آنے والا دن پہلے والے سے برا ہے وہ ملعون ہے، اور جس نے خیر میں ترقی کی کوشش نہیں کی وہ نقصان میں ہے (اور جو نقصان میں ہے) اس کے لئے موت بہتر ہے، جو شخص جنت کا مشتاق ہو وہ بھلائیوں میں جلدی کرے"۔

---

[1] اللؤلؤ المرصوع: ص:۱۷٤، رقم:۵۳۰، فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية– بيروت، ط:۱٤۱۵ھ۔

[2] تذكرة الموضوعات: ص:۲۲، كتب خانة مجيدية – ملتان.

[3] الزهد الكبير: ص:۳٦۷، رقم:۹۸۷، ت: عامر أحمد حيدر، دار الجنان – بيروت، ط:۱٤۰۸ھ۔

واضح رہے کہ حافظ ابن ابی الدنیا[1] سے منقول ہے کہ یہ "شیخ من بنی سلیم" کا خواب ہے، حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ[2] نے اسے ایک "رجل مبہم" کا خواب ہونا نقل کیا ہے، اسی طرح حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ[3] نے اسے "حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ" کا خواب قرار دیا ہے، بہر حال یہ سب متفق ہیں کہ یہ روایت کسی کے خواب سے جانی گئی ہے۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت کے بارے میں حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ،

---

[1] حافظ عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ "المنامات" میں فرماتے ہیں: "حدثنا أبو بكر، حدثني سلمة بن شَبِيْب، حدثني سهل بن عاصم، عن الحسين بن موسى الخراساني، عن شيخ من بني سليم قال: رأيت النبي في منامي فقلت: يا رسول الله! ما حالك، قال: أحدثك؟ قلت: حدثني، قال: من استوى يوماه فهو مغبون، ومن كان غده شرا من يومه فهو ملعون، ومن لم يكن في زيادة فهو في نقصان، ومن كان في نقصان كان الموت خيرا له". (المنامات:ص: ١١٦، رقم: ٢٤٣) ترجمہ: بنی سلیم کے ایک شیخ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور میں نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ کا کیا حال ہے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: کیا تجھے حدیث بیان کروں ؟ میں نے کہا: جی کیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص کے دونوں دن برابر ہوں وہ نقصان میں ہے، اور جس کا آنے والا دن پہلے والے سے برا ہے وہ ملعون ہے، اور جو ترقی نہیں پا رہا وہ نقصان میں ہے اور جو نقصان میں ہے اس کے لئے موت بہتر ہے"۔

[2] حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ " اقتضاء العلم العمل" میں فرماتے ہیں: "أخبرنا ابن رِزْق، قال: أنبأ عثمان بن أحمد،ثنا محمدبن أحمدبن البراء، ثنا داودبن رُشَيْد، ثنا الوليدبن صالح،عن رجل، رأيت النبي صلى الله عليه وسلم في النوم، فقال لي: "من استوى يوماه فهو مغبون،ومن كان غده شريومیه فهوملعون ،ومن لم يعرف النقصان من نفسه فهو إلى نقصان، ومن كان إلى نقصان فالموت خير له". (اقتضاء العلم العمل: ص:١١٢، رقم:١٩٦) ترجمہ: ایک شخص کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور میں نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ کا کیا حال ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا، کیا تجھے حدیث بیان کروں، میں نے کہا: جی کیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دونوں دن برابر ہوں وہ نقصان میں ہے، اور جس کا آنے والا دن پہلے والے سے برا ہے وہ ملعون ہے، اور جو اپنے ذاتی نقصان کو نہیں پہچانتا تو وہ نقصان کی جانب گامزن ہے، اور جو نقصان میں ہے اس کے لئے موت بہتر ہے۔

[3] حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ "حلية الأولياء" میں فرماتے ہیں: "أخبرني جعفر بن محمد بن نُصَيْر، وحدثني عنه عمر بن أحمد بن شاهين، حدثنا إبراهيم بن نَصَّار، حدثني إبراهيم بن بَشَّار، قال: سمعت إبراهيم بن أدهم، يقول: بلغني أن الحسن البصري رأى النبي صلى الله عليه وسلم في منامه، فقال: يا رسول الله! عظني، قال: من استوى يوماه فهو مغبون، ومن كان غده شرا من يومه فهو ملعون، ومن لم يتعاهد النقصان من نفسه فهو في نقصان، ومن كان في نقصان فالموت خير له". (حلية الأولياء:٨/ ٣٥) ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دونوں دن برابر ہوں وہ نقصان میں ہے اور جس کا آنے والا دن پہلے والے سے برا ہے وہ ملعون ہے، اور جس نے اپنے نفس کو نقصان سے بچانے کے لئے نفس کی اصلاح نہ کی وہ نقصان میں ہے، اور جو نقصان میں ہے اس کے لئے موت بہتر ہے۔

علامہ پٹنی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ نے صراحت کر دی ہے کہ اسے کسی کے خواب سے جانا گیا ہے، اور اتفاقی اصول ہے کہ انتساب بالرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت وجواز، سند پر موقوف ہوتا ہے، محض خواب ومکاشفات کی بنیاد پر کسی قول کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول قرار نہیں دیا جاسکتا، چنانچہ اسی روایت کے ضمن میں شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"هذا، ومن المقرر عند العلماء أن الرؤيا للنبي صلى الله عليه وسلم لا يثبت بها حكم شرعي، أيا كان الرائي من الناس، فبالأولى أن لا يثبت بها حديث نبوي"[1].

علماء کے نزدیک مقررہ اصول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے سے شرعی حکم ثابت نہیں ہوتا، خواہ خواب دیکھنے والا لوگوں میں سے کوئی بھی ہو، چنانچہ خواب سے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تو بطریق اولی ثابت نہیں ہوگی۔

حاصل یہ کہ اس روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

تتمہ: اس کے تحت دو فائدے لکھے جائیں گے۔

پہلا فائدہ

حافظ ابوشجاع شیرویہ بن شہردار رحمۃ اللہ علیہ "الفردوس بمأثور الخطاب"[2] میں مذکورہ روایت کو بحوالہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بلاسند اس طرح سے تحریر فرماتے ہیں:

"من استوى يوماه فهو مغبون، ومن كان آخر يومه شرا فهو ملعون، ومن لم يكن على الزيادة فكان على النقصان، ومن كان على

[1] المصنوع في معرفة الحديث الموضوع: ص: ١٧٤، رقم: ٣١١، ت: عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية — حلب، ط: ١٤١٤هـ.

[2] الفردوس بمأثور الخطاب: ٣/ ٦١١، رقم: ٥٩١٠، ت: السعيد بن بسيوني زغلول، دار الكتب العلمية — بيروت، ط: ١٤٠٦هـ.

النقصان فالموت خير له".

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دونوں دن برابر ہوں وہ خسارے میں ہے، اور جس کا آخری دن شر میں گذرا وہ ملعون ہے، اور جس نے خیر میں ترقی کی کوشش نہیں کی وہ نقصان میں ہے، اور جو نقصان میں ہے اس کے لئے موت بہتر ہے۔

"الفردوس بمأثور الخطاب" کی سند تاحال نہیں مل سکی، البتہ ائمہ حدیث کے اقوال سے، روایت کا حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہونا پہلے ثابت ہو چکا ہے۔

دوسرا فائدہ

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ[1]، علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ[2] اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ[3] نے "مسند دیلمی" کی روایت اس طرح سے ذکر کی ہے:

"من استوى يوماه فهو مغبون، ومن كان آخر يومه شرا فهو ملعون، ومن لم يكن على الزيادة فهو في النقصان، ومن كان على النقصان فالموت خير له، ومن اشتاق إلى الجنة سارع إلى الخيرات، ومن أشفق من النار لها عن الشهوات، ومن ترقب الموت هانت عليه اللذات، ومن زهد في الدنيا هانت عليه المصيبات.

أسنده صاحب مسند الفردوس من حديث محمد بن سُوْقَة عن الحارث عن علي مرفوعا وهو إسناد ضعيف". [والفظ للَّلآلي المنثورة[3]]

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص کے دونوں دن برابر ہوں وہ خسارے میں ہے، اور جس کا آخری دن شر

---

[1] المقاصد الحسنة:ص:٤٦١، رقم:١٠٧٨، ت:محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي ـ بيروت.

[2] اللآلئ المنثورة:ص:٩١، رقم:١١٧، ت: محمد بن لطفي الصباغ، المكتب الإسلامي ـ بيروت، ط:١٤٠٦هـ.

[3] الدرر المنتثرة:حرف الميم، ص: ٢٢٣، ت:محمد عبدالقادر عطاء، دار الكتب العلمية ـ بيروت، ط:١٤٠٨هـ.

میں گذرا وہ ملعون ہے، اور جس نے خیر میں ترقی کی کوشش نہیں کی وہ نقصان میں ہے، اور جو نقصان میں ہے اس کے لئے موت بہتر ہے، جو شخص جنت کا مشتاق ہو وہ بھلائیوں میں جلدی کرے، جو شخص آگ سے بچنا چاہے وہ شہوتیں چھوڑ دے، جو شخص موت کا منتظر رہے اس کے لئے لذاتِ دنیا ہلکی ہو جاتی ہیں، جو دنیا سے بے رغبتی اختیار کرے اس پر مصائب آسان ہو جاتے ہیں"۔ (حافظ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) صاحب "مسند فردوس" نے اسے مسنداً محمد بن سُوقَہ عن الحارث عن علی رضی اللہ عنہ کی سند سے مرفوعاً بیان کیا ہے اور یہ ضعیف سند ہے۔

واضح رہے کہ تاحال "مسند فردوس" تو میسر نہیں ہے، البتہ حافظ ابو شجاع شِیرَوَیہ بن شہر دار رحمۃ اللہ علیہ کی "الفردوس بمأثور الخطاب" جو سندوں سے خالی ہے، اس میں مذکورہ پورا متن دو مختلف الگ الگ روایتوں میں ذکر کیا ہے، پہلا حصہ " من استوى يوماه" سے "فالموت خير له"[1] تک مستقل روایت کے طور پر ذکر کیا ہے، اور دوسرا حصہ "ومن اشتاق إلى الجنة" سے "هانت عليه المصيبات"[2] تک مستقل روایت کے طور پر ذکر کیا ہے، مذکورہ حفاظ کرام (حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) نے جو سند ذکر کی ہے وہ دوسرے حصہ کی سند ہے، جیسے حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انہی الفاظ وسند کے ساتھ روایت کو "حلية الأولياء"[3] میں ذکر کیا

---

[1] الفردوس بمأثور الخطاب: ۳/ ٦١١، رقم: ٥٩١٠، ت: السعيد بن بسيوني زغلول، دار الكتب العلمية – بيروت، ط: ١٤٠٦ هـ.

[2] الفردوس بمأثور الخطاب: ۳/ ٦٠٢، رقم: ٥٨٨٦، ت: السعيد بن بسيوني زغلول، دار الكتب العلمية – بيروت، ط: ١٤٠٦ هـ.

اس دوسرے حصے کے فنی مقام پر یہاں بحث نہیں کر رہے ہیں، کیونکہ یہ روایت ضمناً آگئی ہے۔

[3] حلية الأولياء: ٥/ ١٠، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولي: ١٤٠٩ هـ.

صرف دوسرے حصہ (ومن اشتاق إلى الجنة سے هانت عليه المصيبات تك) کو مذکورہ سند سے حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے "تاريخ دمشق" (١٤/ ٣٠) میں مرفوعاً، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "شعب الإيمان" (١٣/ ١٧٨، رقم: ١٠١٣٩) میں موقوفاً، حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "كتاب الموضوعات" (٢/ ١٨٠) میں مرفوعاً، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "اللآلي المصنوعة" (٢/ ٣٠١) میں مرفوعاً تخریج کیا ہے۔

ہے، اور پہلے حصہ کی مذکورہ سند کسی نے بھی ذکر نہیں کی، معلوم ہوا مذکورہ سند کا تعلق صرف دوسرے حصہ سے ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ ، علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ روایت: "من استوى يوماه". کی مرفوعاً حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ضعیف سند موجود ہے۔
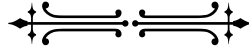
روایت نمبر: ۳۰

روایت: "طلاق دینے سے باری تعالیٰ کا عرش ہل جاتا ہے"۔
حکم: شدید ضعیف، بیان نہیں کرسکتے۔

روایت کا مصدر

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ بغداد"[1] میں "عمرو بن جمیع" کا ترجمہ قائم کیا، پھر اس عمرو کے بارے میں لکھتے ہیں:

"وكان يروي المناكير عن المشاهير والموضوعات عن الأثبات". عمرو بن جمیع مشہور راویوں کے انتساب سے منکر اور ثقہ راویوں کے انتساب سے من گھڑت روایات نقل کرتا تھا۔

اس کے بعد حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن جمیع کی زیر بحث روایت تخریج کی، ملاحظہ ہو:

"أخبرنا علي بن أحمد بن عمر المُقْرِئ، قال:حدثنا الحسن بن سعيد الآدمي بالمَوْصِل، قال: حدثنا محمد بن محمود الصَيْدَ لاَنِي، قال: حدثنا أبو إبراهيم الترجماني، قال: حدثنا عمرو بن جُميع، عن جويبر عن الضحاك، عن النَزَال بن سَبْرَة عن علي بن أبي طالب قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: تزوجوا ولا تطلقوا فان الطلاق يَهْتَزُّ له العرش".

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "نکاح کرو اور طلاق مت دیا کرو، کیونکہ طلاق دینے سے عرش ہل جاتا ہے"۔

یہ روایت حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "أخبار أصبهان"[2] میں تخریج کی ہے، دونوں سندیں "عمرو بن جُمیع" پر مشترک ہو جاتی ہیں۔

---

[1] تاريخ بغداد: ١٤ / ٩٣، رقم: ٦٦٠٧، ت: بشار عوّاد، دار الغرب الإسلامي - بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

[2] كتاب ذكر أخبار أصبهان: ١٥٧/١، ت: سيد كسروي حسين، دار الكتاب الإسلامي - بيروت، الطبعة الاولى: ١٤١٠هـ.

روایت پر ائمہ کا کلام

علامہ صغانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ صغانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "موضوعات"[1] میں شمار کیا ہے۔

حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل روایت کے بعد عمرو بن جُمیع کو "متروك الحديث"[2] کہا ہے۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ "كتاب الموضوعات"[3] میں لکھتے ہیں:

"هذا حديث لا يصح، وفيه آفات: الضحاك مجروح، وجويبر ليس بشيء، قال النسائي والدار قطني: جويبر وعمرو متروكان، وقال ابن عدي: كان عمرو بن جُميع يتهم بالوضع".

یہ حدیث "صحیح" نہیں ہے، اور اس میں کئی آفتیں ہیں: ضحاک مجروح راوی ہے، جویبر "لیس بشئ" ہے۔ نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ جویبر اور عمرو دونوں متروک راوی ہیں، ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ عمرو بن جُمیع متہم بالوضع ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تلخيص كتاب الموضوعات"[4] میں لکھتے ہیں:

---

[1] موضوعات الصغاني: ص: ٦٠، رقم: ٩٧، دار المأمون للتراث ـ بيروت.

[2] ذخيرة الحفاظ: ٢/ ١١٤٧، رقم: ٢٤٣٤، ت: عبد الرحمن الفريوائي، دار السلف- الرياض، ط: ١٤١٦هـ

[3] كتاب الموضوعات: ٢/ ٢٧٧، عبد الرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية - المدينة المنورة، الطبعةالأولى: ١٣٨٦هـ.

[4] تلخيص الموضوعات: باب العلم، ٢٣٥، ت: أبو تميم ياسر بن إبراهيم، مكتبة الرشد- الرياض، الطبعة الأولى: ١٤١٩هـ.

"فيه عمرو بن جُميع - متهم- عن جويبر عن الضحاك عن النَزّال بن سَبْرَة عن علي". "اس سند میں عمرو بن جُمیع متہم راوی ہے..."۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "اللآلي المصنوعة"[1] میں لکھتے ہیں:

"لا يصح، قال الخطيب: عمرو بن جُميع كذاب يروي المناكير عن المشاهير، والموضوعات عن الأثبات". یہ حدیث "صحیح" نہیں ہے، خطیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عمرو بن جُمیع کذاب ہے، یہ مشہور راویوں کے انتساب سے منکر، اور ثقہ راویوں کے انتساب سے من گھڑت روایات نقل کرتا تھا۔

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ "تنزيه الشريعة"[2] میں لکھتے ہیں:

"(خط) من حديث علي ولا يصح، فيه عمرو بن جُميع". خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے، اور یہ روایت "صحیح" نہیں ہے، اس کی سند میں عمرو بن جُمیع ہے۔

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، عمرو بن جُمیع کے بارے میں لکھتے ہیں:

"كذبه ابن معين، وقال ابن عدي: كان يتهم بالوضع"[3]. ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے اسے کذاب کہا ہے، اور ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے متہم بالوضع قرار دیا ہے۔

---

[1] اللآلي المصنوعة: كتاب الفضائل، ٢/ ١٥١، دار الكتب العلمية –بيروت، ط: ١٤١٧هـ.

[2] تنزيه الشريعة المرفوعة: حرف الحاء، ٢/ ٢٠٢، ت: عبدالله الغماري، دار الكتب العلمية– بيروت، ط: ١٤٠١هـ.

[3] تنزيه الشريعة المرفوعة: حرف الحاء، ١/ ٩٣، ت: عبدالله الغماري، دار الكتب العلمية– بيروت، ط: ١٤٠١هـ.

حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ "الفوائد المجموعة"[1] میں لکھتے ہیں:

"رواه الخطيب عن علي رضي الله عنه مرفوعا، وفي إسناده: عمرو بن جُميع، يروي الموضوعات عن الأثبات". خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تخریج حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً کی ہے، اور روایت کی سند میں عمرو بن جمیع ہے، جو ثقہ راویوں کے انتساب سے من گھڑت روایات نقل کرتا تھا۔

ان حضرات محدثین نے روایت میں خاص طور پر عمرو بن جُمیع کو مدار کلام بنایا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عمرو بن جُمیع کے بارے میں بعض دیگر ائمہ رجال کے اقوال معلوم ہو جائیں، تاکہ روایت کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

عمرو بن جُمیع ابو عثمان کے بارے میں دیگر ائمہ رجال کے اقوال

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ "كتاب الموضوعات"[2] فرماتے ہیں:

"قال يحيى:هو كذاب خبيث، وقال النسائي و الدارقطني: متروك، وقال ابن عدي: كان يتهم بالوضع، وقال ابن حبان: لا يحل كتب حديثه إلا على سبيل الاعتبار".

یحیی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ یہ کذاب، خبیث ہے، نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے متروک کہا ہے، ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ یہ متہم بالوضع ہے، اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کی حدیثیں صرف "اعتبار" کے طور پر ہی لکھنا جائز ہے۔

---

[1] الفوائد المجموعة:ص:١٨١، ت: رضوان جامع رضوان، مكتبة نزار مصطفى الباز-الرياض، ط: ١٤١٥ هـ.

[2] كتاب الموضوعات: ٢/ ٩١،عبد الرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية - المدينة المنورة، الطبعةالأولى: ١٣٨٦هـ.

روایت کا حکم

علامہ صغانی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے موضوع کہا ہے، نیز حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ، حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ ، حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ ، حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ ان تمام محدثینِ کرام نے اس روایت پر کلام کرتے ہوئے سند میں موجود راوی عمرو بن جمیع کو وضعِ حدیث میں متہم قرار دیا ہے، ثابت ہوا کہ روایت شدید ضعیف ہے، اس لئے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

اہم فائدہ:

واضح رہے کہ زیرِ بحث روایت کے پہلے جزء (تزوجوا، ولا تطلقوا) کا معنی دیگر روایات سے ثابت ہے، ہماری بحث و حکم کا تعلق صرف جزء ثانی (طلاق دینے سے عرش ہل جاتا ہے) سے ہے۔
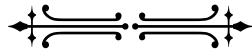
روایت نمبر:(۳۱)

حدیث:"من عرف نفسه فقد عرف ربه". "نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا"۔

حکم: من گھڑت ہے، نیز مشہور قول کے مطابق یہ یحیی بن معاذ رازی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه کا قول ہے۔

روایت کا مصدر

امام رازی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه "التفسير الكبير"[1] میں لکھتے ہیں: "وقوله عليه الصلاة والسلام: من عرف نفسه عرف ربه ....". نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا ..."۔

علامہ عبد الرؤف مناوی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے بھی "التيسير"[2] میں بلا سند مذکورہ روایت نقل کی ہے، ملاحظہ ہو: "قال عليه الصلاة والسلام: من عرف نفسه فقد عرف ربه". نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا"۔

روایت پر ائمہ کا کلام

حافظ صغانی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه نے مذکورہ روایت کو موضوعات میں شمار فرمایا ہے[3]۔

حافظ ابن تیمیہ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه فرماتے ہیں: "موضوع"[4]. یہ من گھڑت ہے۔

امام نووی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه فرماتے ہیں: "إنه ليس بثابت"[5]. یہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے ثابت نہیں ہے۔

---

[1] التفسير الكبير: ٤٥٦/٩، دار إحياء التراث العربي - بيروت.

[2] التيسير: حرف الحاء، ٤٩٣/١، مكتبة الإمام الشافعي -الرياض، ط:١٤٠٨هـ.

[3] موضوعات الصغاني: ص:٣٥، رقم:٢٨، ت:نجم عبدالرحمن خلف، دار المامون للتراث-بيروت، ط: ١٤٢٩هـ.

[4] المصنوع: ص:١٨٩، رقم:٣٤٩، ت:عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية- حلب، ط:١٤١٤هـ.

[5] الأسرار المرفوعة: ص:٢٣٧، رقم:٥٠٦، ت: محمد الصباغ، المكتب الإسلامي- بيروت، ط:١٤٠٦هـ.

علامہ ابو المظفر سمعانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”إنه لا يعرف مرفوعا، وإنما يحكى عن يحيى بن معاذ الرازي من قوله“[1]. اسے مرفوعاً نہیں پہچانا گیا، البتہ اسے یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی حیثیت سے نقل کیا جاتا ہے۔

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ[2]، حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ[3]، علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ[4]، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ[5]، علامہ محمد بن محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ[6]، علامہ احمد بن عبد الکریم غزنی[7]، محمد امیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ[8]، حافظ ابن عراق[9]، اور علامہ محمد بن خلیل طرابلسی رحمۃ اللہ علیہ[10] نے حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت کو حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ صغانی رحمۃ اللہ علیہ، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] الأسرار المرفوعة:ص:٢٣٧، رقم:٥٠٦،ت: محمد الصباغ، المكتب الإسلامي -بيروت،ط:١٤٠٦هـ.

[2] المقاصد الحسنة:ص٦٥٧، رقم:١١٤٩،ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي — بيروت، ط:١٤٠٥هـ.

[3] الدرر المنتثرة:حرف الميم، ص:١٨٥، رقم:٣٩٣، ت: محمد بن لطفي الصباغ، جامعة الملك سعود - الرياض.

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر ”القول الأشبه“ نامی رسالہ لکھاہے، یہ رسالہ ”الحاوي للفتاوي“ میں موجود ہے(٢/ ٢٣٩)، اس رسالہ میں بھی امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال پر اکتفاء کیا ہے۔

[4] اللآلئ المنثورة:ص:١٢٩، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية—بيروت، ط:١٤٠٦هـ.

[5] الأسرار المرفوعة:ص:٢٣٧، رقم:٥٠٦، ت: محمد الصباغ، المكتب الإسلامي -بيروت،ط:١٤٠٦هـ.

[6] أسنى المطالب:ص:٢٧٧، رقم:١٤٣٦، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية —بيروت، ط:١٤١٨هـ.

[7] الجد الحثيث:ص:٢٣٢، رقم:٥٢٤، ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم—بيروت،ط:١٤١٨هـ.

[8] النخبة البهية:ص:١٢١، حرف الميم،رقم:٣٦٤،ت: زهير الشاويش،المكتب الإسلامي —بيروت، ط:١٤٠٩هـ.

[9] تنزيه الشريعة:٢/ ٤٠٢، ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الكتب العلمية—بيروت، ط:١٤٠١هـ.

[10] اللؤلؤ المرصوع:حرف الميم،ص:١٩١، رقم:٥٩٤، ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية — بيروت، ط:١٤١٥هـ.

اور حافظ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ نے صاف لفظوں میں ”من گھڑت“ کہا ہے، چنانچہ مذکورہ روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے، نیز سابقہ تصریحات کے مطابق یہ یحیی بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

اہم وضاحت

امام محی السنہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”معالم التنزیل“[1] میں مذکورہ روایت کو حضرت داؤد علیہ السلام کے حوالے سے اس طرح نقل کیا ہے:

”وفي الأخبار: إن الله تعالى أوحى إلى داود: اعرف نفسك واعرفني، فقال: يا رب! كيف أعرف نفسي؟ وكيف أعرفك؟ فأوحى الله إليه: اعرف نفسك بالضعف والعجز والفناء، واعرفني بالقوة والقدرة والبقاء“.

ترجمہ: اور روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام پر وحی نازل کی: اپنے نفس کو پہچان اور [اس کے ذریعے سے] مجھے پہچان لے، داؤد علیہ السلام نے کہا: میں کیسے اپنے نفس کو پہچانو؟ اور کیسے آپ کو پہچانو؟ اللہ نے وحی بھیجی: اپنے نفس کو ضعف، عجز اور فنا کے ذریعے سے پہچان، اور مجھے قوت، قدرت اور بقا کے ذریعے پہچان۔

اسی علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ ”روح البیان“[2] میں ایک مقام پر مذکورہ روایت کو اس طرح لکھتے ہیں: ”قال الله تعالى في بعض كتبه المنزلة: اعرف نفسك يا إنسان! تعرف ربك“. بعض آسمانی کتب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے انسان! اپنے نفس کو پہچان، اپنے رب کو پہچان جائے گا۔

حاصل یہ کہ روایت: ”من عرف نفسه فقد عرف ربه“ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان نہیں کرسکتے، البتہ امام محی السنہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ اور

---

[1] معالم التنزيل: سورة البقرة، ١/ ١٥٣، ت: محمد عبد الله النمر، دار طيبة - الرياض، ط: ١٤٠٩هـ.

[2] روح البيان: ٤/ ٤٦١، مطبعة عثمانيه — إستانبول، ط: ١٣٣١ هـ.

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ کی صراحت کے مطابق اس جیسے الفاظ اسرائیلی روایت سے ثابت ہیں، جسے اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

تنبیہ: علامہ عبد الحق ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایت کو "المُحَرَّر الوَجِيْز في تفسير الكتاب العزيز"[1] میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے انتساب سے موقوفاً بلا سند اس طرح لکھا ہے:

"قال علي بن أبي طالب رضي الله عنه: اعرف نفسك تعرف ربك. وروي عنه أنه قال أيضا: من لم يعرف نفسه لم يعرف ربه".

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے نفس کو پہچان، اپنے رب کو پہچان جائے گا، اور انہیں سے یہ بھی مروی ہے: جس نے اپنے نفس کو نہیں پہچانا اس نے اپنے رب کو نہیں پہچانا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مذکورہ مقولہ ہمیں باوجود تلاش کے سنداً کسی کتاب میں نہیں مل سکا، واللہ اعلم۔
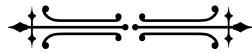
[1] المحرر الوجيز: سورة الحشر، ٥/ ٢٩١، ت: عبد السلام عبد الشافي محمد، دار الكتب العلمية – لبنان، ط:١٤٢٢هـ.

فصل ثانی

(مختصر نوع)

روایت نمبر: ①

ابو جہل کے دروازے پر آپ ﷺ کا دعوت دینے کے لئے سو دفعہ جانا

روایت: ”نبی اکرم ﷺ ابو جہل کے دروازے پر کلمے کی دعوت کے لئے سو(۱۰۰) سے زیادہ مرتبہ گئے، ایک دفعہ کا قصہ ہے کہ آپ ﷺ نے طوفانی رات میں ابو جہل کا دروازہ کھٹکھٹایا تو ابو جہل نے اپنی بیوی سے کہا: اتنی رات میں یقیناً کوئی ضرورت مند ہی آیا ہو گا، میں اس کی ضرورت ضرور پوری کروں گا، اس نے جب دروازہ کھولا تو آپ ﷺ کھڑے تھے اور آپ ﷺ نے اس سے کہا: کلمہ پڑھ لو کامیاب ہو جاؤ گے، ابو جہل نے غصہ سے دروازہ بند کر لیا“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جا سکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو۔

تتمہ: ذیل میں زیرِ بحث واقعہ سے ملتی جلتی دو(۲) روایات لکھی جائیں گی، پہلی روایت من گھڑت ہے، جبکہ دوسری روایت فضائل کے باب میں بیان کرنا درست ہے، ملاحظہ ہو:

پہلی روایت

اس روایت کا ذکر علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے ”تنزيه الشريعة“[1] میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے رتَن ہندی کذاب کی سند سے کیا ہے، آپ لکھتے ہیں:

---

[1] تنزيه الشريعة:۳۸/۲، ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الكتب العلمية–بيروت، ط:۱۴۰۱ھـ.

”قال صلى الله عليه وسلم: لو أن لليهودي حاجة إلى أبي جهل وطلب مني قضاءها، لترددت إلى باب أبي جهل مائة مرة“.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی یہودی کا بھی حق ابو جہل پر ہو اور وہ میرے ذریعے سے طلب کرے، تو میں ابو جہل کے دروازے پر حصولِ حق کے لئے سو مرتبہ بھی جاؤں گا۔

آگے علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت اور اس جیسی دوسری روایت کے متعلق حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام لکھتے ہیں:

”قال الذهبي: فأظن أن هذه الخُرَافات من وضع موسى هذا الجاهل، أو وضعها له من اختلق ذكرَ رَتَن، وهو شيء لم يخلق، ولئن صححنا وجوده وظهوره بعد سنة ستمائة، فهو إما شيطان تَبَدّي في صورة بشر، فادعى الصحبة وطول العمر المفرط، وافترى هذه الطامات، أو شيخ ضال أسس لنفسه بيتا في جهنم بكذبه على النبي صلى الله عليه وسلم“.

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرا گمان یہ ہے کہ یہ خرافات اس جاہل موسی [سند میں موجود راوی] نے گھڑی ہیں، یا اس شخص نے گھڑی ہے جس نے رَتَن کا نام ایجاد کیا ہے، اور رَتَن ایسی چیز ہے جو پیدا ہی نہیں ہوئی [یعنی اس نام کے شخص کی طرف منسوب روایات خود ساختہ ہونے کے ساتھ ساتھ، یہ رَتَن بھی خود ساختہ فرد ہے جس کا کوئی وجود حقیقت میں نہیں ہے]، اگر اس کا وجود اور چھ سو سال کے بعد اس کا ظاہر ہونا صحیح مان لیا جائے، پھر یا تو وہ شیطان تھا جو انسانی صورت میں ظاہر ہوا، اور صحابیت، طویل عمر کا دعوی کیا اور ان بے اصل باتوں کو گھڑا، یا وہ گمراہ سٹھیایا ہوا شخص تھا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بول کر اپنے لیے جہنم میں گھر بنایا۔

دوسری روایت

علامہ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے "السيرة النبوية"[1] میں محمد بن اسحاق عن عبد الملک بن عبد اللہ ثقفی کی سند سے ایک واقعہ نقل کیا ہے:

"ایک اِراشی شخص نے ابو جہل کے ہاتھ اپنا مال فروخت کیا، ابو جہل اس کا حق دینے میں ٹال مٹول کرنے لگا، وہ شخص قریش کے سرداروں کے پاس گیا اور ابو جہل کی شکایت کی، انہوں نے استہزاءً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا اور کہا یہ تمہارا حق دلوائے گا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور حق دلوانے کا کہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے لے کر ابو جہل کے دروازے پر گئے، ابو جہل باہر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اِراشی کا حق دینے کے لئے کہا، وہ فوراً اندر گیا اور اِراشی کا حق دے دیا، سردارانِ قریش نے ابو جہل کو اس پر ملامت کیا، تو اس نے کہا: اللہ کی قسم! جب انہوں نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک رعب دار آواز آئی، جب میں باہر آیا تو سامنے ایک بڑا اونٹ کھڑا تھا، اگر میں حق دینے سے انکار کر دیتا تو وہ اونٹ مجھے کھا جاتا"۔

علامہ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ سند میں موجود راوی محمد بن اسحاق کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "ديوان الضعفاء"[2] میں لکھتے ہیں: "ثقة ـ إن شاء الله ـ صدوق، احتج به خلف من الأئمة، ولاسيما في المغازي...".
ان شاء اللہ ثقہ ہیں، صدوق ہیں، متقدمین ائمہ نے ان کی روایات سے استدلال کیا ہے، خاص طور پر مغازی کے باب میں ..."۔

البتہ واضح رہے کہ بعض محدثین نے محمد بن اسحاق پر خاص جہت سے جرح بھی کی ہے۔

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام: ١/ ٣٨٩، ت: مصطفى السقا وغيره، دار الكتب العلمية – بيروت .
[2] ديوان الضعفاء: ص: ٣٤١، رقم: ٣٥٨٩، ت: حماد بن محمد الأنصاري، مكتبة النهضية الحديثة –مكة المكرمة، ط: ١٣٨٧ هـ.

سند میں مذکور عبد الملک بن عبد اللہ بن ابی سفیان ثقفی کو حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ”ثقات“[1] میں لکھا ہے، البتہ سند منقطع ہے، خلاصہ یہ کہ اسے فضائل کے باب میں بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں، واللہ اعلم۔
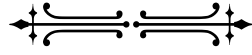
[1] الثقات: ۱۱٦/٥، رقم: ٤١٢١، دائرة المعارف – بحيدر آباد دكن.

روایت نمبر:(۲)

طوفانی رات میں آپ ﷺ کا دعوت دینا

روایت: ”ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک طوفانی رات میں صحابہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ کوئی شخص چلتا ہوا آرہا ہے، جب وہ قریب آیا تو دیکھا کہ وہ حضور اقدس ﷺ ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ اتنی رات میں کہاں سے آرہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس پہاڑ کے دوسری جانب ایک قافلہ آکر ٹھہرا تھا جو کل صبح سے پہلے کوچ کر جائے گا، مجھے یہ ڈر ہوا کہ اس قافلے والوں تک کلمہ کی دعوت پہنچنے سے نہ رہ جائے، سو میں انہیں دعوت دینے گیا تھا“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
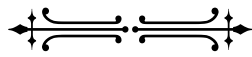
روایت نمبر:④

ایک آدمی کا راہ راست پر آجانا، داعی کی نجات کے لئے کافی ہے

روایت: آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”اے علی! آپ کی وجہ سے ایک آدمی بھی راہ راست پر آجائے تو آپ کی نجات کے لئے کافی ہے“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

تنبیہ: ذیل میں مذکورہ روایت سے ملتی جلتی روایات ذکر کی جائیں گی جنہیں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے، ان روایات کو بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

پہلی روایت

”عن مُعَاذ بن جبل أن النبي صلى الله عليه وسلم قال له: يا مُعَاذ! أن يهدي الله على يديك رجلًا من أهل الشرك خير لك من أن يكون لك حُمْرُ النَّعَم“[1]۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! کسی مشرک کو اللہ نے تیرے ذریعے سے ہدایت دے دی تو تیرے لئے یہ سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

---

[1] مسند أحمد:٣٦/ ٣٩٢، رقم: ٢٢٠٧٤، ت: شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة–بيروت، ط: ١٤٢١ هـ.

علامہ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

"رواه أحمد ورجاله ثقات إلا أن دُوَيد بن نافع لم يدرك معاذا"[1]. اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں، البتہ یہ بات ہے کہ (راوی) دُوَید بن نافع نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔

دوسری روایت

"عن أبي رافع، قال: بعث النبي صلى الله عليه وسلم عليّا إلى اليمن، فعقد له لواء، فلما مضى، قال: يا أبا رافع! الحقْه ولا تدعه من خلفه، وليقفْ ولا يلتفتْ حتى أجيئه، وأتاه فأوصاه بأشياء، فقال: يا عليُّ! لأن يهدي الله على يدك رجلا خير لك مما طلعت عليه الشمس"[2].

ترجمہ: ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا اور ان کے لیے جھنڈا تیار کیا، جب وہ چلے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو رافع! ان سے جا کر ملو، اور انہیں پیچھے سے نہ پکارو، وہ وہیں کھڑے رہیں، ادھر اُدھر نہ جائیں یہاں تک کہ میں آجاؤں، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور انہیں کچھ باتوں کی وصیت کی اور کہا: اے علی! اگر ایک شخص کو اللہ نے تیرے ذریعے سے ہدایت دی تو یہ تیرے لیے ان چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔

علامہ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

"رواه الطبراني عن يزيد بن أبي زياد، وهو يزيد بن يزيد بن أبي زياد مولى ابن عباس، ذكره المزي في الرواة عن أبي رافع، وذكره

---

[1] مجمع الزوائد: باب فيمن يسلم على يديه أحد، ٦٠٢/٥، رقم: ٩٧١٤، ت: عبدالله محمد درويش، دار الفكر — بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

[2] المعجم الكبير: ٣٣٢/١، رقم: ٩٩٤، مكتبة ابن تيمية – مصر، ط: ١٤٠٤هـ.

ابن حبان في الثقات، وبقية رجال الطريق الأولى ثقات"[1].

اس روایت کو طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن ابی زیاد سے نقل کیا ہے، جو کہ یزید بن یزید بن ابی زیاد مولی ابن عباس رضی اللہ عنہ ہے، مزّی رحمۃ اللہ علیہ نے یزید کو ابو رافع سے نقل کرنے والے راویوں میں ذکر کیا ہے، اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے، پہلی سند کے باقی راوی ثقہ ہیں۔
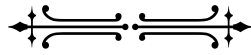
[1] مجمع الزوائد: باب فيمن يسلم على يديه أحد، ٥/ ٦٠٢،رقم:٩٧١٦، ت: عبدالله محمد درويش، دار الفكر–بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

روایت نمبر:④

حضرت ایوب علیہ السلام کا اپنے جسم کے کیڑے کو یہ کہنا: اللہ کے رزق میں سے کھا

حکم: مذکورہ واقعہ کو حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف منسوب کرکے بیان کرنا درست نہیں ہے، تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

روایت: ”حضرت ایوب علیہ السلام پر جب آزمائش آئی تو ان کے جسم میں کیڑے پڑ گئے، جب کوئی کیڑا کاٹتا تو انہیں بہت تکلیف ہوتی، اور جب کوئی کیڑا ان کے جسم سے گر جاتا وہ اسے اٹھا کر دوبارہ اپنے جسم پر رکھ دیتے، اور کہتے کہ اللہ نے جو تجھے رزق دیا ہے اس میں سے کھا“۔

مذکورہ روایت ہمیں مرفوعاً کہیں نہیں مل سکی، البتہ اسے حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”حلية الأولياء“[1] میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے، آپ لکھتے ہیں:

”حدثنا أبي، ثنا أحمد بن محمد بن عمر، ثنا أبو بكر بن عبيد، حدثني محمد ابن قُدامة، ثنا موسى بن داود، ثنا رِياح، عن الحسن أنه كانت الدودة تقع من جسد أيوب، فيأخذها فيعيدها إلى مكانها، ويقول:كلي من رزق الله“.

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جب کوئی کیڑا حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم سے گر جاتا تو وہ اسے اٹھاتے اور دوبارہ اس کی جگہ پر رکھتے اور کہتے کہ اللہ کے رزق میں سے کھا۔

---

[1] حلية الأولياء: ٦/ ١٩٥، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٩ هـ.

روایت کے متعلق ائمہ کا کلام

قاضی ابو بکر ابن العربی کا قول

حافظ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ "الجامع لأحكام القرآن"[1] میں ایوب علیہ السلام کی ابتلاء کی تفصیل لکھنے کے بعد علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام لکھتے ہیں:

"ولم يصح عن أيوب في أمره إلا ما أخبرنا الله عنه في كتابه في آيتين: الأولى قوله تعالى: ﴿وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُۥٓ أَنِّي مَسَّنِيَ ٱلضُّرُّ﴾ [الأنبياء:٨٣] والثانية: في (ص): ﴿أَنِّي مَسَّنِيَ ٱلشَّيْطَٰنُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ﴾ [ص:٤١]. وأما النبي صلى الله عليه وسلم فلم يصح عنه أنه ذكره بحرف واحد إلا قوله: بينا أيوب يغتسل إذ خَرَّ عليه رِجْل[2] من جراد من ذهب... الحديث [كذا في الأصل]".

حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ میں کوئی بات صحیح نہیں ہے، سوائے اس مضمون کے، جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے ان دو آیتوں میں دی ہے: پہلی آیت اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: "اور ایوب جب پکارا اس نے اپنے رب کو کہ مجھے پہنچی ہے تکلیف" [الأنبياء:٨٣] اور دوسری آیت سورہ (ص) کی: "مجھ کو لگادی شیطان نے ایذا (بیماری) اور تکلیف[ص: ٤١]۔" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق کوئی ایک لفظ بھی صحت کے ساتھ منقول نہیں سوائے اس حدیث کے: "حضرت ایوب علیہ السلام غسل فرما رہے تھے کہ ان کے قدموں میں سونے کی ٹڈیاں گرنے لگیں ..."۔

---

[1] الجامع لأحكام القرآن:سورة ص، ٢١٥/١٨، ت:عبدالله بن عبدالمحسن، مؤسسةالرسالة — بيروت، ط: ١٤٢٧هـ.

[2] قوله: الرجل: الرجل بالكسر: الجراد الكثير .(النهاية في غريب الحديث الأثر: باب الراء، ٢/ ٢٠٣،ت: طاهر أحمد الزاوي،دارإحياء التراث العربي —بيروت، ط:١٣٠٠هـ .)

علامہ لقانی رحمۃ اللہ علیہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا کلام

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ "روح المعاني"[1] میں ایوب علیہ السلام کی آزمائش کے متعلق واقعات ذکر کرنے کے بعد علامہ ابراہیم بن ابراہیم بن حسن لَقّانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:۱۰۴۱ھ) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"وفي "هداية المريد" للَقّاني أنه يجوز على الأنبياء عليهم السلام كل عرض بشري ليس محرما ولا مكروها ولا مباحا مزريا ولا مزمنا، ولا مما تعافه الأنفس ولا مما يؤدي إلى النفرة، ثم قال بعد ورقتين: واحترزنا بقولنا ولا مزمنا ولا مما تعافه الأنفس عما كان كذلك كالاقعاد والبرص والجذام والعمى والجنون.

وأما الإغماء فقال النووي: لا شك في جوازه عليهم، لأنه مرض بخلاف الجنون، فإنه نقص، وقيد أبو حامد الإغماء بغير الطويل، وجزم به البلقيني".

لَقّانی رحمۃ اللہ علیہ نے "هداية المريد" میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر تمام عوارض بشری آسکتے ہیں، بشرطیکہ وہ حرام نہ ہوں نہ مکروہ ہوں، نہ غیر پسندیدہ عیب لگانے والے ہوں، نہ دائمی مرض ہو، نہ ایسی بیماری ہو کہ لوگ اس سے کراہت محسوس کرتے ہوں، اور نہ ایسی بیماری ہو جس سے لوگوں میں نفرت پیدا ہوتی ہو۔

(علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) لَقّانی رحمۃ اللہ علیہ دواَوراق کے بعد مزید فرماتے ہیں: ہم نے اپنے اس قول (یعنی: ولا مزمنا ولا مما تعافه الأنفس) سے اس نوع کے امراض سے احتراز کیا ہے: (جیسے) وہ بیماری جس میں ہاتھ پاؤں سوکھ جاتے ہیں، (نیز) برص، جذام، اندھاپن، جنون۔

---

[1] روح المعاني: سورة ص، ۲۳/ ۲۰۸، دار إحياء التراث العربي – بيروت .

البتہ بے ہوشی کے بارے میں نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: انبیاء علیہم السلام پر بے ہوشی طاری ہونے میں کوئی شک نہیں کیونکہ یہ مرض ہے بخلاف جنون کہ یہ عیب ہے، اور ابو حامد رحمۃ اللہ علیہ نے بے ہوشی کے بارے میں یہ قید لگائی ہے کہ وہ طویل نہ ہو، اوراسی پر علامہ بلقینی رحمۃ اللہ علیہ کا جزم ہے۔

ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ لقانی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرینِ قیاس یہ ہے کہ یہ واقعہ درست نہیں ہے، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا مزید کلام آگے آرہا ہے۔

علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ انبیاء علیہم السلام پر مذکورہ عوارض کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ویمتنع علیهم الجنون وإن قل لأنه نقص، ویلحق به العمی، ولم یعم نبي قط، وما ذکر عن شعیب من کونه کان ضریرا لم یثبت، وأما یعقوب فحصلت له غشاوة وزالت"[1].

ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی نبی مجنون ہوا ہو، اگرچہ جنون مختصر وقت کے لئے ہو، نابینا ہونا بھی جنون کے ساتھ ملحق ہے (یعنی نبی نابینا نہیں ہوسکتا)، اور کوئی نبی کبھی بھی نابینا نہیں ہوا، اور جہاں تک حضرت شعیب علیہ السلام کے نابینا ہونے کا تعلق ہے، سو وہ ثابت نہیں، اور حضرت یعقوب علیہ السلام بھی نابینا نہ تھے، البتہ آنکھوں پر عارضی پردہ پڑ گیا تھا، بعد میں وہ زائل ہو گیا۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ تفصیل کے بعد لکھتے ہیں:

"ولعلك تختار القول بحفظهم مما تعافه النفوس ویؤدي إلی الاستقذار والنفر مطلقا، وحینئذ فلا بد من القول بأن ما ابتلي به أیوب

---

[1] روح المعاني: سورة ص، ۲۰۸/۲۳، دار إحیاء التراث العربي – بیروت .

عليه السلام لم يصل إلى حد الاستقذار والنفرة كما يشعر به ما روي عن قتادة ونقله القصاص في كتبهم، وذكر بعضهم أن داءه كان الجدري ولا أعتقد صحة ذلك، والله تعالى أعلم "[1].

شاید آپ یہ قول اختیار کریں کہ انبیاء علیہم السلام ایسے امراض سے مطلقاً محفوظ رہے ہیں جن سے لوگ کراہت محسوس کرتے ہوں، اور جو لوگوں کی دوری اور نفرت کا باعث ہوں، اس صورت میں اس کا قائل ہونا بھی ضروری ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا مرض لوگوں میں دوری اور نفرت کی حد تک نہیں پہنچا تھا، جیسا کہ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت [حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں] سے یہ سمجھ میں آتا ہے [یعنی حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت درست نہیں ہے] اور ان سے بعض قصہ گو نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے، اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ان کی بیماری چیچک تھی، میرے اعتقاد کے مطابق یہ صحیح نہیں ہے، واللہ اعلم۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت کو علامہ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے "لا یصح" کہا ہے نیز علامہ لقانی رحمۃ اللہ علیہ، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء کی طرف اس طرح کی بیماری کے واقعات کی نسبت کی نفی کی ہے، چنانچہ مذکورہ واقعہ کو حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

[1] روح المعاني: سورة ص، ٢٣/٢٠٨، دار إحياء التراث العربي – بيروت .
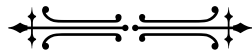
روایت نمبر:⑤

آپ ﷺ کا مشرک مہمان کے پاخانے والے بستر کو اپنے ہاتھ سے صاف کرنا

روایت: ”ایک مشرک آپ ﷺ کا مہمان ہوا، رات کو وہ آپ ﷺ کے پاس ٹھہر گیا، رات کو اس کا پیٹ خراب ہوا جس کی وجہ سے بستر پاخانے سے خراب ہو گیا، آپ ﷺ نے اس کا بستر اپنے ہاتھ سے صاف کیا، اس مشرک شخص نے جب آپ ﷺ کا یہ رویہ دیکھا تو وہ مسلمان ہو گیا“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً انہی الفاظ کے ساتھ تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

تتمہ: آپ ﷺ کے اخلاق و فیاضی سے متعلق ایک روایت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ”صحیح“ میں تخریج کی ہے:

روایت

”حدثني محمد بن رافع، حدثنا إسحاق بن عيسى، أخبرنا مالك، عن سهيل بن أبي صالح، عن أبيه، عن أبي هريرة: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ضافه ضيف وهو كافر، فأمر له رسول الله صلى الله عليه وسلم بشاة، فحلبت فشرب حِلاَبَها، ثم أخرى فشربه، ثم أخرى فشربه، حتى شرب حِلاَب سبع شِيَاهٍ، ثم إنه أصبح فأسلم،

فأمر له رسول الله صلى الله عليه وسلم بشاة فشرب حلابها، ثم أمر بأخرى فلم يستتمَّها، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المؤمن يشرب في مِعًي واحد والكافر يشرب في سبعة أمعاء"[1].

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کافر آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ضیافت فرمائی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے ایک بکری کا دودھ دَوہنے کا حکم دیا، چنانچہ دودھ دَوہا گیا اور وہ سب دودھ پی گیا، پھر دوسری بکری کا دودھ دَوہنے کا حکم دیا، اس کا دودھ بھی پی گیا، پھر تیسری کا حکم دیا، وہ پی گیا، حتی کہ وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا، اگلے دن وہ مسلمان ہو گیا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے ایک بکری کا دودھ لانے کا حکم دیا، چنانچہ دودھ دَوہا گیا اور وہ سب دودھ پی گیا، پھر دوسری کا حکم دیا وہ اس کا دودھ پورا نہ پی سکا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مومن ایک آنت سے پیتا ہے اور کافر سات آنتوں سے پیتا ہے"۔
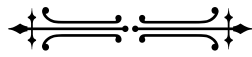
[1] الصحيح لمسلم:ص:٨٥٤،رقم:٢٠٦٣،ت:محمد فؤادعبدالباقي، بيت الأفكارالدولية – الرياض، ط: ١٤١٩هـ.

روایت نمبر:⑥

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم کے انتقال پر ایک خاص دعا کا امت کے لئے محفوظ رکھنا

روایت: ''جب حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ اللہ رب العزت سے ان کی صحت یابی اور زندگی کی دعا فرمالیتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے مقبول دعا اپنی امت کے لئے محفوظ کر رکھی ہے''۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

مذکورہ روایت کے ہم معنی یہ روایت ذخیرہ احادیث میں ملتی ہے، جسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''صحیح'' میں ذکر کیا ہے۔

روایت

''حدثنا عبيد الله بن معاذ العَنْبَرِي، حدثنا أبي، حدثنا شعبة، عن محمد (وهو بن زياد) قال سمعت أبا هريرة يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لكل نبي دعوة دعا بها في أمته فاستجيب له، وإني أريد إن شاء الله أن أؤخر دعوتي شفاعة لأمتي يوم القيامة''[1].

---

[1] الصحيح المسلم:كتاب الايمان، ص: ١١٢، رقم:١٩٩، ت:محمد فؤادعبدالباقي، بيت الأفكارالدولية —الرياض، ط:١٤١٩هـ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کو ایک دعا کا حق ہوتا ہے جو اسے اپنی امت کے لئے مانگتا ہے اور وہ دعا اس کی قبول بھی کی جاتی ہے، اور انشاء اللہ تعالیٰ میرا ارادہ ہے کہ اپنی دعا کو روزِ قیامت اپنی امت کی شفاعت کے لئے محفوظ کر لوں۔

نوٹ: اس روایت میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔
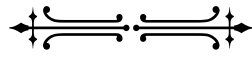
روایت نمبر:⑦

آپ ﷺ کا سکرات میں اپنی امت کی موت کی تکلیف کو یاد کرنا

روایت: ”جب آپ ﷺ کے وصال کا وقت قریب ہوا اور آپ ﷺ پر سکرات کی تکلیف بڑھنے لگی تو آپ ﷺ نے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے فرمایا: اے عزرائیل! کیا میری امت کو بھی موت کی اتنی ہی تکلیف ہو گی؟ عزرائیل علیہ السلام نے کہا: اس سے بھی زیادہ تکلیف ہو گی، آپ ﷺ نے فرمایا: تم میری امت کی موت کی تمام تکلیف مجھے دے دو اور انہیں موت کی تکلیف نہیں دینا“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

آپ ﷺ کی امت کی فکر سے متعلق روایات ذخیرہ احادیث میں کثیر تعداد میں ہیں، ذیل میں ایک روایت لکھی جاتی ہے جسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ”صحیح“ میں تخریج کیا ہے۔

روایت

”حدثني يونس بن عبد الأعلى الصدَفِي، أخبرنا ابن وهب، قال: أخبرني عمرو بن الحارث أن بكر ابن سَوَادة حدثه، عن عبد الرحمن بن جُبير، عن عبد الله بن عمرو بن العاص: أن النبي صلى الله عليه وسلم تلا قول الله عز وجل في إبراهيم: ﴿رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ

ٱلنَّاسِۖ فَمَن تَبِعَنِى فَإِنَّهُۥ مِنِّىۖ﴾[إبراهيم: ٣٦]. وقال عيسى عليه السلام: ﴿إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَۖ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ١١٨﴾ [المائدة:١١٨].

فرفع يديه وقال: اللهم أمتي أمتي وبكى، فقال الله عز وجل: يا جبريل! اذهب إلى محمد وربك أعلم فسله ما يبكيك، فأتاه جبريل عليه السلام فسأله، فأخبره رسول الله صلى الله عليه وسلم بما قال وهو أعلم، فقال الله: يا جبريل! اذهب إلى محمد، فقل: إنا سنرضيك في أمتك ولا نسوءك"[۱].

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالی کے اس ارشاد کی تلاوت کی: ﴿رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ ٱلنَّاسِۖ فَمَن تَبِعَنِى فَإِنَّهُۥ مِنِّىۖ﴾ اے میرے پروردگار! ان بتوں نے لوگوں کی بڑی تعداد کو گمراہ کیا ہے۔ لہذا جو کوئی میری راہ پر چلے، وہ تو میرا ہے (سورۃ ابراہیم:۳۶)۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں باری تعالی کے اس ارشاد کی تلاوت کی: ﴿إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَۖ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ١١٨﴾ اگر آپ ان کو سزا دیں، تو یہ آپ کے بندے ہیں، اور اگر آپ انہیں معاف فرمادیں، تو یقینا آپ کا اقتدار بھی کامل، حکمت بھی کامل (سورۂ مائدہ:۱۱۸)۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے اور کہا: اے اللہ! میری امت، میری امت، اور رونے لگے، اللہ تعالیٰ نے کہا: اے جبرائیل! محمد کے پاس جاؤ، اور تیرا

[۱] الصحيح لمسلم:ص:١١٢،رقم:٢٠٢،ت:محمد فؤادعبدالباقي، بيت الأفكارالدولية – الرياض، ط: ١٤١٩هـ.

رب جاننے والا ہے، اور پوچھو کہ آپ ﷺ کیوں رو رہے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام آئے اور پوچھا، آپ ﷺ نے انہیں ساری بات بتادی جو آپ ﷺ نے کہی تھی، حالانکہ باری تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے کہا: اے جبرائیل! محمد کے پاس جاؤ اور کہو: ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں راضی کر دیں گے، اور آپ کو غمگین نہیں کریں گے۔
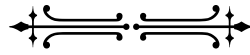
روایت نمبر:⑧

روزِ قیامت ایک نیکی دینے پر دو افراد کا جنت میں داخل ہونا

روایت: ”آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ایک شخص کو جنت میں جانے کے لئے صرف ایک نیکی کی ضرورت ہوگی، وہ چاہے گا کہ کوئی اس کو ایک نیکی دے تاکہ وہ جنت میں داخل ہوجائے، وہ شخص اپنے عزیز واقارب کے پاس جائے گا، کوئی بھی اس کو ایک نیکی دینے کے لئے تیار نہ ہوگا، اس کی نظر ایک شخص پر پڑے گی جو اپنے فیصلے کا انتظار کر رہا ہوگا، یہ اس کے پاس جائے گا، اس دوسرے شخص کے نامہ اعمال میں صرف ایک ہی نیکی ہوگی، یہ شخص اس سے ایک نیکی کا سوال کرے گا، وہ اس کو اپنی ایک نیکی دے دیگا، اللہ تعالی اس ایثار کو دیکھ خوش ہوں گے اور دونوں کو جنت میں داخل کر دیں گے“۔

امام ابو حامد محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”الدرة الفاخرة في كشف علم الآخرة“[1] میں یہ روایت **بلاسند** نقل کی ہے:

”يؤتى برجل يوم القيامة، فما يجد له حسنة ترجح ميزانه، وقد اعتدلت بالسوية، فيقول الله تعالى رحمة منه: اذهب في الناس فالتمس من يعطيك حسنة أدخلك بها الجنة، فيصير يجوس خلال العالمين فما يجد أحدا يكلمه في ذلك الأمر إلا يقول له خفت أن يخف ميزاني، فأنا أحوج منك إليها، فييأس.

فيقول له رجل: ما الذي تطلب؟ فيقول: حسنة واحدة، فلقد مررت بقوم لهم منها الألف فبخلوا علي، فيقول له الرجل: لقد لقيت

---

[1] الدرة الفاخرة: ۳۵/ ب، مخطوط في جامعة الملك سعود. یہی روایت حافظ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بلاسند امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے (التذکرۃ فی احوال الموتی: ۲/ ۷۳۳) میں ذکر کی ہے۔

الله تعالى، فما وجدت في صحيفتي إلا حسنة واحدة، و ما أظنها تغني عني شيئا، خذها هبة مني إليك، فينطلق فرحا مسرورا، فيقول الله له: ما بالك و هو أعلم؟ فيقول: رب اتفق من أمري كيت و كيت، ثم ينادي سبحانه بصاحبه الذي وهبه الحسنة، فيقول له سبحانه: كرمي أوسع من كرمك، خذ بيد أخيك و انطلقا إلى الجنة".

روز قیامت ایک شخص کو لایا جائے گا، صورتِ حال یہ ہوگی کہ اس کے میزان کے پلڑے برابر ہوں گے اور اسے صرف ایک نیکی کی ضرورت ہوگی، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کہ لوگوں میں جاؤ اور تلاش کرو کہ کوئی تمہیں ایک نیکی دے دے تو میں تمہیں جنت میں داخل کردوں گا، وہ شخص لوگوں کے درمیان پھرے گا، اور اس بارے میں جس سے بھی بات کرے گا وہ یہی کہے گا کہ مجھے ڈر ہے کہ میرا ترازوں ہلکا نہ ہو جائے، میں تجھ سے زیادہ اس چیز کا محتاج ہوں، وہ شخص مایوس ہو جائے گا۔

اچانک ایک شخص اس سے پوچھے گا کہ تم کیا تلاش کرتے پھر رہے ہو؟ وہ کہے گا کہ ایک نیکی درکار ہے جس کی تلاش میں، میں لوگوں کے پاس گیا ان کی ہزاروں نیکیوں میں سے ایک نیکی مانگی لیکن انہوں نے بخل کیا، یہ شخص اسے کہے گا کہ میں اللہ سے اس حال میں ملا کہ میرے صحیفے میں ایک ہی نیکی ہے میرا گمان نہیں ہے کہ وہ مجھے کچھ فائدہ نہ دے گی، یہ تجھے میری طرف سے ہبہ ہے، وہ شخص خوشی خوشی چلا جائے گا، اللہ اس سے پوچھے گا کہ تیرا کیا حال ہے جبکہ وہ سب جانتا ہے، وہ شخص کہے گا کہ اے میرے رب! میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا، اللہ تعالیٰ اس شخص کو بلائیں گے جس نے نیکی ہبہ کی اور کہیں گے کہ میرا کرم تیرے کرم سے وسیع ہے، اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ اور دونوں جنت میں داخل ہو جاؤ۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
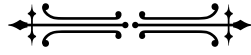
روایت نمبر:⑨

ایک عورت کا چار آدمی کو جہنم میں لے جانا

روایت: ''ایک عورت اپنے ساتھ چار افراد کو جہنم میں لے کر جائے گی: باپ، بھائی، شوہر اور بیٹے کو۔ کیونکہ ان رشتہ داروں نے اس عورت کی اصلاحی ذمہ داری میں کوتاہی کی تھی''۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

مذکورہ روایت کی بجائے چند دیگر روایات ذخیرۂ احادیث میں ملتی ہیں، جن میں اہل وعیال سے متعلق ذمہ داری کو بیان کیا گیا ہے، یہ روایات علامہ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مجمع الزوائد'' میں ذکر کی ہیں، انہیں بیان کرنے میں حرج نہیں ہے، ملاحظہ ہو:

روایت①

''عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: كلكم راع وكل مسؤول عن رعيته، فالأمير راع على الناس ومسؤول عن رعيته، والرجل راع على أهل بيته وهو مسؤول عن زوجته وما ملكت يمينه، والمرأة راعية لزوجها ومسؤولة عن بيتها وولدها، والمملوك راع على مولاه ومسؤول عن ماله، وكلكم راع وكلكم

مسؤول عن رعيته، فأعدوا للمسائل جوابا، قالوا: يا رسول الله ! وما جوابها ؟ قال: أعمال البر"[1].

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھ ہوگی: حاکم لوگوں پر نگہبان ہے اس سے لوگوں کے بارے میں پوچھ ہوگی، اور آدمی اپنے گھر کا نگہبان ہے اس سے اس کی بیوی اور جو اس کی ملکیت میں ہے اس کے بارے میں پوچھ ہوگی، اور عورت اپنے شوہر کے لئے نگہبان ہے اس سے گھر اور بچوں کے بارے میں پوچھ ہوگی، اور غلام اپنے مولا کے لئے نگہبان ہے اس سے مولا کے مال کے بارے میں پوچھ ہوگی، تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھ ہوگی، تم ان سوالات کے لئے جواب تیار کرلو، صحابہ رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ان کے جوابات کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک اعمال“۔

روایت ذکر کرنے کے بعد علامہ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”رواه الطبراني في الصغير والأوسط بإسنادين، وأحد إسنادي الأوسط رجاله رجال الصحيح“. اسے امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”معجم الصغیر“ اور ”معجم الاوسط“ میں دوسندوں سے ذکر کیا ہے، اور ”معجم الاوسط“ کی ایک سند کے رجال، صحیح کے رجال ہیں۔

---

[1] مجمع الزوائد: باب كلكم راع، ۵/ ۳۷۳، رقم: ۹۰٤۷، ت: عبدالله محمد درويش، دار الفكر – بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

روایت:(۲)

”عن قتادة أن ابن مسعود قال: إن الله ـ تبارك وتعالى ـ سائل كل ذي رعية فيما استرعاه، أقام أمر الله ـ تعالى ـ فيهم أم أضاعه ؟ حتى إن الرجل ليسأل عن أهل بيته“[1]۔

ترجمہ: حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ ہر رعیت والے سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھیں گے کہ اس نے ان میں اللہ کا امر نافذ کیا یا ضائع کیا؟ حتی کہ آدمی سے اس کے گھر والوں کے بارے میں پوچھ ہو گی۔

روایت ذکر کرنے کے بعد علامہ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”رواه الطبراني، وقتادة لم يسمع من ابن مسعود، ورجاله رجال الصحيح“. اسے امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے، اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا، اور سند کے رجال، صحیح کے رجال ہیں۔
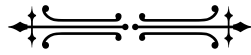
[1] مجمع الزوائد:باب كلكم راع، ٥/ ٣٧٥، رقم:٩٠٥٣، ت: عبدالله محمد درويش، دار الفكر – بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

روایت نمبر:⑩

میرا بستر سمیٹ دو، اب میرے آرام کے دن ختم ہوگئے

روایت: "آپ ﷺ نے فرمایا: میرا بستر سمیٹ دو، اب میرے آرام کے دن ختم ہوگئے"۔

مذکورہ روایت درج ذیل الفاظ سے بھی بیان کی جاتی ہے۔

"مضى عهد النوم". میری نیند کے دن ختم ہوگئے۔

"لا راحة بعد اليوم يا خديجة! أجل مضى عهد النوم والدَعَة، وما عاد منذ اليوم إلا السَهَر والتعب". اے خدیجہ! آج کے بعد آرام کے دن ختم ہوگئے، نیند اور راحت کے دن گزر گئے، آج سے مسلسل بیداری اور مشقت ہوگی۔

مذکورہ روایت کو سید قطب ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے "في ظلال القرآن"[1] میں بلاسند اس طرح سے ذکر کیا ہے: "مضى عهد النوم يا خديجة!". میری نیند کے دن ختم ہوگئے۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

تتمہ:

ذیل میں مذکورہ روایت سے قدرے مشترک، دو روایات لکھی جائیں گی، جنہیں بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

---

[1] في ظلال القرآن: سورة البقرة،١/ ٧٦، صنفه: سيد قطب إبراهيم حسين الشاربي، دار الشروق – بيروت، ط:١٤٢٣هـ.

❶ اسے امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے:

"حدثنا نَصْر بن علي، حدثنا عبد الله بن الزبير أبو الزبير، حدثنا ثابت البناني، عن أنس بن مالك قال: لما وجد رسول الله صلى الله عليه و سلم من كُرَب الموت ما وجد، قالت فاطمة: واكرب أبتاه، فقال رسول الله صلى الله عليه و سلم: لا كَرْب على أبيك بعد اليوم، إنه قد حضر من أبيك ما ليس بتارك منه أحداء الموافاةُ يوم القيامة"[1].

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سکرات شروع ہوئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے میرے والد کی تکلیف، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج کے بعد تمہارے والد پر کبھی سختی اور تکلیف نہ آئے گی، تمہارے والد پر وہ وقت آ گیا جو سب پر آنے والا ہے، اب قیامت کے روز ملاقات ہو گی۔

علامہ احمد بن ابو بکر بن اسماعیل کنانی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت کے متعلق "مصباح الزجاجة"[2] میں فرماتے ہیں:

"هذا إسناد فيه عبد الله بن الزبير الباهلي أبو الزبير ويقال أبو معبد البصري، ذكره ابن حبان في الثقات، وقال أبو حاتم: مجهول، وقال الدارقطني: بصري صالح، قلت: وباقي رجال الإسناد على شرط الشيخين، رواه الإمام أحمد في مسنده من حديث أنس أيضا، ورواه الترمذي في الشمائل عن نصر بن علي الجَهْضَمِي به".

اس سند میں عبد اللہ بن زبیر باہلی ابو زبیر ہے، اسے ابو معبد بصری بھی

[1] سنن ابن ماجه:كتاب الجنائز، ١/ ٥٢١، رقم: ١٦٢٩، ت: محمد فؤاد عبد الباقي، دار الفكر – بيروت، ط: ١٣٧٣ هـ.

[2] شروح سنن ابن ماجه(مصباح الزجاجة):٢/ ٦٤٨، رقم:١٦٢٩، ت: رائد بن صبري، بيت الأفكار الدولية – الرياض، ط:٢٠٠٧ م.

کہتے ہیں، ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا ذکر ''ثقات''میں کیا ہے، اور ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ مجہول ہے، اور دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ صالح ہے۔ میں [احمد بن اسماعیل کنانی رحمۃ اللہ علیہ] کہتا ہوں: سند کے باقی رجال شیخین کی شرط کے مطابق ہیں، اسے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے، اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ''شمائل''میں نصر بن علی جہضمی سے یہی روایت نقل کرتے ہیں۔

❷ امام ابو عیسی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ''الشمائل المحمدية''[1] میں تخریج فرماتے ہیں:

''حدثنا سفيان بن وكيع، أنبأنا جُميع بن عمير بن عبد الرحمن العِجْلِي، [قال: حد] ثني رجل من بني تميم من ولد أبي هالة زوج خديجة يكنى أبا عبد الله، عن ابن لأبي هالة، عن الحسن بن علي [رضي الله تعالى عنهما] قال: سألت خالي هند بن أبي هالة وكان وصَّافا، قلت: صف لي منطق ــ رسول الله صلى الله عليه وسلم ــ قال: كان رسول الله متواصل الأحزان، دائم الفكرة، ليست له راحة ....''.

''حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا، جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بہت زیادہ بیان کرنے والے تھے: آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کا انداز بتائیے، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مستقل غمگین، ہمہ وقت فکر مند رہتے تھے، کسی پل آپ کو راحت نہ تھی ...''۔

---

[1] الشمائل المحمدية: ص: ۱۸٤، رقم: ۲۲٦، ت: سيد بن عباس الجَليمي، المكتبة التجارية — مكة المكرمة، ط: ۱٤۱۳ هـ.

مذکورہ روایت کو حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ "مجمع الزوائد"[1] میں امام طبرانی کے حوالے سے لکھا ہے، روایت ذکر کرنے کے بعد حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وفيه من لم يسم". اس روایت کی سند میں ایسا راوی ہے، جس کا نام نہیں لیا گیا۔

[1] مجمع الزوائد:۸/ ٤٩٤، رقم:١٤٠٢٦، ت: عبدالله محمد درويش، دار الفكر–بيروت، ط: ١٤١٢هـ.
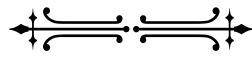
روایت نمبر:⑪

داعی کے ہر بول پر ایک سال کی عبادت کا اجر

روایت: ”اللہ تعالیٰ داعی کو ہر بول پر ایک سال کی عبادت کا اجر عطاء فرمائیں گے“۔

مذکورہ روایت کو حجۃ الاسلام علامہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ”مکاشفة القلوب“[1] میں اس طرح ذکر کیا ہے:

”قال موسى: يا رب! ماجزاء من دعا أخاه وأمره بالمعروف ونهاه عن المنكر؟ قال: أكتب له بكل كلمة عبادة سنة، وأستحي أن أعذبه بناري“.

موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے رب! اس شخص کی کیا جزاء ہوگی جو اپنے بھائی کو بھلائی کی طرف بلائے اور برائی سے روکے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اس کے ہر لفظ کے بدلے ایک سال کی عبادت لکھ دوں گا، اور مجھے اس بات سے حیا آتی ہے کہ اسے اپنی آگ سے عذاب دوں۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) سند کے ساتھ ہمیں کہیں نہیں مل سکی، چنانچہ اس روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے، البتہ بظاہر اسرائیلی روایت ہونے کی بناء پر اسے اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کیا جاسکتا ہے۔

مذکورہ روایت کے مضمون پر مشتمل ایک طویل روایت حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”حلية الأولياء“ میں ذکر کی ہے، وہ روایت بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً منقول نہیں ہے، البتہ اسرائیلی روایت ہے، جسے اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

---

[1] مكاشفة القلوب: ص: ٤٢، ت: صلاح محمد عويضة، دار الكتب العلمية — بيروت.

روایت

”حدثنا أبو بكر أحمد بن السندي، ثنا الحسن بن علوية القطان، ثنا إسماعيل بن عيسى العطار، ثنا إسحاق بن بشر القرشي أبو حذيفة، عن سعيد، عن قتادة، عن كعب قال: قال موسى عليه السلام حين ناجاه ربه تعالى .... قال: إلهي! فما جزاء من دعا نفسا كافرة إلى الإسلام؟ قال: يا موسى ! أجعل له حكما يوم القيامة في الشفاعة، قال: إلهي! فما جزاء من دعا نفسا مؤمنة إلى طاعتك ونهاها عن معصيتك، قال: يا موسى ! هو يوم القيامة في زمرة المرسلين ... “[1].

ترجمہ: ”موسیٰ علیہ السلام نے کہا جب کہ وہ اپنے رب سے مناجات میں مصروف تھے: ... اے رب! اس شخص کی کیا جزاء ہو گی ہو جو کسی کافر شخص کو اسلام کی طرف بلائے ؟ فرمایا: اے موسیٰ! میں اسے روزِ قیامت شفاعت کا اہل بنادوں گا، کہا: اے رب! اس شخص کیا جزاء ہو گی جو کسی مؤمن کو آپ کی طاعت کی طرف بلائے اور آپ کی معصیت سے روکے ؟ فرمایا: اے موسیٰ! قیامت کے دن وہ مرسلین کی جماعت میں سے ہو گا ...“۔

[1] حلية الأولياء:٦/ ٤١، دارالكتب العلمية — بيروت، الطبعة الأولي: ١٤٠٩ هـ.
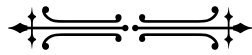
روایت نمبر:⑫

نماز مؤمن کی معراج ہے

روایت: آپ ﷺ نے فرمایا: ”نماز مؤمن کی معراج ہے“۔

مذکورہ روایت کو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”مرقاۃ المفاتیح“[1] میں بلاسند بلاسند اس طرح سے ذکر کیا ہے: ”ولهذا ورد: الصلاة معراج المؤمن“. اسی وجہ سے آیا ہے کہ نماز مؤمن کی معراج ہے۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اورجب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

اہم فائدہ

واضح رہے کہ یہ مضمون روایات حدیث سے ثابت ہے کہ نمازی باری تعالیٰ سے سرگوشی کرتا ہے، چنانچہ علامہ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ ”مجمع الزوائد“[2] میں لکھتے ہیں:

”عن البَيَاضِي أن رسول الله صلى الله عليه و سلم خرج على الناس وهم يصلون، وقد علت أصواتهم بالقراءة، فقال: ”إن المصلي يناجي ربه ـ عز و جل ـ فلينظر بما يناجيه، ولا يجهر بعضكم على بعض بالقرآن“.

---

[1] مرقاة المفاتيح: كتاب الإيمان، ١/ ١١٣، ت: جمال عيتاني، دار الكتب العلمية – بيروت، ط: ١٤٢٢ هـ.

[2] مجمع الزوائد: ٢/ ٥٤٣، رقم: ٣٥٩٧، ت: عبدالله محمد درويش، دار الفكر – بيروت، ط: ١٤١٢ هـ.

ترجمہ: بیاضی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ لوگوں کے پاس آئے، لوگ نماز پڑھ رہے تھے اور ان کی قرأت کی آواز بلند ہو رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک نماز پڑھنے والا اپنے رب سے مناجات کرتا ہے، پس اس کو چاہیے کہ اپنی مناجات پر غور کرے، اور تم میں سے بعضوں کی بعضوں پر تلاوت کی آواز بلند نہیں ہونی چاہیے۔

حافظ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”رواه أحمد، ورجاله رجال الصحيح“. اسے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال، صحیح کے رجال ہیں۔
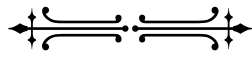
روایت نمبر:(۱۳)

معراج میں "التحیات" کا واقعہ

روایت: "آپ ﷺ جب معراج پر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے کہا: "التحيات لله والصلوت و الطيبات. اللہ رب العزت نے فرمایا: السّلام عليك أيهاالنبي ورحمة الله وبركاته. پھر آپ ﷺ نے کہا: السلام علينا وعلى عبادالله الصالحين. اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام اور ملائکہ نے کہا: أشهد أن لا إله إلا الله و أشهد أن محمدارسول الله"۔

علامہ عبد الرحمن صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے "نزهة المجالس"[1] میں اس روایت کو بلاسند، علائی نامی شخص کے حوالے سے اس طرح نقل کیا ہے۔

روایت

"(قال العلائي) قال النبي ﷺ: رأيت عجائب عظيمة، وظننت أن كل من في السموات والارض قد مات، لأني لم أسمع هناك يعني عند العرش شيئا من أصوات الملائكة، وانقطع عني حس كل شيء، فلحقه عندذلك استيحاش.

فناداني جبريل من خلفي، يا محمد ! إن الله تعالى يثنى عليك، فاسمع وأطع، ولايهولنَّك كلامه ـ سبحانه تعالى ـ فبدأت بالثناء على الله تعالى، وقلت: التحيات المباركات الصلوات الطيبات لله، فقال الله تعالى: السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته، فقلت: السلام علينا وعلى عبادالله الصالحين، فقال جبريل: أشهد أن لا إله إلا الله و أشهد أن محمدا رسول الله".

[1] نزهةالمجالس:۲/۱۱۷، محمد الخشاب، المطبعة الكاستلية — الهند، ط:۱۲۸۳ھ۔

ترجمہ: علائی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے بڑے بڑے عجائب دیکھے، مجھے یہاں تک گمان ہوا کہ زمین اور آسمان کے سب رہنے والے مرگئے، کیونکہ میں نے عرش کے پاس فرشتوں کی ذرا بھی آواز نہ سنی، اور ہر شے کا حس مجھ سے منقطع ہو گیا، اس وقت مجھ کو ایک قسم کی وحشت محسوس ہوئی۔

میرے پیچھے سے جبریل علیہ السلام نے مجھے آواز دی: اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف فرمارہے ہیں، سنئے! اطاعت کیجئے! کہیں اللہ کا کلام آپ کو ہول میں نہ ڈال دے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں اللہ تعالی کی حمد و ثنا کرنے لگا، اور میں نے کہا: التحيات المباركات الصلوات الطيبات لله. اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: السّلام عليك أيهاالنبي ورحمة الله وبركاته. میں نے عرض کیا: السّلام علينا وعلى عبادالله الصالحين. جبرائیل علیہ السلام نے کہا: أشهد أن لا إله إلا الله و أشهد أن محمدا رسول الله.

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے "مرقاة المفاتيح"[1] میں مذکورہ روایت ابن الملک (محمد بن عبد اللطیف بن عبد العزیز، المعروف بابن ملک الکرمانی، المتوفی: ۸۵۴ھ) کے حوالے سے بلا سند اس طرح نقل کیا ہے: "قال ابن الملك: روي أنه لما عرج به أثنى على الله تعالى بهذه الكلمات .... ". ابن ملک نے کہا: منقول ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ کی ان کلمات سے حمد و ثناء کی ..."۔

---

[1] مرقاة المفاتيح: كتاب الصلاة، باب التشهد، ٢/ ٥٧٩، ت: جمال عيتاني، دار الكتب العلمية — بيروت، ط: ١٤٢٢هـ.

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
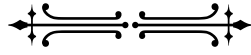
روایت نمبر:(۱۴)

صحابی کی داڑھی کے ایک ہی بال پر فرشتوں کا جھولنا

روایت: ''ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی داڑھی میں ایک ہی بال تھا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگے، وہ صحابی یہ سمجھے کہ داڑھی میں ایک بال ہونے کی وجہ سے میں مضحکہ خیز لگ رہا ہوں، انہوں نے اس بال کو کاٹ دیا، جب وہ دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے چہرہ انور پھیر لیا، وہ صحابی بہت پریشان ہوئے، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی وجہ پوچھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کی داڑھی کے ایک بال پر فرشتے جھول رہے تھے، میں اس وجہ سے مسکرایا تھا''۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
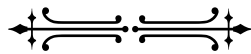
روایت نمبر:⑮

مسجد سے بال نکالنے پر فضیلت

روایت: ”مسجد سے بال کا نکالنا ایسے ہے جیسے مردار گدھے کا مسجد سے نکالنا“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

ذیل میں مسجد سے خس وخاشاک نکالنے کے بارے میں ایک روایت ذکر کی جائے گی، اور اس پر ائمہ کا کلام بھی لکھا جائے گا، اور یہ روایت فضائل کے باب میں ہے، اسے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

روایت

”عن أبي قِرْصَافة، أنه سمع النبي صلى الله عليه و سلم يقول: ابنوا المساجد و أخرجوا القُمَامَة منها، فمن بنى لله مسجدا بنى الله له بيتا في الجنة، فقال رجل: يا رسول الله ! و هذه المساجد التي تبنى في الطريق؟ قال: نعم، وإخراج القُمَامة منها مهور الحور العين“[1]۔

ترجمہ: ابو قرصافہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”مساجد بناؤ اور ان سے خس وخاشاک نکال دو، جس شخص نے اللہ کے لئے مسجد تعمیر کی اللہ اس کے لئے جنت میں گھر تعمیر کرے گا، ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ مساجد جو راستے میں بھی بنی ہوئی ہوتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں، اور ان مساجد سے خس وخاشاک نکالنا حور عین کا مہر ہے“۔

---

[1] مجمع الزوائد:۲/۱۱۳، رقم:۱۹۴۹، ت:عبداللہ محمد درویش، دار الفکر – بیروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔

حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو تحریر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”رواه الطبراني في الكبير، وفي إسناده مجاهيل“. اس روایت کو حافظ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے اور اس کی سند میں مجہول راوی ہیں۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”صححه الضياء المقدسي في المختارة“[1]. اسے ضیاء مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الاحادیث المختارہ“ میں صحیح کہا ہے۔

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایت کے متعلق علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے[2]۔

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت کی تشریح کے بعد فرماتے ہیں:

”رمز المؤلف لصحته،وإن تعجب فعجب رمزه مع حكم الحافظ المنذري بضعفه، وإعلال زين الحفاظ العراقي في شرح الترمذي له بأن في إسناده جهالة، وقول الحافظ الهيتمي وغيره في إسناده، لكن المؤلف اغتر بتصحيح الضياء“[3].

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”جامع صغیر“ میں اس حدیث کے صحیح ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے، آپ کو تعجب ہو رہا ہو گا، بات ہے بھی تعجب کی کہ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت پر صحیح ہونے کی علامت لگائی ہے، حالانکہ حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ضعیف ہونے کا حکم لگایا ہے، اور حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ”شرح ترمذی“ میں جہالتِ سند کی وجہ سے اسے معلول قرار دیا ہے، نیز حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے بھی اس کی سند پر کلام کیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ضیاء مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح قرار دینے کی وجہ سے بے خبری میں اسے صحیح کہہ گئے ہیں۔

---

[1] اللآلئ المصنوعة:كتاب البعث،٢/ ٣٧٦، دار الكتب العلمية—بيروت، ط: ١٤١٧هـ.

[2] تنزيه الشريعة:الفصل الثاني،٢/ ٣٨٤،رقم:٢١، ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الكتب العلمية—بيروت، ط:١٤٠١هـ.

[3] مصنف عبدالرزاق:٥٢٨/١،رقم:٢٠٢١، ت: حبيب الرحمن الأعظمي،المكتب الإسلامي—بيروت،ط:١٤٠٣هـ.

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ ہی "التیسیر"[1] میں فرماتے ہیں: "في إسناده جهالة لكنه اعتضد، فصار حسنا". اس کی سند میں جہالت ہے، لیکن یہ (دوسری سندوں سے) مضبوط ہو کر "حسن" کہلائے گی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مذکورہ روایت کی سند ضعیف ہے، لیکن اسے فضائل کے باب میں بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
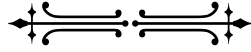
[1] التيسير بشرح الجامع الصغير: ۱/۱۷، دار الطباعة الخديوية — مصر، ط: ۱۲۸٦ هـ.

روایت نمبر:⑯

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اونٹ گم ہو جانے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تکبیرِ اولیٰ کی اہمیت کو اجاگر کرنا

روایت: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اونٹ گم ہو گئے آپ رضی اللہ عنہ بہت غم زدہ ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو غمگین پایا، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس کی وجہ پوچھی، انہوں نے ساری بات بتادی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"میرا تو یہ خیال تھا کہ تمہاری تکبیرِ اولی فوت ہو گئی ہے"، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تکبیرِ اولیٰ کا ثواب اتنا زیادہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تکبیرِ اولیٰ کا ثواب تو دنیا ومافیہا سے بہتر ہے"۔

اس روایت کو علامہ عبدالرحمن صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے "نزهة المجالس"[1] میں بلاسند اس طرح سے ذکر کیا ہے، آپ لکھتے ہیں:

"أخذ اللصوص لأبي بكر الصديق رضي الله عنه أربع مائة بعير وأربعين عبدا، فدخل النبي صلى الله عليه وسلم فرآه حزينا، فسأله فأخبره، فقال: ظننت أنه فاتتك تكبيرة الإحرام، فقال: يا رسول الله! وفواتها أشد؟ قال: ومن ملء الأرض جِمَالا. وفي الخبر: من فاته تكبيرة الإحرام، فقد فاتته تسع مائة وتسع وتسعون نعجة في الجنة، قرونها من ذهب، ذكره النيسابوري".

ترجمہ: ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چار سو اونٹ (۴۰۰) اور چالیس غلاموں (۴۰) کو چور لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں غمگین پایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تو انہوں نے ساری بات گوش گزار کر دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] نزهة المجالس: ۱/ ۱۱۹، محمد الخشاب، المطبعة الكاستلية – الهند، ط: ۱۲۸۳ هـ.

فرمایا: ”میرا خیال تھا کہ آپ کی تکبیرِ اولیٰ فوت ہو گئی“، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول ! تکبیرِ اولیٰ کا فوت ہونا اتنا سخت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تکبیرِ اولیٰ کا فوت ہو جانا زمین بھر اونٹ لٹ جانے سے زیادہ سخت ہے“۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی تکبیرِ اولیٰ فوت ہو جائے تو اس کی جنت سے نوسو ننانوے (۹۹۹) ایسی بھیڑیں جن کے سینگ سونے کے ہیں فوت ہو گئیں، اسے نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جا سکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

تتمہ: زیرِ بحث روایت سے ملتی جلتی ایک دوسری روایت امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلاً منقول ہے، جسے حافظ عبد الرزاق صنعانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”المصنف“[1] میں تخریج کیا ہے، اسے بیان کرنا درست ہے، ملاحظہ ہو:

”أخبرنا عبد الرزاق، قال: أخبرنا إسرائيل، عن أبي يحيى، عن مجاهد، قال: سمعت رجلا من أصحاب النبي صلى الله عليه و سلم، قال: لا أعلمه إلا من شهد بدرا، قال لابنه: أدركت الصلاة معنا؟ [كذا في الأصل، وفي كنز العمال: قال: لا] قال: أدركت التكبيرة الأولى؟ قال: لا، قال: لما فاتك منها خير من مائة ناقة كلها سُوْدُ العين“.

---

[1] مصنف عبد الرزاق: ۱/ ۵۲۸، رقم: ۲۰۲۱، ت: حبيب الرحمن الأعظمي، المكتب الإسلامي –بيروت، ط: ۱٤۰۳ هـ.

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے سنا، اور میں تو انھیں شرکاء بدر ہی میں سمجھتا ہوں، انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا: تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی؟ [بیٹے نے کہا: جی ہاں] انہوں کہا: تکبیر اولیٰ کو پایا؟ بیٹے نے کہا: نہیں، انہوں نے کہا: جو تکبیر اولیٰ تم سے فوت ہوئی ہے وہ ایسی سو (۱۰۰) اونٹیوں سے بہتر ہے جو سب کی سب سیاہ آنکھوں والی ہو۔
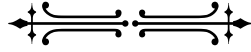
روایت نمبر: (۱۷)

اللہ اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں

روایت: ''آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالی اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں''۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً انہی الفاظ کے ساتھ تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے ان الفاظ کے ساتھ آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

باری تعالیٰ کے اپنے بندوں پر رحم سے متعلق روایات امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''صحیح'' میں ذکر کی ہیں، ذیل میں انہیں ذکر کیا جارہا ہے:

روایت (۱)

''حدثنا محمد بن عبد الله بن نُمَيْر، حدثنا أبي، حدثنا عبد الملك، عن عطاء، عن أبي هريرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن لله مائة رحمة، أنزل منها رحمة واحدة بين الجن والإنس والبهائم والهَوَام، فبها يتعاطفون وبها يتراحمون، وبها تعطف الوحش على ولدها، وأخر الله تسعا وتسعين رحمة يرحم بها عباده يوم القيامة''[1].

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ کی سو (۱۰۰) رحمتیں ہیں، اس میں سے ایک رحمت اللہ نے جن وانس، چوپائے

---

[1] الصحيح لمسلم:ص:۱۱۰۱، رقم:۲۷۵۲، ت:محمد فؤادعبدالباقي،بيت الأفكارالدولية – الرياض، ط:۱٤۱۹هـ.

اور حشرات الارض کے درمیان اتاری ہے، اس کے ذریعے سے وہ آپس میں ایک دوسرے سے نرمی اور رحم کا معاملہ کرتے ہیں، اور اسی سے وحشی جانور اپنے بچوں پر نرمی کرتے ہیں، اور اللہ تعالی نے ننانوے (۹۹) رحمت کے حصے روکے رکھے ہیں، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم کرے گا۔

روایت ②

"حدثني الحسن بن علي الحُلْوَاني ومحمد بن سَهْل التميمي (واللفظ لحسن)، حدثنا بن أبي مريم، حدثنا أبو غسان، حدثني زيد بن أسلم، عن أبيه، عن عمر بن الخطاب أنه قال: قدم على رسول الله صلى الله عليه وسلم بسَبْي، فإذا امرأة من السَبْيِ تبتغي، إذا وجدت صبيا في السَبْيِ، أخذته، فألصقته ببطنها وأرضعته، فقال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أترون هذه المرأة طارحة ولدها في النار؟ قلنا: لا والله وهي تقدر على أن لا تَطْرَحَه، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لله أرحم بعباده من هذه بولدها"[1].

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی لائے گئے، قیدیوں میں سے ایک عورت کسی کو تلاش کر رہی تھی، اچانک اسے قیدیوں میں ایک بچہ مل گیا، اس نے اسے چمٹالیا اور دودھ پلانے لگی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا: کیا تمہارے خیال میں یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک دے گی؟ ہم نے عرض کیا: خدا کی قسم! جہاں تک ہو سکا یہ نہیں پھینکے گی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس طرح یہ عورت اپنے بچے پر مہربان ہے، اللہ تعالی اس سے زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے"۔

---

[1] الصحيح لمسلم: ص:١١٠٢،رقم:٢٧٥٤، ت:محمد فؤادعبدالباقي، بيت الأفكارالدولية – الرياض، ط:١٤١٩هـ.

روایت نمبر: (۱۸)

پانچ نمازوں کو چھوڑنے پر پانچ نقصانات

روایت: ”نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جو شخص فجر کی نماز نہ پڑھے اس کے رزق میں برکت نہ ہو گی، جو شخص ظہر کی نماز ترک کر دے اس کے قلب میں نور نہ ہو گا، جو شخص عصر چھوڑ دے گا اس کے اعضاء کی قوت جاتی رہے گی، جو شخص مغرب کی نماز میں غفلت کرے گا اس کے کھانے میں لذت نہ ہو گی، جو شخص عشاء ادا نہیں کرے گا دنیا و آخرت میں اسے ایمان نصیب نہ ہو گا“۔

علامہ محمد جعفر قریشی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تذکرۃ الواعظین“ میں مذکورہ روایت بلاسند اس طرح نقل کی ہے:

”عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: من لم يصل صلوة الفجر لم يكن في رزقه بركة، ومن لم يصل صلوة الظهر لم يكن في قلبه نور، ومن لم يصل صلوة العصر لم يكن في أعضائه قوة، ومن لم يصل صلوة المغرب لم يكن في طعامه لذة، ومن لم يصل صلوة العشاء لم يكن مؤمنا في الدنيا والاخرة“[1]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جو شخص فجر کی نماز نہ پڑھے اس کے رزق میں برکت نہ ہو گی، جو شخص ظہر کی نماز ترک کر دے اس کے قلب میں نور نہ ہو گا، جو شخص عصر چھوڑ دے گا اس کے اعضاء کی قوت جاتی رہے گی، جو شخص مغرب کی نماز نہ پڑھے اس کے کھانے میں لذت نہ ہو گی، جو شخص عشاء ادا نہیں کرے گا دنیا و آخرت میں اسے ایمان نصیب نہ ہو گا۔

---

[1] تذكرة الواعظين: ص: ١٠، مطبع محمدي بمبي—الهند، ط: ١٣٧٠ هـ.

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت اس خاص طرز و اسلوب کے ساتھ سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جا سکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
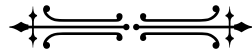
روایت نمبر:(۱۹)

اے ابن آدم! ایک تیری چاہت ہے اور ایک میری چاہت ہے

روایت: اے ابن آدم ! ایک تیری چاہت ہے اور ایک میری چاہت ہے، ہو گا وہی جو میری چاہت ہے، اگر تو اپنی چاہت کو تابع کر دے اس کے جو میری چاہت ہے تو تیری چاہت بھی پوری کر دوں گا، اور بہر حال ہونا تو وہی ہے جو میری چاہت ہے، اگر تو نے وہ نہ کیا جو میری چاہت ہے تو تجھے تیری چاہت میں تھکا دوں گا، اور ہو گا وہی جو میری چاہت ہے۔

مذکورہ روایت کو حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے "نوادرالأصول"[1] میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے، آپ لکھتے ہیں:

"حدثنا عمر بن أبي عمر، قال: حدثنا عبدالوهاب بن نافع، عن مبارك بن فَضَالَة، عن الحسن قال: قال الله تبارك و تعالى: يا داود ! تريد و أريد، و يكون ما أريد، فإذا أردت ما أريد، كفيتك ما تريد و يكون ما أريد، و إذا أردت غير ما أريد، عَنَيْتُك فيما تريد و يكون ما أريد".

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے داوٗد ! ایک تیری چاہت ہے اور ایک میری چاہت ہے، ہو گا وہی جو میری چاہت ہے، اگر تو اپنی چاہت کو تابع کر دے اس کے جو میری چاہت ہے تو تیری چاہت بھی پوری کر دوں گا، اور بہر حال ہونا تو وہی ہے جو میری چاہت ہے، اگر تو نے وہ نہ کیا جو میری چاہت ہے تو تجھے تیری چاہت میں تھکا دوں گا، اور ہو گا وہی جو میری چاہت ہے۔

---

[1] نوادر الأصول في أحاديث الرسول:۱/ ۵۱۲، رقم:۷۳۹، إسماعيل إبراهيم متولي عوض، مكتبة الإمام البخاري – مصر، ط:۱۴۲۹هـ.

علامہ اسماعیل استنبولی رحمۃ اللہ علیہ نے "تفسیر روح البیان"[1] میں اس روایت کو بعض کتب الٰہیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے، ملاحظہ ہو:

"أن في بعض الكتب الإلهية: عبدي تريد وأريد ولا يكون إلا ما أريد، فإن رضيت بما أريد كفيتك ما تريد، وإن لم ترض بما أريد أبقيتك فيما تريد، ثم لا يكون إلا ما أريد".

بعض کتب الٰہیہ میں ہے ...

اس کے بعد یہی روایت ذکر کی ۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت تلاش کے باوجود مرفوعاً کہیں نہیں مل سکی، لہٰذا اس روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انتساب کر کے بیان کرنا درست نہیں ہے، البتہ بظاہر اسرائیلی روایت ہونے کی بناء پر اسے اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کرنے میں حرج نہیں ہے۔

[1] تفسير روح البيان:٩/ ٤٦٤، مطبعة عثمانيه — إستانبول، ط:١٣٣١هـ.
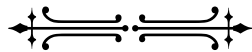
روایت نمبر:(۲۰)

جسے اللہ ستر (۷۰) مرتبہ محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اسے اپنے راستے میں قبول کرلیتے ہیں

روایت: ”آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو اللہ تعالی دس (۱۰) مرتبہ محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اسے اپنے گھر آنے کی توفیق دیتے ہیں، اور جسے چالیس (۴۰) مرتبہ محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اسے حج کرنے کی توفیق عطاء فرماتے ہیں، اور جسے ستر مرتبہ (۷۰) محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اسے اپنے راستے کے لئے قبول کرتے ہیں“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

اہم فائدہ

یہ بھی واضح رہے کہ زیرِ بحث روایت مرفوع کے حکم میں ہے، کیونکہ ثواب کی تعیین صرف صاحبِ شریعت ہی کرسکتا ہے، اس لئے اسے بہر صورت بیان کرنا درست نہیں، خواہ حضور ﷺ کے انتساب سے ہو یا آپ ﷺ کے انتساب کے بغیر۔
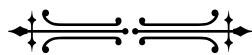
روایت نمبر:(۲۱)

اللہ کے راستے میں نکلنے پر پانچ سو(۵۰۰)فرشتوں کی حفاظت

روایت: ”جو شخص اللہ کے راستے میں نکلتا ہے اس کے گھر کی حفاظت کے لئے پانچ سو(۵۰۰)فرشتے مامور ہو جاتے ہیں“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

مذکورہ روایت کے مضمون جیسی ایک دوسری روایت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”المعجم الکبیر“[1] میں ذکر کی ہے، اسے بیان کرنے میں حرج نہیں ہے۔

روایت

”حدثنا بكر بن سَهْل، ثنا عمرو بن هاشم البيروتي، عن الأوزاعي، حدثني سليمان بن حبيب المحاربي، عن أبي أمامة الباهلي، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”ثلاث من كان فيه واحدة منهن كان ضامنا على الله عز وجل: من خرج في سبيل الله كان ضامنا على الله، إن توفاه أدخله الجنة، وإن رده إلى أهله فبما نال من أجر أو غنيمة، ورجل كان في المسجد فهو ضامن على الله، إن توفاه أدخله الجنة، وإن رده إلى أهله فبما نال من أجر أو غنيمة، ورجل دخل بيته بسلام فهو ضامن على الله عز وجل“.

[1] المعجم الكبير: ۸/ ۱۱۸، رقم: ۷۴۹۱، مكتبة ابن تيمية – مصر، ط: ۱٤۰٤هـ.

ترجمہ: حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزوں میں سے ایک چیز جس شخص میں ہو گی وہ اللہ کے ضمان (ذمہ داری) میں ہو گا: جو شخص اللہ کے راستے میں نکلے گا وہ اللہ کے ضمان میں ہے، اگر وہ وفات پاجائے تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا، اگر اللہ اسے اپنے اہل وعیال کے پاس لوٹائے تو اجر یا غنیمت کے ساتھ لوٹائے گا، جو شخص مسجد میں ہو گا وہ اللہ کے ضمان میں ہے، اگر وہ وفات پاجائے تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا، اگر اللہ اسے اپنے اہل وعیال کے پاس لوٹائے تو اجر یا غنیمت کے ساتھ لوٹائے گا، جو شخص اپنے گھر میں سلام کرکے داخل ہو وہ اللہ کے ضمان میں ہے۔

حافظ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت کو تفصیل سے لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

"رواه الطبراني في الأوسط والكبير بنحوه باختصار، والبزار، ورجال أحمد رجال الصحيح غير ابن لهيعة، وحديثه حسن على ضعفه "[1].

اس روایت کو امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "اوسط" اور "کبیر" میں اسی طرح اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے، اور امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی تخریج کی ہے، اور "مسند احمد" کے رجال، صحیح کے رجال ہیں سوائے ابن لہیعہ کے، اور ابن لہیعہ کی حدیث، ضعف کے باوجود حسن درجے کی ہے۔

[1] مجمع الزوائد: ۱۰/۵٤۸، رقم: ۱۸۱۹۲، ت: عبدالله محمد درويش، دار الفكر-بيروت، ط: ۱٤۱۲ھ۔
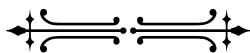
روایت نمبر:(۲۲)

ایک یہودی کے جنازے کو دیکھ کر آپ ﷺ کا رونا

روایت: ”ایک دفعہ کا ذکر ہے، آپ ﷺ تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ کے سامنے سے ایک یہودی کا جنازہ گذرا، اسے دیکھ کر آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے، صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو یہودی کا جنازہ ہے آپ ﷺ کیوں روئے، آپ ﷺ نے فرمایا: میرا ایک امتی کلمہ کے بغیر جہنم میں چلا گیا“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت انہی الفاظ کے ساتھ سند اًتاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
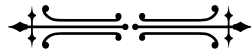
روایت نمبر: (۲۳)

کلمہ کی برکت

روایت: ’’نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سو سال کا بوڑھا مشرک بھی مرتے وقت کلمہ ’’لا الہ الا اللہ‘‘ پڑھ لے تو اللہ اس کے تمام گناہ معاف فرما دیں گے‘‘۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

تنبیہ: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ’’فضائل اعمال‘‘[1] میں ایک حدیث کے فائدے میں اس جملہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

’’اس پاک کلمہ میں حق تعالیٰ شانہ نے کیا کیا برکات رکھی ہیں، اس کا معمولی سا اندازہ اتنی ہی بات سے ہو جاتا ہے کہ سو (۱۰۰) برس کا بوڑھا جس کی تمام عمر کفر وشرک میں گذری ہو، ایک مرتبہ اس پاک کلمہ کو ایمان کے ساتھ پڑھنے سے مسلمان ہو جاتا ہے، اور عمر بھر کے سارے گناہ زائل ہو جاتے ہیں‘‘۔

ثابت ہوا کہ اسے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے انتساب سے بیان کرنا درست ہے، لیکن مرفوعاً ثابت نہ ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کا ارشاد کہہ کر بیان کرنا درست نہیں ہے۔

---

[1] فضائل أعمال: کتاب الذکر، ص: ۵۰۱، کتب خانة فیضي – لاهور.

تتمہ: کلمہ طیبہ کی بے شمار فضیلتیں احادیث میں وارد ہوئی ہیں، ذیل میں ایک حدیث نقل کی جارہی ہے، جسے امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "سنن"[1] میں تخریج کیا ہے:

"حدثنا مالك بن عبد الواحد المِسْمَعي، حدثنا الضحاك بن مخلد، حدثنا عبد الحميد بن جعفر، حدثني صالح بن أبي عَرِيب، عن كثير بن مُرَّة، عن مُعَاذ بن جبل قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من كان آخر كلامه لا إله إلا الله دخل الجنة".

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا آخری کلام "لا إله إلا الله" ہوا، وہ جنت میں داخل ہوا۔
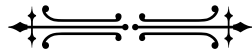
[1] سنن أبي داود:۳/۳۱۸، رقم:۳۱۱٦، ت: عزت عبيد الدعاس و عادل السيد، دار ابن حزم – بيروت، ط:۱٤۱۸ھ۔

روایت نمبر:(۲۴)

ایک یہودی کا معراج کے واقعہ سے انکار پر عورت اور پھر مرد بن جانا

روایت: ''نبی اکرم ﷺ نے جب معراج کا واقعہ بیان کیا تو ایک یہودی شخص نے اس واقعہ کا انکار کیا کہ ایک ہی دن میں ایسا نہیں ہو سکتا، وہ شخص مچھلی خرید کر گھر لایا اور بیوی سے کہا: اسے پکاؤ! میں نہا کر آتا ہوں، یہ شخص نہر پر نہانے گیا، جب نہا کر باہر نکلا تو عورت بن چکا تھا اور جگہ بدل گئی تھی اور کپڑے بھی نہیں تھے، وہ اسی حالت میں تھا کہ وہاں سے ایک رئیس کا گذر ہوا، اس نے خوبصورت عورت دیکھی تو اسے اپنے ساتھ لے گیا اور شادی کر لی، اس کے دو بچے پیدا ہوئے، ایک عرصہ کے بعد وہ (یہودی شخص جو عورت بن گیا تھا جس سے رئیس آدمی نے شادی کی) نہر پر نہانے گیا، جب باہر نکلا تو وہ مرد بن چکا تھا، اور پہلی والی جگہ پر تھا اور کپڑے بھی موجود تھے، وہ جلدی سے کپڑے پہن کر گھر گیا تو دیکھا کہ مچھلی اسی طرح رکھی ہوئی ہے، اور بیوی اسی طرح کام کر رہی ہے، اور بیوی نے خاوند کو دیکھ کر کہا کہ آپ اتنی جلدی آگئے ابھی تو میں نے کام ہی ختم نہیں کیا''۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جا سکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

روایت نمبر: (۲۵)

نبی اکرم ﷺ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سوتے وقت پانچ ہدایات

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: سوتے وقت پانچ کام کرکے سویا کرو:

(۱) چار ہزار صدقہ کرکے (۲) ایک قرآن پاک پڑھ کے (۱) جنت کی قیمت ادا کرکے (۴) دو لڑنے والوں میں صلح کرواکر (۵) ایک حج کرکے (یعنی یہ پانچ کام کرکے سویا کرو)، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کام اتنے تھوڑے وقت میں کون کرسکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: چار مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھنا، ثواب میں چار ہزار دینار صدقہ کرنے کے برابر ہے، تین مرتبہ ”قل ھو اللہ احد“ پڑھنا، ثواب میں ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے، تین مرتبہ دورد شریف پڑھنا، ثواب میں جنت کی قیمت اداکرنے کے برابر ہے، دس مرتبہ استغفار پڑھنا، ثواب میں دو لڑنے والوں میں صلح کرانے کے برابر ہے، چار مرتبہ تیسرا کلمہ پڑھنا، ثواب میں ایک حج کرنے کے برابر ہے“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں ملی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

روایت نمبر:(۲۶)

مذاق شیطان کی طرف سے ایک ڈھیل ہے

روایت: ”المزاح استدراج من الشیطان“. ”مذاق کرنا، شیطان کی طرف سے ایک ڈھیل ہے (یعنی مذاق کے راستے سے شیطان انسان کو شکار کرلیتا ہے)“۔

مذکورہ روایت کو علامہ ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ (۲۰۸ ھ - ۲۸۱ ھ) نے ”الصمت وآداب اللسان“[1] میں حسن بن حیی (۱۰۰ھ - ۱۶۹ھ) کے مقولے کے طور پر ذکر کیا ہے، آپ لکھتے ہیں:

”بلغني عن الحسن بن حيي رحمه الله قال: المزاح استدراج من الشيطان واختداع من الهوى“. مجھے حسن بن حیی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات پہنچی ہے: ”مذاق شیطان کی طرف سے ڈھیل ہے (جس سے وہ رفتہ رفتہ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے) اور نفس کا دھوکہ ہے“۔

روایت کا حکم

حافظ ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق مذکورہ جملہ حسن بن حیی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۰ ھ - ۱۶۹ ھ) کا ایک قول ہے، چنانچہ مذکورہ مقولہ کو حسن بن حیی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرکے بیان کرنا درست ہے، البتہ مرفوعاً یہ کلام نہیں مل سکا، اس لئے اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب انتساب کرکے بیان کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو۔

---

[1] الصمت وآداب اللسان: ص: ۲۱۲، ت: أبو إسحاق الحويني، دار الكتاب العربي — بيروت، ط: ۱٤۱۰ھـ.

روایت نمبر:(۲۷)

جو شخص علم حاصل کرتے ہوئے مر گیا، اسے بے جوڑ موتی کا محل ملے گا

روایت: ''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے نکلا اور راستے میں مر گیا، تو اسے جنت میں اس کے راستے جتنا طویل و عریض بے جوڑ موتی کا محل ملے گا''۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
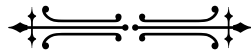
روایت نمبر: (۲۸)

تکبیرِ اولیٰ دنیا ومافیہا سے بہتر ہے

روایت: "نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تکبیرِ اولی دنیا ومافیہا سے بہتر ہے"۔

مذکورہ روایت کو علامہ علاؤ الدین کاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے "بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع"[1] میں مرفوعاً بلا سند اس طرح سے ذکر کی ہے:

"قال النبي صلى الله عليه وسلم: تكبيرة الافتتاح خير من الدنيا وما فيها"۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تکبیرِ اولیٰ دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں ملی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

اہم فائدہ

واضح رہے کہ صحیح روایت کے مطابق فجر کی دو رکعتیں دنیا مافیہا سے بہتر ہیں، چنانچہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنی "صحیح"[2] میں لکھتے ہیں:

"حدثنا محمد بن عبيد الغُبَرِي، حدثنا أبو عَوَانَة، عن قتادة، عن زرارة بن أوفى، عن سعد بن هشام، عن عائشة، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ركعتا الفجر خير من الدنيا وما فيها"۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: فجر کی دو رکعت دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے۔

---

[1] بدائع الصنائع: ۲۸٦/۱، دار الكتب العلمية — بيروت، ط: ١٤٠٦هـ.

[2] الصحيح لمسلم: ص: ۲۸٦، رقم: ۷۲۵، ت: محمد فؤاد عبد الباقي، بيت الأفكار الدولية — الرياض، ط: ١٤١٩هـ.

روایت نمبر: (۲۹)

ایک عورت کا آپ ﷺ پر کچرا پھینکنا اور راستے میں کانٹے بچھانا

روایت: ایک عورت آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھا دیتی تھی اور جب آپ ﷺ گزرتے تو آپ ﷺ پر کچرا پھینکتی تھی، ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ اس جگہ سے گذرے تو وہاں کانٹے نہیں تھے، آپ ﷺ کو تعجب ہوا، آپ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں ایک عورت مجھ پر کچرا پھینکتی تھی وہ کہاں ہے، آج اس نے کچرا نہیں پھینکا؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ بیمار ہے، آپ ﷺ اس کی عیادت کرنے اس کے گھر گئے اور اس کی خیریت دریافت کی، اس عورت نے جب آپ ﷺ کے یہ اخلاق دیکھے تو بہت متأثر ہوئی، اور بالآخر مسلمان ہوگئی۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
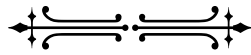
روایت نمبر:(۳۰)

ایک ضعیفہ کا آپ ﷺ کا اخلاق سے متاثر ہو کر ایمان لانا

واقعہ: ”مکہ مکرمہ میں ایک بوڑھی عورت رہتی تھی اس نے سنا کہ بنی ہاشم کے گھر میں ایک شخص نے نبوت کا دعوی کیا ہے، اور وہ ایسا جادو گر ہے کہ لوگوں کو ان کے آباء و اجداد کے دین سے پھیر دیتا ہے، اس نے جب یہ چرچا بہت زیادہ سنا تو ایک دن سوچا کہ میں مکہ سے کہیں دور جا کر رہائش اختیار کرلوں، تاکہ کہیں میں بھی اپنے آباء کے دین سے نہ پھر جاؤں، اس نے اپنا سامان باندھا اور گھر سے نکل پڑی، سامان وزنی تھا اسے اٹھانے میں مشکل ہو رہی تھی، آپ ﷺ اس راستے سے گذر رہے تھے، آپ ﷺ نے جب ایک بوڑھی کو سامان اٹھاتے دیکھا تو آگے بڑھے اور اس کا سامان اٹھالیا اور اس سے پوچھا کہ کہاں جانا ہے؟ اس نے کہا: جنگل میں لے چلو، وہاں جا کر اس نے ایک جگہ اپنا سامان رکھوایا، آپ ﷺ نے اس پوچھا کہ وہ اس جنگل میں کیا کرنے آئی ہے؟ اس نے ساری بات بتادی، آپ ﷺ نے اس کہا کہ وہ نبی میں ہی ہوں، بوڑھی عورت آپ ﷺ کے اخلاق دیکھ کر حیران ہوئی اور سوچنے لگی کہ اتنے عمدہ اخلاق والا شخص جادو گر کیسے ہو سکتا ہے اور وہ مسلمان ہو گئی“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ واقعہ سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکا، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جا سکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

روایت نمبر:(۳۱)

آپ ﷺ کا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ کہنا: جو میرا کام ہے وہ تمہارا کام ہے

روایت: ”حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب ایمان لے آئے تو آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہا: اے اللہ کے رسول! اب میرا کیا کام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو میرا کام ہے وہ ہی تمہارا کام ہے (یعنی کلمہ کی دعوت دو)“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں ملی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

اہم فائدہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانے کے بعد لوگوں کو دعوت دینا اس روایت سے معلوم ہوتا ہے، جسے فضائل کے باب میں بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے:

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ”دلائل النبوۃ“[1] میں روایت نقل کرتے ہیں:

”وأخبرنا أبو عبد الله الحافظ قال: حدثنا أبو العباس هو الأصم، قال: حدثنا أحمد بن عبد الجبار، قال: حدثنا يونس بن بكير، عن ابن إسحاق قال: كان أول من اتبع رسول الله صلى الله عليه وسلم

[1] دلائل النبوة: باب من تقدم إسلامه من الصحابة، ٢/ ١٦٥، ت: عبد المعطي قلعجي، دارالكتب العلمية-بيروت، ط:١٤٠٨هـ.

خديجة بنت خويلد زوجته، ثم كان أول ذكر آمن به علي بن أبي طالب، وهو يومئذ ابن عشر سنين، ثم زيد بن حارثة، ثم أبو بكر الصديق، فلما أسلم أبو بكر أظهر إسلامه ودعا إلى الله ورسوله، وكان أبو بكر رجلا مألفا لقومه محببا سهلا، وكان أنسب قريش لقريش، وأعلم قريش بما كان فيها من خير وشر، وكان رجلا تاجرا ذا خلق ومعروف، وكان جل قومه يأتونه ويألفونه لغير واحد من الأمر لعلمه وتجارته وحسن مجالسته، فجعل يدعو إلى الإسلام من وثق به من قومه، من يغشاه ويجلس إليه.

فأسلم على يديه فيما بلغني: الزبير بن العوام، وعثمان بن عفان، وطلحة بن عبيد الله، وسعد، وعبد الرحمن بن عوف، فانطلقوا حتى أتوا رسول الله صلى الله عليه وسلم ومعهم أبو بكر، فعرض عليهم الإسلام، وقرأ عليهم القرآن، وأنبأهم بحق الإسلام، وبما وعدهم الله من الكرامة فآمنوا وأصبحوا مقرين بحق الإسلام، فكان هؤلاء النفر الثمانية الذين سبقوا إلى الإسلام، فصلوا وصدقوا رسول الله صلى الله عليه وسلم وآمنوا بما جاء من عند الله".

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر سب سے پہلے آپ کی زوجہ محترمہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ایمان لائیں، پھر مردوں میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ایمان لائے جبکہ وہ دس سال کے تھے، پھر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے، جب ابو بکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو انہوں نے اپنے اسلام کو ظاہر کیا اور اللہ ورسول کی طرف لوگوں کو بلایا، ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے ملجاوماوی، ان سے محبت کرنے والے، نرم مزاج، اور قریش کے نسب کو بہت جاننے والے تھے، ان کے اچھے برے کو جاننے والے تھے، آپ ایک تاجر، اچھے اخلاق وبھلائی کے

حامل شخص تھے، ان کی قوم کے بہت سے لوگ ان کے پاس آتے تھے اور بہت سے معاملات میں ان کی تجارت، اچھی بیٹھک کی وجہ سے ان سے الفت رکھتے تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی قوم میں سے جس پر بھروسہ ہوتا انہیں اسلام کی طرف بلاتے، جو ان کے پاس کثرت آتے اور ساتھ بیٹھتے تھے۔

(راوی کہتے ہیں) مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ان کے ہاتھ پر یہ لوگ اسلام لائے ہیں: زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ، سعد رضی اللہ عنہ اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ، یہ لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے قرآن پڑھا، ان پر اسلام پیش کیا، انہیں اسلام کی حقانیت کی خبر دی، اور انہیں بتایا کہ اللہ نے ان سے شرف وکرامت کا وعدہ کرر کھا ہے، یہ لوگ ایمان لے آئے اور اسلام کی حقانیت کا اقرار کرنے والے ہوگئے، یہ آٹھ افراد کی جماعت تھی جنہوں نے اسلام لانے میں سبقت کی، انہوں نے نماز ادا کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی، اور جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے لائے تھے اس پر ایمان لے آئے۔
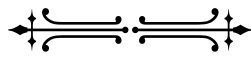
روایت نمبر: (۳۲)

تمام تر دین، ادب ہے

روایت: ''نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ''الدين كله أدب''. تمام تر دین، ادب ہے''۔

روایات کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایات سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

تنبیہ: مذکورہ قول ''الدين كله أدب''. اگر ائمہ میں سے کسی کا قول ہو تو ہم نے اس سے تعرض نہیں کیا۔ ہماری تحقیق مذکورہ جملہ بحیثیت حدیث نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے تناظر میں ہے۔
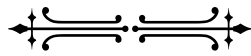
روایت نمبر:(۴۲)

آپ ﷺ کا طبیب کو یہ فرمانا: ہم ایسی قوم ہیں جو سخت بھوک کے علاوہ نہیں کھاتے، اور جب کھاتے ہیں تو پیٹ بھر کر نہیں کھاتے

روایت: ”نبی اکرم ﷺ کے عہد میں مدینہ طیبہ میں ایک طبیب آیا، اس نے آپ ﷺ کی اجازت سے وہاں اپنا مطب کھولا، کئی دن ہو گئے اور کوئی بھی اس کے پاس علاج کے لئے نہیں آیا، اس طبیب نے کسی سے اس بات کی شکایت کی اور اس کی وجہ پوچھی تو طبیب سے کہا گیا: ہم ایسی قوم ہیں جو سخت بھوک کے علاوہ نہیں کھاتے، اور جب کھاتے ہیں تو پیٹ بھر کر نہیں کھاتے، اس طبیب نے یہ بات سن کہا: ایسی قوم کبھی بیمار نہیں ہو گی، اور وہاں سے چلا گیا“۔

مذکورہ روایت ہمیں تلاش کے باوجود سنداً کہیں نہیں مل سکی، البتہ علامہ علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ہم معنی ایک روایت ”السیرۃ الحلبیۃ“[1] میں مرفوعاً بلا سند اس طرح لکھی ہے:

”وقد قال بعضهم: إن المَقُوقِس أرسل مع الهدية طبيبا، فقال له النبي: ارجع إلى أهلك، نحن قوم لا نأكل حتى نجوع، وإذا أكلنا لا نشبع“.

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ مَقُوقِس نے آپ ﷺ کے پاس ہدایا کے ساتھ ایک طبیب بھی بھیجا، نبی ﷺ نے اس سے کہا: اپنے اہل کی طرف لوٹ جا، کیونکہ ہم ایک ایسی قوم ہیں جو سخت بھوک میں کھاتے ہیں، اور جب کھاتے ہیں تو پیٹ بھر کر نہیں کھاتے۔

---

[1] السيرة الحلبية: ۳/ ۳٤٨، المطبعة العامره الزاهرة – مصر، ط: ۱۲۹۲ھـ.

روایات کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ دونوں روایات سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکیں، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
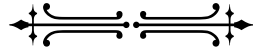
روایت نمبر:(۳۴)

بیل کے سینگ ہلنے سے زمین میں زلزلہ آجاتا ہے

روایت: ”زمین ایک چٹان پر رکھی ہوئی ہے اور وہ چٹان بیل کے سینگ پر ہے، جب بیل اپنے سینگ کو حرکت دیتا ہے تو زمین ہلتی ہے اس سے زلزلہ آجاتا ہے“۔

مذکورہ روایت ہمیں سنداً کہیں نہیں مل سکی، البتہ علامہ ابن قیم جوزیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ”المنار المنیف في الصحیح و الضعیف“[1] میں بلاسند اس طرح ذکر کیا ہے:

”ومن هذا حديث: إن الأرض على صخرة، والصخرة على قرن ثور، فإذاحرك الثور قرنه تحركت الصخرة، فتحركت الأرض، وهي الزلزلة“.

ان [من گھڑت روایات] میں سے ایک یہ روایت ہے کہ زمین ایک چٹان پر رکھی ہے اور وہ چٹان ایک بیل کے سینگ پر ہے، جب بیل اپنے سینگ کو حرکت دیتا ہے تو چٹان حرکت کرتی ہے، (اس کی وجہ سے) زمین حرکت کرتی ہے اور یہی زلزلہ ہے۔

روایت پر ائمہ کا کلام

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: ”والعجب من مسود كتبه بهذه الهَذَيَانَات“. تعجب ہے اس شخص پر جس نے اپنی کتابوں میں یہ فضولیات لکھیں ہیں۔

علامہ قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”موضوع، لكن أخرج نحوه ابن أبي الدنيا وأبو الشيخ من قول ابن عباس“.[2] یہ من گھڑت ہے، البتہ اس

[1] المنار المنيف:ص:٧٨، ت: عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية – حلب، ط:١٤٠٣هـ .
[2] اللؤلؤ المرصوع:ص:٥٢ ،ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية – بيروت، ط:١٤١٥هـ .

اس حدیث کے ہم معنی ایک دوسری روایت مرفوعاً دوسندوں سے منقول ہے، جسے ذیل میں لکھا جارہا ہے:

① اسے امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے مرفوعاً عن ابن عمر رضی اللہ عنہ تخریج کیا ہے، جس میں یہ ہے کہ زمین پانی پر ہے، پانی ایک سبز چٹان پر ہے، سبز چٹان ایک ایسی مچھلی کے پیٹھ پر ہے جس کے دونوں کنارے عرش کو چھو رہے ہیں، اور یہ مچھلی ہوا میں موجود ایک فرشتے کے کندھے پر ہے، ملاحظہ ہو: "وحدثنا عبد الله بن أحمد، حدثنا أبو اليمان، حدثنا سعيد بن سِنَان، عن أبي الزاهرية، عن كثير بن مُرَّة، عن ابن عمر قال: سئل النبي صلى الله عليه وسلم فقيل: أرأيت الأرض على ما هي؟ فقال: الأرض على الماء، فقيل: الماء على ما هو؟ فقال: على صخرة خضراء، فقيل: الصخرة على ما هي؟ قال: على ظهر حوت يلتقي طرفاه بالعرش، قيل: فالحوت على ما هو؟ فقال: على كاهل ملك قدماه في الهواء". (مسند البزار: ۱۷/۳، رقم: ۵۱۸۲)

امام بزار رحمۃ اللہ علیہ سند میں موجود راوی سعید بن سِنَان کی مرویات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "وأحاديث سعيد بن سِنَان، عن أبي الزاهرية، عن ابن عمر إنما كتبت لحسن كلامهما، ولا نعلم شاركه في أكثرها غيره، وسعيد ليس بالحافظ، وهو شامي قد حدث عنه الناس على سوء حفظه، واحتملوا حديثه ...".

حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ امام بزار رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "رواه البزار عن شيخه عبد الله بن أحمد - يعني ابن شبيب - وهو ضعيف". (مجمع الزوائد: ۲٤۰/۸، رقم: ۱۳۳٦۳)

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے سند میں موجود ابو مہدی سعید بن سنان کندی کے ترجمہ میں اسے "منكر الحديث" کہنے کے بعد یہ روایت تخریج کی ہے۔ (المجروحين: ۳۲۲/۱)

حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نقل روایت کے بعد لکھتے ہیں: "وسعيد متروك الحديث". (ذخيرة الحفاظ: ٦٥٤/۲، رقم: ۱۱٤۹)

ابو مہدی سعید بن سنان کندی (المتوفی ۱٦۸ھ) کے بارے میں ائمہ کے اقوال ملاحظہ ہو:

"وقال الجوزجاني: قلت ليحيى: عفير بن معدان تضمه إليه؟ قال: هو قريب منه، وقال البزار في كتاب السنن: سيئ الحفظ، وفي كتاب المروزي عن أحمد: ليس بشيء، ولما ذكر ابن الجوزي في الموضوعات [حديث] من أشراط الساعة لبس المشهور، قال: قال العقيلي: لا يعرف هذا الحديث إلا بأبي المهدي [يعني سعيد بن سِنَان] ولا يتابع عليه [تم كلام ابن الجوزي]، وقال أبو حاتم: يروي عن أبي الزاهرية عن كثير بن مرة عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم نحوا من ثلاثين حديثا منكرة، وقال النسائي: لا يكتب حديثه، وسئل أبو زرعة عنه فأومأ بيده أنه ضعيف، وقال الدُوْرِي عن يحيى: متروك الحديث، وقال الساجي: منكر الحديث، وذكره أبو العرب وابن السكن والعقيلي والبلخي وابن شاهين في جملة الضعفاء، وقال أبو عبد الرحمن السلمي: وسألته- يعني- الدارقطني عن سعيد بن سنان؟ فقال: هما اثنان أبو مهدي حمصي يضع الحديث، وأبو سنان كوفي سكن الري من الثقات، وقال مسلم بن الحجاج في كتاب الكنى: منكر الحديث، وقال أبو أحمد الحاكم: حديثه ليس بالقائم، وقال ابن الجارود: ليس بثقة، وفي كتاب الصَرِيْفِيْنِي عن الدارقطني في رواية: هو ثقة، وفي كتاب ابن الجوزي عن يحيى: ليس بشيء، أحاديثه بواطيل، وقال ابن حبان: مات سنة ثمان وستين ومائة، وهو منكر الحديث، لا يعجبني الاحتجاج بخبره إذا انفرد، وكان يحيى بن معين سيئ الرأي فيه، ونسخته أكثرها مقلوب لا يحل ذكرها في الكتب إلا على سبيل القدح في ناقلها". (إكمال تهذيب الكمال: ۲۱۰/۵)

واضح رہے کہ اس روایت کو نقل کرنے میں سعید بن سنان متفرد ہے، نیز مضمون کی نکارت بھی واضح ہے، اور ان کے بارے میں

شدید جرح بھی موجود ہے، اس لئے اس روایت کا ضعفِ شدید سے خالی رہنا مشکل ہے۔ واللہ اعلم۔

④ حافظ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مرفوعاً یہی روایت ایک دوسری سند سے تخریج کی ہے، ملاحظہ ہو: "أخبرنا عبد الله بن الحسين النيسابوري، قال: حدثنا محمد بن إدريس الرازي، قال: حدثنا حرملة بن يحيى، قال: حدثنا عبد الله بن وهب، قال: حدثنا عبد الله بن عيَّاش بن عباس، قال: حدثنا عبد الله بن سليمان الطويل، عن دَرَّاج، عن عيسى بن هلال الصَدَفِي، عن عبد الله بن عمر [كذا في الأصل] قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الأرضين بين كل أرض والتي تليها مسيرة خمس مائة عام ...[كذا في الأصل] منها على ظهر حوت، قد التقى طرفاه في السماء، والحوت على صخرة والصخرة بيد ملك". (التوحيد: ۱۸٦/۱، رقم:٦٣)

حافظ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ تخریج کے بعد لکھتے ہیں: "هذا إسناد متصل مشهور عند المصريين، وعيسى بن هلال روى عنه كعب بن علقمة، وعيَّاش بن عباس، وعبد الله بن سليمان وعبد الله بن عياش مشهوران، ودرَّاج هو ابن سمعان، اسمه عبد الرحمن بن أبي عمر، وابن جَزْء الزُبَيْدِي روى عنه عمرو بن الحارث والليث وجماعة قاله لي أبو سعيد بن يونس بن عبد الأعلى".

حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہی روایت مفصلاً تخریج کی ہے، نیز دونوں سندوں میں ظاہری اضطراب بھی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے، ملاحظہ ہو: "حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، ثنا بحر بن نصر، ثنا عبد الله بن وهب، أخبرني عبد الله بن عباس، حدثني عبد الله بن سليمان، عن درَّاج، عن أبي الهيثم، عن عيسى بن هلال الصَدَفِي، عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما [كذا في الأصل] قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن الأرضين بين كل أرض إلى التي تليها مسيرة خمسمائة سنة، فالعليا منها على ظهر حوت، قد التقى طرفاهما في سماء، والحوت على ظهره على صخرة، والصخرة بيد ملك، والثانية مسخر الريح، فلما أراد الله أن يهلك عادا أمر خازن الريح أن يرسل عليهم ريحا تهلك عادا، قال: يا رب! أرسل عليهم الريح قدر مَنْخَر الثور، فقال له الجبار تبارك وتعالى: إذا تكفي الأرض ومن عليها، ولكن أرسل عليهم بقدر خاتم، وهي التي قال الله عز وجل في كتابه العزيز: ﴿مَا تَذَرُ مِن شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيمِ﴾ [الذاريات: ٤٢]، والثالثة فيها حجارة جهنم، والرابعة فيها كِبْرِيت جهنم ، قالوا: يا رسول الله! أللنار كبريت؟ قال: نعم، والذي نفسي بيده إن فيها لأودية من كبريت، لو أرسل فيها الجبال الرواسي لَمَاعَتْ، والخامسة فيها حيَّات جهنم، إن أفواهها كالأودية، تَلْسَع الكافر اللَسْعَةَ فلا يبقى منه لحم على عظم، والسادسة فيها عقارب جهنم، إن أدنى عقربة منها كالبغال المُؤكَفَة، تضرب الكافر ضربة تُنْسِيْه ضربتها حر جهنم، والسابعة سَقَر، وفيها إبليس مُصَفَّد بالحديد، يدٌ أمامه ويدٌ خلفه، فإذا أراد الله أن يطلقه لما يشاء من عباده أطلقه".(مستدرك: ٥٩٤/٤)

حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ تخریج کے بعد لکھتے ہیں: "هذا حديث تفرد به أبو السَمْح، عن عيسى بن هلال، وقد ذكرت فيما تقدم عدالته بنص الإمام يحيى بن معين رضي الله عنه، والحديث صحيح ولم يخرجاه".

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کا تعاقب کرتے ہوئے اس روایت کو منکر کہا ہے: "بل منكر، وعبد الله بن عباس القِتْبَاني ضعفه أبو داؤد، وعند مسلم أنه ثقة، ودرَّاج كثير المناكير". (مستدرك: ٥٩٤/٤)

حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کرنے کے بعد روایت کے مرفوع ہونے کو غلط قرار دیتے ہیں، اور کہا ہے کہ یہی کلام عطاء بن یسار نے کعب سے نقل کیا ہے، ملاحظہ ہو: "قلت: رفعه منكر جدا، ولعله

جیسی روایت کو ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ اور ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے طور پر نقل کیا ہے"۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت کو علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ نے من گھڑت کہا ہے، چنانچہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔
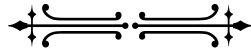
موقوف، وغلط بعضهم فرفعه، وروى عطاء بن يسار عن كعب من قوله نحو هذا الكلام أيضا". (روائع التفسير: ١٠٢/١)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے یہ روایت حضرت کعب سے نقل کی، پھر اسے بسند درّاج مرفوعاً ذکر کرنے کے بعد روایت کے مرفوع ہونے کو قابل نظر قرار دیا ہے، ملاحظہ فرمائیں: "هذا حديث غريب جدا، ورفعه فيه نظر". (تفسير ابن كثير: طه: الآية ١۔٨)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ، حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کے بعد لکھتے ہیں: "وهو حديث منكر كما قال الذهبي، لا يعول عليه أصلا، فلا تغر بتصحيح الحاكم". یہ منکر حدیث ہے جیسا کہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے، اس روایت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا آپ حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے روایت کو صحیح کہنے سے دھوکہ نہ کھائیں۔ (روح المعاني: سورة التغابن ١٤٣/٢٨)

خلاصہ یہ کہ یہ روایت مرفوعاً اس سند سے بھی منکر، شدید ضعیف ہے، نیز حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا کہ اس کا مرفوع ہونا درست نہیں ہے، اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کے متن کے مثل تفصیلی روایت عطاء بن یسار نے حضرت کعب سے نقل کی ہے، جیسا کہ حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے، نیز علامہ قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کو موضوع کہنے کے بعد کہا ہے کہ اس جیسی روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے طور پر بھی منقول ہے، اور یہی حاصل کلام ہے کہ یہ روایت ان ائمہ کے اقوال کی روشنی میں مرفوعاً درست نہیں ہے، یہ بھی واضح رہے کہ سابقہ تحقیق ضمناً لکھی گئی ہے، اس لئے اس میں اجمالی طرز اختیار کیا گیا ہے، واللہ اعلم۔

روایت نمبر:(۳۵)

سلیمان علیہ السلام نے مخلوقات کی ضیافت کے لئے کھانا تیار کیا جسے ایک ہی مچھلی کھا گئی

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ نے ”نفحة العرب“[1] میں مذکورہ روایت کو عبدالرحمن بن سلام المقرئ کے حوالے سے اس طرح ذکر کیا ہے:

”نقل الشيخ عبدالرحمن بن سلام المقرئ في كتاب العقائد أن سليمان لما رأى أن الله أوسع له الدنيا، وصارت بيده، قال: إلهي! لو أذنت لي أن أطعم جميع المخلوقات سنة كاملة، فأوحى الله إليه أنك لن تقدر على ذلك، فقال: إلهي! أسبوعا، فقال الله تعالى: لن تقدر، فقال: إلهي! يوما واحدا، فقال تعالى: لن تقدر، فقال: إلهي! ولو يوما واحدا فأذن الله تعالى له في ذلك.

فأمر سليمان الجن والإنس بان يأتوا بجميع ما في الأرض من أبقاروأغنام ومن جميع مايؤكل من أجناس الحيوان من طيروغيرذلك، فلماجمعوا ذلك اصطنعوا له القدور الراسيات، ثم ذبح ذلك وطبخه وأمرالريح أن تهب على الطعام لئلايفسد، ثم مدّ ذلك الطعام في البرية، فكان طول ذلك السِمَاط مسيرة شهروعرضه مثل ذلك، ثم أوحى الله تعالى إليه يا سليمان! بمن تبتدئ من المخلوقات، فقال سليمان: أبتدئ بدواب البحر.

فأمرالله حوتا من البحر المحيط أن يأكل من ضيافة سليمان،

---

[1] نفحة العرب:ص:۱۱۰، ميرمحمد كتب خانه ـ كراتشي .

فرفع ذلك الحوت راسه، وقال: يا سليمان ! سمعت أنك فتحت بابا للضيافة، وقد جعلت ضيافتي في هذا اليوم، فقال سليمان: دونك والطعام، فتقدم ذلك الحوت وأكل من أول السماط، فلم يزل يأكل حتى أتى إلى آخره في لحظة، ثم نادى أطعمني ياسليمان! وأشبعني، فقال سليمان: أكلت الجميع وما شبعت، فقال الحوت: هكذا يكون جواب أصحاب الضيافة للضيف؟ اعلم ياسليمان! إن لي في كل يوم مثل ماصنعت ثلاث مرات، وأنت كنت السبب في منع راتبتي في هذااليوم، وقد قصرت في حقي، فعند ذلك خر سليمان ساجدا لله تعالى وقال: سبحان المتكفل بأرزاق الخلائق من حيث لايعلمون".

ترجمہ: شیخ عبد الرحمن بن سلام مقریؒ کتاب "العقائد" میں نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ دیکھا کہ اللہ تعالی نے ان کو دنیا میں وسعت دی ہے اور تمام چیزیں ان کے قبضے میں آگئی ہیں، توانہوں نے کہا: اے میرے رب! اگر تو اجازت دے تو میں تیری تمام مخلوقات کو ایک سال تک کھانا کھلاؤں ؟اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ آپ اس کی قدرت نہیں رکھتے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! ایک ہفتہ کی، اللہ تعالیٰ نے کہا: آپ اس کی بھی طاقت نہیں رکھتے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب ! ایک دن کی، اللہ تعالی نے کہا: آپ اس کی بھی طاقت نہیں رکھتے، سلیمان علیہ السلام نے کہا: ایک وقت کے کھانے کی، اللہ تعالی نے اس کی اجازت دے دی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے انسان وجنات کو حکم دیا کہ زمین میں جتنی گائے اور بکریاں ہیں انہیں لے آؤ، اور وہ حیوان اور پرندے جو کھائے جاتے ہیں انہیں بھی لے آؤ، جب یہ تمام چیزیں جمع ہو گئیں تو ان کے لئے زمین میں

گھڑی ہوئی ہانڈیاں تیار کیں، پھر ان تمام جانوروں کو ذبح کر کے انہیں پکایا اور ہوا کو حکم دیا کہ کھانے پر چلو تاکہ کھانا خراب نہ ہو جائے، پھر اس کھانے کو ایک میدان میں بچھا دیا، اس دستر خوان کا طول و عرض ایک مہینہ کی مسافت کے بقدر تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ کون سی مخلوق سے ابتداء کرو گے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: میں سمندری جانوروں سے ابتداء کروں گا، اللہ تعالیٰ نے ایک بڑے سمندر کی ایک مچھلی کو حکم دیا کہ وہ سلیمان کی ضیافت میں سے کھائے، اس مچھلی نے اپنا سر باہر نکالا اور کہا: اے سلیمان! میں نے سنا ہے کہ آپ نے ضیافت کا دروازہ کھولا ہے اور آج کے دن میری ضیافت کی ہے؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: لے کھا، وہ مچھلی آگے بڑھی اور دستر خوان کی ابتداء سے کھانا شروع کیا اور کچھ ہی دیر میں آخر تک سارا کھانا کھا گئی، پھر اس نے آواز دی اے سلیمان! میرا پیٹ بھرو، حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: تو سب کچھ کھا گئی اور تیرا پیٹ نہیں بھرا، مچھلی نے کہا: کیا میزبان اس طرح اپنے مہمان کو جواب دیتا ہے؟ جان لے اے سلیمان! جو کچھ تو نے تیار کیا اس کا تین گنا میری یومیہ خوراک ہے، اور آج تو میرے وظیفے میں رکاوٹ بن گیا اور میری حق تلفی کی ہے، اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام سجدے میں گر گئے اور کہا: پاک ہے وہ ذات جو مخلوق کو ایسی جگہ سے روزی دینے کی کفیل ہے، جسے مخلوق جانتی بھی نہیں ہے۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت مرفوعاً سند کے ساتھ ہمیں کہیں نہیں مل سکی، چنانچہ اس روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، البتہ اسے اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
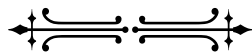
روایت نمبر:(۳۶)

دین کے بارے میں ایک گھڑی فکر کرنا دنیاو مافیہا سے بہتر ہے

روایت: نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: دین کے بارے میں ایک گھڑی فکر کرنا دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

اہم فائدہ

روایت: ”ایک گھڑی کا غور وفکر ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے“، کی تحقیق حصہ اول میں گذر چکی ہے۔
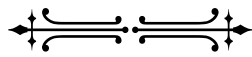
روایت نمبر: (۴۷)

جس نے عالم کی توہین کی اس نے اللہ کی توہین کی

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے عالم کی توہین کی اس نے علم کی توہین کی، جس نے علم کی توہین کی اس نے نبی کی توہین کی، جس نے نبی کی توہین کی اس نے جبرائیل کی توہین کی، اور جس نے جبرائیل کی توہین کی اس نے اللہ تعالی کی توہین کی“۔

علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایت ”التفسیر الکبیر“[1] میں بلاسند اس طرح لکھی ہے:

”قال عليه السلام: من اغبرت قدماه في طلب العلم، حرم الله جسده على النار، واستغفر له ملكاه، وإن مات في طلبه مات شهيدا، وكان قبره روضة من رياض الجنة، ويوسع له في قبره مد بصره، وينور على جيرانه أربعين قبرا عن يمينه. وأربعين قبرا عن يساره، وأربعين عن خلفه، وأربعين أمامه، ونوم العالم عبادة، ومذاكرته تسبيح، ونفسه صدقة، وكل قطرة نزلت من عينيه تطفىء بحرا من جهنم، فمن أهان العالم فقد أهان العلم، ومن أهان العلم فقد أهان النبي، ومن أهان النبي فقد أهان جبريل، ومن أهان جبريل أهان الله، ومن أهان الله أهانه الله يوم القيامة“.

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے قدم طلبِ علم میں غبار آلود ہوئے اللہ اس کے جسم پر آگ کو حرام کردے گا، اور اس کے دونوں فرشتے اس کے لئے بخشش مانگتے ہیں، اور اگر وہ علم حاصل کرتے ہوئے مر گیا تو وہ شہید

[1] التفسير الكبير: ٢٠٦/٢، دار الفكر - بيروت، ط:١٤٠١هـ.

مرے گا، اور اس کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہو گی، اور اس کی قبر کو تاحدِ نگاہ وسیع کر دیا جائے گا، اس کے قرب وجوار کی دائیں جانب کی چالیس قبروں تک، بائیں جانب کی چالیس قبروں تک، پیچھے کی جانب چالیس قبروں تک، آگے کی جانب کی چالیس قبروں تک نور ہی نور ہو گا، عالم کا سونا عبادت ہے اور اس کا مذاکرہ کرنا تسبیح ہے اور اس کا سانس لینا صدقہ ہے، اور ہر وہ قطرہ جو اس کی آنکھ سے نکلے جہنم کی آگ کے سمندر کو بھی بجھا دیتا ہے، جس نے عالم کی توہین کی اس نے علم کی توہین کی، جس نے علم کی توہین اس نے نبی کی توہین کی، جس نے نبی کی توہین کی اس نے جبرائیل کی توہین کی، اور جس نے جبرائیل کی توہین کی اس نے اللہ تعالی کی توہین کی، اور جس نے اللہ کی توہین کی اللہ تعالی قیامت کے دن اس کی اہانت کرے گا۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جا سکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
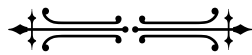
روایت نمبر:۴۸

مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے سے چالیس دن کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں

روایت: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مسجد میں دنیا کی بات کرتا ہے، اس کے چالیس (۴۰) دن کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں''۔

مذکورہ روایت ہمیں سنداً کہیں نہیں مل سکی، البتہ حافظ صغانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ''الموضوعات'' میں بلاسند اس طرح تحریر کیا ہے:

''من تكلم بكلام الدنيا في المسجد أحبط الله تعالى أعماله أربعين سنة''[1]. جو شخص مسجد میں دنیا کی بات کرتا ہے اللہ تعالی اس کے چالیس سال کے اعمال ضائع کر دیتا ہے۔

روایت پر ائمہ کا کلام

حافظ صغانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''موضوع''[2]. یہ من گھڑت ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''قال الصغاني: موضوع، وهو كذلك لأنه باطل مبنًى ومعنًى''[3]. صغانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ موضوع ہے، (ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اور یہ اسی طرح ہے، کیونکہ یہ الفاظ و معنی کے اعتبار سے باطل ہے۔

---

[1] المصنوع:ص:١٨٢، رقم:٣٢٨، ت:عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية- حلب، ط: ١٤١٤هـ.

[2] المصنوع:ص:١٨٢،رقم:٣٢٨، ت:عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية- حلب، ط: ١٤١٤هـ.

[3] الأسرار المرفوعة:ص:٣٢٥، رقم:٤٧٧، ت: محمد الصباغ، مؤسسة الرسالة- بيروت، ط:١٣٩١هـ .

علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ صغانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے[۱]۔
علامہ محمد بن خلیل قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "موضوع"[۲]. یہ من گھڑت ہے۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت کو حافظ صغانی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوع، باطل کہا ہے، اس لئے اس روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

---
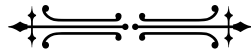
[۱] تذكرة الموضوعات:ص: ٣٦، كتب خانه مجيديه – ملتان.
[۲] اللؤلؤ المرصوع:ص:١٧٨، رقم:٤٩، ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية – بيروت، ط:١٤١٥ هـ.

روایت نمبر:(۳۹)

اللہ کے راستے میں عید گزارنے پر،
جنت میں حضور ﷺ کے ولیمہ میں شرکت

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص عید اللہ کے راستے میں گزارے گا، وہ جنت میں میرے نکاح یا ولیمہ میں شریک ہو گا“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
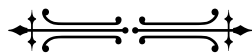
روایت نمبر:(۴۰)

سنت کی حفاظت پر چار انعام

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو میری سنت کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے چار خصلتوں سے نوازیں گے: ① نیک لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ہو گی، ② فاجر لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت ہو گی، ③ اس کے رزق میں برکت ہو گی، ④ دین میں معتبر سمجھا جائے گا / اسے ایمان پر موت آئے گی“۔

مذکورہ روایت کو علامہ ابو القاسم محمود بن احمد الفاریابی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۰۷ھ) ”خالصة الحقائق“[1] میں بلاسند اس طرح نقل فرماتے ہیں:

”وقال النبي صلى الله عليه وسلّم: من حفظ سنتي أكرمه الله تعالى بأربع خصال: المحبة في قلوب البَرَرَة، والهيبة في قلوب الفجرة، والسَعَة في الرزق، والثقة في الدين“.

ترجمہ: رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: جو میری سنت کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے چار خصلتوں سے نوازیں گے: نیک لوگوں کے دل میں اس کی محبت ہو گی، فاجر لوگوں کے دل میں اس کی ہیبت ہو گی، اس کے رزق میں برکت ہو گی، دین میں ثقہ ہو گا۔

علامہ یعقوب بن سید علی (المتوفی ۹۳۱ھ) نے ”شرح شرعة الإسلام“[2] میں اسے بحوالہ ”خالصة الحقائق“ بلاسند ذکر کیا ہے، نیز علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ”روح البیان“[3] میں بلاسند نقل کیا ہے۔

---

[1] خالصة الحقائق: ص: ١٦٧ ألف، مخطوط.

[2] شرح شرعة الاسلام: ١/٨، در سعادت – استانبول، ط: ١٣١٥ هـ.

[3] روح البيان: ٢/ ٢٣١، مطبعة عثمانية – إستنبول، ط: ١٣٣٠ هـ.

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سند اً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جا سکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
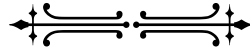
روایت نمبر:(۴۱)

داعی کے قبرستان سے گزرنے پر، مردوں سے چالیس روز تک عذاب معاف ہو جاتا ہے

روایت: ”داعی اگر قبرستان سے گزرے تو اس قبرستان سے چالیس (۴۰) روز تک مردوں سے عذاب دور کر دیا جاتا ہے“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں ملی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

اہم فائدہ

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایت کے ہم معنی ایک روایت بلاسند ”شرح العقائد النسفية“ میں اس طرح نقل کی ہے:

”قال عليه السلام: إن العالم والمتعلم إذا مرا على قرية، فإن الله تعالى يرفع العذاب عن مقبرة تلك القرية أربعين يوما“[1]۔

آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک عالم اور طالب علم جب کسی بستی سے گزرتے ہیں تو اللہ تعالی اس بستی کے قبرستان سے چالیس دن (۴۰) تک عذاب اٹھالیتے ہیں۔

مذکورہ روایت کے متعلق حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”لا أصل له“. اس کی کوئی اصل نہیں ہے، نیز ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] شرح العقائد:ص:١٥٤، میرمحمد کتب خانة –كراتشي.

کے کلام پر اکتفاء کیا ہے[1]۔

حافظ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ "الفتاوی الفقهية الكبرى"[2] میں لکھتے ہیں: "لم أر لهذا الحديث وجودا في كتب الحديث الجامعة المبسوطة ولا في غيرها، ثم رأيت الكمال بن أبي شريف صاحب الإسعاد قال: إن الحديث لا أصل له. وهو موافق لما ذكرته".

میں نے اس حدیث کو حدیث کی جامع، مفصل کتابوں میں، اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی کتاب میں پایا ہے، پھر بعد میں صاحب "اسعاد" کمال بن ابو شریف کو دیکھا، وہ فرماتے ہیں: بلا شبہ یہ حدیث بے اصل ہے۔ ان کا یہ کہنا میرے قول کے موافق ہے۔

علامہ محمد بن خلیل قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لا أصل له"[3]. اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

ذیلی روایت کا حکم

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق مذکورہ روایت بے اصل ہے، چنانچہ مذکورہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔
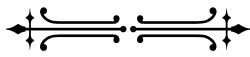
[1] الأسرار المرفوعة:ص:١٤٢، رقم:٨٠،ت: محمد الصاغ، مؤسسة الرسالة ـ بيروت، الطبعة: ١٣٩١هـ

[2] الفتاوى الفقهية الكبرى: باب الجنائز،٣٢/٢، دار الفكر – بيروت.

[3] اللؤلؤ الموصوع: ص: ٥٣، رقم: ٩٣، ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية- بيروت، ط:١٤١٥هـ.

روایت نمبر:(۴۲)

بے نمازی کی نحوست سے بچنے کے لئے گھر کے دروازے پر پردہ ڈالنا

روایت: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور فاقہ کی شکایت کی، آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے گھر کے دروازے پر پردہ ڈال دو، پردہ ڈالنے کے بعد اس شخص کی مفلسی ختم ہوگئی، جب اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے گھر کے سامنے سے ایک بے نمازی شخص گزرتا ہے اس کی نحوست کی وجہ سے اس کے گھر میں فقر وفاقہ تھا''۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
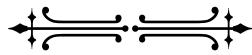
روایت نمبر: (۴۳)

بے نمازی کی چالیس گھروں تک نحوست

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے نمازی کی نحوست چالیس گھروں تک جاتی ہے: چالیس گھر دائیں جانب، چالیس گھر بائیں جانب، چالیس گھر آگے کی جانب اور چالیس گھر پیچھے کی جانب“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سند اً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
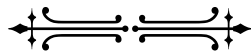
روایت نمبر:(۴۴)

پانچ نمازوں پر پانچ انعام

روایت: ”آپ ﷺ نے فرمایا: جو پانچ وقت کی نمازوں کا اہتمام کرے گا اللہ تعالی اسے پانچ انعامات سے نوازیں گے: ① رزق کی تنگی اس سے دور کر دی جائے گی، ② عذابِ قبر اس سے دور کر دیا جائے گا، ③ اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا، ④ پل صراط پر بجلی کی طرح گزر جائے گا، ⑤ بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو گا“۔

مذکورہ روایت کو علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الزواجرعن اقتراف الکبائر“[1] میں بلا سند اس طرح ذکر کیا ہے:

”قال بعضهم: وورد في الحديث: أن من حافظ على الصلاة أكرمه الله بخمس خصال: يرفع عنه ضيق العيش و عذاب القبر و يعطيه الله كتابه بيمينه و يمر على الصراط كالبرق و يدخل الجنة بغير حساب .....“.

ترجمہ: بعض حضرات کا کہنا ہے: ”حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی کرے گا اسے اللہ پانچ انعام عطاء کرے گا: رزق کی تنگی اس سے دور کر دی جائے گی، عذاب قبر اس سے ہٹا دیا جائے گا، اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا، وہ پل صراط پر بجلی کی طرح گزر جائے گا، اور جنت میں بغیر حساب کتاب کے داخل ہو گا...“۔

مذکورہ روایت کو فقیہ ابو لیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تنبیہ الغافلین“[2] میں اسی طرح بغیر سند کے ذکر کیا ہے۔

---

[1] الزواجر: ۱/ ۲۵۵، ت: محمد محمود عبدالعزیز وغیرہ، دارالحدیث – قاهرة، ط: ۱٤۲۵ هـ.

[2] تنبيه الغافلين: ص: ۲۱۲، ت: السيد العربي، مكتبة الإيمان – مصر، ط: ۱٤۱۵ هـ.

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سند اًتاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

فائدہ اول

فقیہ ابولیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایت (پانچ نماز پڑھنے پر پانچ انعام) سے متصل تارک صلاۃ پر پندرہ عذاب والے مضمون کو بھی ذکر کیا ہے، اس روایت (تارک صلاۃ پر پندرہ عذاب) کو حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے باطل وموضوع کہا ہے، فقیہ ابولیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ روایت کے ساتھ ساتھ اس پندرہ عذاب والے مضمون کو نقل کرنے سے یہ استیناس ہوتا ہے کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ وسیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام مذکورہ روایت (پانچ نماز پڑھنے پر پانچ انعام) کو بھی شامل ہو، واللہ اعلم۔

فائدہ دوم

مذکورہ روایت کے ہم معنی ایک موضوع روایت حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "ذيل اللآليء المصنوعة"[1] میں حافظ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے نقل فرمائی ہے، ملاحظہ ہو:

"الديلمي،أنبانا أبي، أنبانا إبراهيم بن الحسن بن نصر، حدثنا الوليد، حدثنا عبدالله بن علي بن محمد، حدثنا أبوعصمة محمد بن أحمد، حدثنا علي بن أحمد الأنصاري الجرجاني، أنبانا أبوياسر الأسْتَراباذِي،

[1] ذيل اللآلیء المصنوعة:ص:٢٧٩،رقم:٤٨٤،ت:زياد النقشبندي،دار ابن حزم — بيروت،ط ١٤٣٢ هـ.

حدثنا يزيد بن هارون، عن حميد عن أنس رفعه: من صلى صلاة الفجر في جماعة ولا يؤخرها، استوجب من الله عز وجل أربعة أشياء: أولها: رزقا من الحلال، وثانيها: ينجو من عذاب القبر، وثالثها: يعطى كتابه بيمينه، والرابع: يمر على الصراط كالبرق الخاطف".

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ جس شخص نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی اور اسے مؤخر نہیں کیا، اللہ تعالیٰ اسے چار چیزوں سے نوازیں گے، پہلا: اس کو رزقِ حلال عطاء ہو گا، دوسرا: وہ عذاب قبر سے محفوظ ہو گا، تیسرا: اسے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا، چوتھا: پل صراط سے بجلی کی سی تیزی سے گزر جائے گا۔

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ "تنزيه الشريعة"[1] کی فصل ثالث میں اس روایت کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

"(قلت): لم يبين علته وفي سنده جماعة لم أعرفهم، والله أعلم". میں کہتا ہوں: [حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے] اس روایت کی علت بیان نہیں کی، اور اس کی سند میں ایک جماعت ایسی ہے جسے میں نہیں جانتا، واللہ اعلم۔

تنبیہ: واضح رہے کہ روایتِ ہذا کی تحقیق اس خاص حیثیت سے پیش کی گئی ہے کہ پانچ نمازوں کی پابندی پر یہ پانچ انعامات اس ترتیب سے مرفوعاً بیان کیے جاتے ہیں، نیز اس کا حکم آپ مشاہدہ فرچکے ہیں، البتہ کسی روایت میں ان فضائل میں کسی فضیلت کا مستقل بیان کسی معتبر روایت میں ہو سکتا ہے، جو ہماری اس خاص روایت کی تحقیق کے منافی نہیں۔

---

[1] تنزيه الشريعة: كتاب الصلاة، الفصل الثالث، ۲/ ۱۱۹، رقم: ۱۱۸، ت: عبد الله محمد الصديق الغماري، دار الكتب العلمية — بيروت، ط: ۱۴۰۱ هـ.

روایت نمبر: ۴۵

جان بوجھ کر نماز چھوڑنے پر ایک حقب جہنم میں جلنا

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے یہاں تک کہ وقت گزر جائے پھر وہ قضاء پڑھ لے، اس کے باوجود وہ جہنم میں ایک حقب جلے گا، اور حقب اسی (۸۰) سال کا ہے، اس کا ہر سال تین سو ساٹھ (۳۶۰) دن کا اور ہر دن کی مقدار دنیا کے ایک ہزار (۱۰۰۰) دن کے برابر ہے“۔

مذکورہ روایت کو علامہ احمد بن عبد القادر رومی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۴۳ھ) نے ”مجالس الأبرار“[1] میں بلا سند اس طرح سے ذکر کیا ہے:

”روي أنه عليه السلام قال: من ترك صلاة حتى مضى وقتها، ثم قضي، عذب في النار حُقُبا، والحُقُب ثمانون سنة، والسنة ثلاث مائة وستون يوما، كل يوم كان مقداره ألف سنة“.

ترجمہ: روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے نماز کو چھوڑا حتی کہ اس نماز کا وقت نکل گیا، پھر اگرچہ اس نے قضاء نماز پڑھ لی، اسے جہنم میں ایک حقب عذاب دیا جائے گا، اور ایک حقب اسی (۸۰) سال کا ہو گا اور ایک سال تین سو ساٹھ (۳۶۰) دن کا، ہر دن کی مقدار ایک ہزار (۱۰۰۰) سال ہو گی۔

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر ”روح البیان“[2] میں یہی روایت بلا سند اس طرح سے ذکر کی ہے:

”قال النبي صلى الله عليه وسلم: من ترك صلاة حتى مضى وقتها عذب في النار حُقُبا، والحُقُب ثمانون سنة، كل سنة ثلاث مائة وستون يوما، كل يوم ألف سنة مما تعدون“.

---

[1] خرينة الأسرار ترجمة مجالس الأبرار: ص: ۳۲۰، مطبع مصطفائي – الهند، ط: ۱۲۸۳ هـ.

[2] روح البيان: سورة البقرة، ۱/ ۳٤، مطبعة عثمانية – إستنبول، ط: ۱۳۳۰ هـ.

آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے نماز کو چھوڑا حتی کہ اس نماز کا وقت نکل گیا اسے جہنم میں ایک حقب عذاب دیا جائے گا، اور ایک حقب اسی (۸۰) سال کا ہو گا، اور ایک سال تین سو ساٹھ (۳۶۰) دن کا، ہر دن کی مقدار ایک ہزار (۱۰۰۰) سال ہو گی جو تم شمار کرتے ہو [یعنی دنیا کے ایک ہزار دن کے برابر]۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت انہی الفاظ کے ساتھ سند اًتاحال ہمیں کہیں نہیں ملی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جا سکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

فائدہ: فرض نماز کو جان بوجھ کر چھوڑنے پر احادیث میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں، ذیل میں ایک حدیث ذکر کی جارہی ہے، جسے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے، اسے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

روایت

”عن مكحول، عن أم أيمن أن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال:لا تترك الصلاة متعمدا، فإنه من ترك الصلاة متعمدا فقد برئت منه ذمة الله ورسوله“[1]۔

ام ایمن رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نماز کو جان بوجھ کر مت چھوڑو، کیونکہ جو شخص جان بوجھ کر نماز کو چھوڑتا ہے اللہ اور اس کا رسول اس کے ذمہ سے بری ہیں۔

حافظ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ ”مجمع الزوائد“[2] میں مذکورہ روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

---

[1] مجمع الزوائد: ۲/۲٦، رقم: ۱٦۳۳، ت: عبداللہ محمد درویش، دار الفکر – بیروت، ط: ۱٤۱۲ھ۔

[2] مجمع الزوائد: ۲/۲٦، رقم: ۱٦۳۳، ت: عبداللہ محمد درویش، دار الفکر – بیروت، ط: ۱٤۱۲ھ۔

"رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح إلا أن مكحولا لم يسمع من أم أيمن، والله أعلم". اس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اور اس کے رجال، صحیح کے رجال ہیں، لیکن مکحول (سند میں موجود راوی) کا ام ایمن رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں ہے، واللہ اعلم۔

اہم تنبیہ

واضح کہ ہمارا موضوع خاص سیاق سے - کہ جان بوجھ کر ایک نماز چھوڑنے کے بعد، پھر پڑھ بھی لے تو ایک حقب جو اتنے اتنے سالوں پر مشتمل ہے، اس شخص کو عذاب ہو گا- روایت کا حکم بیان کرنا ہے، یعنی اسے سند ملنے تک بیان نہ کریں، یہ الگ بات ہے کہ حقب کی مستقل تفسیر بعض موقوف روایات میں موجود ہے، جیسا کہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے "مستدرک"[1] میں ایک صحیح روایت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً تخریج کی ہے، جس میں آیتِ شریفہ "لابثين فيها أحقابا" [النبأ:۲۳] کے تحت لکھا ہے کہ ایک حقب اسی برس کا ہوتا ہے، اسی طرح ترک نماز پر شدید وعیدوں پر مستقل احادیث کا ایک مجموعہ موجود ہے۔
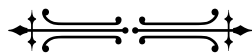
[1] المستدرك على الصحيحين: ٢/ ٥٥٦،رقم: ٣٨٩٠، ت: يوسف عبدالرحمن المرعشلي، دار المعرفة- بيروت، ط: ١٤٠٦هـ.

روایت نمبر:(۴۶)

جبرائیل علیہ السلام کا سوال: اللہ کو آپ ﷺ زیادہ محبوب ہے یا دین زیادہ محبوب ہے؟

روایت: ”ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہیں یا اللہ کو اپنا کلام؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں زیادہ محبوب ہوں، کیونکہ اللہ نے مجھ پر اپنا کلام نازل کیا ہے، پھر پوچھا کہ آپ ﷺ زیادہ محبوب ہیں یا میں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں زیادہ محبوب ہیں، کیونکہ آپ کو میرے پاس بھیجا جاتا ہے، پھر پوچھا: آپ ﷺ زیادہ محبوب ہیں یا اللہ کو اپنا دین زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کو تو اپنا دین محبوب ہے کیونکہ دین کے لئے مجھے بھیجا گیا ہے“۔

اہم وضاحت

واضح رہے کہ یہ روایت ان الفاظ سے ملتے جلتے دیگر الفاظ کے ساتھ بھی بیان کی جاتی ہے۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سند اً تا حال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
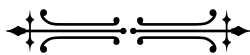
روایت نمبر:۴۷

آپ ﷺ کی خدمت میں ایک عورت کا دودھ پیتے بچے کو جہاد کے لئے پیش کرنا

روایت: ایک عورت نبی اکرم ﷺ کے پاس دودھ پیتا بچہ لے کر آئی اور کہا کہ اسے آپ ﷺ اپنے ساتھ جہاد میں لے جائیں، لوگوں نے اس سے کہا: یہ بچہ جہاد میں کیا کرے گا، اس عورت نے کہا: کچھ نہ ہو تو اسے اپنے لئے ڈھال بنالینا۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت انہی الفاظ کے ساتھ سند اً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

فائدہ: مذکورہ روایت سے ملتی جلتی ایک روایت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلاً منقول ہے، جسے بابِ فضائل میں بیان کرنا درست ہے، ملاحظہ ہو:

"عفان ، قال: حدثنا حماد بن سلمة ، قال: أخبرنا عطاء بن السائب، عن الشعبي، أن امرأة ، دفعت إلى ابنها يوم أحد السيف ، فلم يطق حمله فشدته على ساعده بِنِسْعَة، ثم أتت به النبي عليه الصلاة والسلام، فقالت: يا رسول الله ! هذا ابني يقاتل عنك ، فقال النبي عليه الصلاة والسلام: أي بني ! احمل هاهنا، أي بني ! احمل هاهنا. فأصابته جراحة، فصرع فأتي به النبي صلى الله عليه وسلم فقال: أي بني ! لعلك جزعت؟ قال: لا يا رسول الله !"[1]

---

[1] المصنف لابن أبي شيبة: ۲۰ / ۳۶۰، رقم: ۳۷۹۳۷، ت: محمد عوامة، دار قرطبة – بيروت، ط: ۱٤۲۷هـ.

ترجمہ: حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی بعد ۱۰۰ھ) سے منقول ہے کہ ایک عورت نے احد کے دن اپنے بیٹے کو ایک تلوار دی، لیکن بیٹا اسے اٹھا نہ سکا، اس عورت نے تلوار بازو کے ساتھ تسمہ سے باندھ دی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، یارسول اللہ ! میرا یہ بیٹا آپ کے دفاع میں قتال کرے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے بیٹے ! یہاں سے پکڑو، اے میرے بیٹے ! یہاں سے پکڑو"، (اسی دوران) اسے چوٹ لگی اور گر گیا، اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لگتا ہے کہ گھبرا گئے ہو، لڑکے نے کہا: یارسول اللہ ! گھبرا نہیں رہا"۔
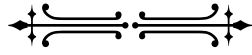
روایت نمبر:(۴۸)

عالم کے کھانے کی برکت

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس کھانے میں عالم شریک ہو جائے تو اس کھانے کے تمام شرکاء سے کھانے کا حساب معاف ہو جاتا ہے“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سند اًتاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
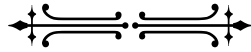
روایت نمبر:۴۹

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان نہیں دی تو صبح نہیں ہو رہی تھی

روایت: ”ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ لوگوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی لکنت کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے سے منع کر دیا اور کسی دوسرے شخص نے صبح کی اذان دے دی، اس کے بعد بہت دیر ہو گئی صبح ہی نہیں ہو رہی تھی، لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات عرض کر دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہوئے، جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آئے کہ جب تک بلال رضی اللہ عنہ اذان نہیں دیں گے صبح نہیں ہو گی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی تو صبح ہو گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر بلال اذان نہ دیتے تو صبح ہی نہ ہوتی“۔

روایت کا حکم

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبان میں لکنت یا ہکلاہٹ ”بے اصل“ بات ہے، اس کی تفصیل روایت: ”سین بلال عند الله شين. بلال کا سین بھی اللہ کے نزدیک شین ہے“۔ کے تحت گذر چکی ہے، ذکر کردہ واقعہ میں بھی لکنت کا ذکر ہے، اس لئے قرینِ قیاس یہی ہے کہ یہ قصہ بھی ”بے اصل“ ہے۔

فائدہ: کتب احادیث میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک واقعہ ملتا ہے، جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ”صحیح“ میں ذکر کیا ہے، اس واقعہ میں درجِ بالا مضمون سے ایک حد تک معارض مضمون ملتا ہے، ملاحظہ ہو:

واقعہ

”حدثنا عمران بن ميْسرة، قال: حدثنا محمد بن فضيل، قال: حدثنا حصين، عن عبد الله بن أبي قتادة، عن أبيه، قال: سرنا مع النبي صلى الله عليه وسلم ليلة، فقال بعض القوم: لو عرّست بنا يا رسول الله!

قال أخاف أن تناموا عن الصلاة، قال بلال: أنا أوقظكم، فاضطجعوا وأسند بلال ظهره إلى راحلته فغلبته عيناه فنام، فاستيقظ النبي صلى الله عليه وسلم وقد طلع حاجب الشمس، فقال: يا بلال! أين ما قلت؟ قال: ما أُلقِيتْ علي نومةٌ مثلها قط، قال: إن الله قبض أرواحكم حين شاء وردها عليكم حين شاء، يا بلال! قم فأذن بالناس بالصلاة، فتوضأ، فلما ارتفعت الشمس وابْيَاضَّتْ [كذا في الأصل] قام فصلى"[1].

ترجمہ: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رات سفر کر رہے تھے، کسی نے کہا: یارسول اللہ! بہتر ہوگا کہ ہم رات کے آخری پہر کچھ آرام کرلیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم نماز سے سوتے نہ رہ جاؤ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ سب کو جگادوں گا، چنانچہ سب لیٹ گئے، بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی پیٹھ اپنی سواری سے لگائی اور انہیں بھی نیند آگئی، حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو سورج نکل چکا تھا، فرمایا: اے بلال! تم نے کیا کہا تھا؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے ایسی نیند کبھی نہیں آئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! اللہ تعالیٰ نے جب چاہا تمہاری روحیں قبض کرلیں اور جب چاہا لوٹادیں، بلال! اٹھو اور اذان دو، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا جب سورج بلند ہوا اور سفید ہو گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔
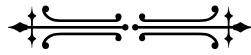
[1] الصحيح للبخاري: باب الأذان بعد ذهاب الوقت، ١/ ١٢٢، ت: محمد زهيربن ناصر، دارطوق النجاة - بيروت، ١٤٢٢هـ.

روایت نمبر:(۵۰)

شوہر کے پیر دبانے پر سونا چاندی صدقہ کرنے کا اجر

روایت: ”آپ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی عورت خاوند کے کہے بغیر اس کے پیر دبائے تو اسے سونا صدقہ کرنے کا اجر ملے گا، اور اگر خاوند کے کہنے پر دبائے تو اسے چاندی صدقہ کرنے کا اجر ملے گا“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے ان الفاظ کے ساتھ آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جا سکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

شوہر کی اطاعت وخدمت پر اجر کے متعلق ذخیرہ احادیث میں متعدد روایات منقول ہیں، ذیل میں ان میں سے ایک روایت ذکر کی جارہی ہے، جسے امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ”سنن“ میں تخریج کیا ہے، اسے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

روایت

”حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة، حدثنا محمد بن فضيل، عن أبي نصر عبد الله بن عبد الرحمن، عن مُسَاوِر الحِمْيَرِي، عن أمه قالت: سمعت أم سلمة تقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول: أيما امرأة ماتت و زوجها عنها راض دخلت الجنة“[1]۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: جو عورت اس حال میں مرے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گی۔

---

[1] سنن ابن ماجه: ص:۵۹۵، رقم: ١٨٥٤، ت: محمد فؤاد عبد الباقي، دار الفكر –بيروت، ط: ١٣٧٣هـ.

روایت نمبر: (۵۱)

خدمت کرنے والوں کا اجر شہیدوں کے برابر

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: خدمت کرنے والے (اجر میں) شہید کے درجوں تک پہنچ جاتے ہیں“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سند اًتاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام اور واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

اہم فائدہ

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی ”کتاب الجھاد“ میں ایک موقوف روایت خدمت فی سبیل اللہ پر مشتمل ہے، جسے فضائل کے باب میں بیان کیا جاسکتا ہے، ملاحظہ ہو:

” أخبرنا إبراهيم، حدثنا محمد، حدثنا سعيد قال: سمعت ابن المبارك، عن ابن لهيعة، عن أبي قُبَيْل، عن عبد الله بن عمرو قال: من خَدَمَ أصحابه في سبيل الله عز و جل فضل على كل إنسان منهم بقيراط من الأجر“[1].

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اللہ کے راستے میں اپنے ساتھیوں کی خدمت کی، اسے ہر شخص کی خدمت کے بدلے ایک قیراط اجر ملے گا۔

---

[1] الجهاد: ص: ۱۷۸، رقم: ۲۱۱، ت: نزيه حماد، دار المطبوعات الحديثة –جده، ط:۱۴۰۳هـ.

روایت نمبر:(۵۲)

حضور ﷺ کا معراج میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کا تحفہ پیش کرنا

روایت: ”حضور اقدس ﷺ جب معراج میں عرش پر تشریف لے گئے اور دیدارِ خدوندی سے مشرف ہوئے تو اللہ رب العزت نے فرمایا: اے محمد! آپ میرے لئے کیا تحفہ لائے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میں وہ چیز لے کر آیا ہوں جو آپ کے پاس نہیں ہے، اللہ تعالی نے فرمایا: وہ کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے کہا: میں عاجزی لے کر آیا ہوں“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سند اَتاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
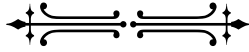
روایت نمبر:(۵۳)

بسم اللہ پڑھ کر گھر کی جھاڑو لگانے پر بیت اللہ میں جھاڑو لگانے کا اجر

روایت: ’’آپ ﷺ نے فرمایا: جو عورت بسم اللہ کہہ کر جھاڑو لگائے گی اسے بیت اللہ میں جھاڑو لگانے کا اجر ملتا ہے‘‘۔

مذکورہ روایت ہمیں ذخیرہ احادیث میں کہیں نہیں مل سکی، البتہ ’’أنیس الواعظین‘‘ کے ترجمہ ’’مؤید الواعظین‘‘[1] میں اس طرح سے ذکر کیا ہے: ’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عورت گھر میں جھاڑو دے تو ایسا ہے گویا کعبہ شریف کو جھاڑو دی ہو‘‘۔

واضح رہے کہ ’’أنیس الواعظین‘‘ کا ایک ترجمہ ایچ، ایم سعید سے مطبوع ہے، لیکن اس ترجمہ میں یہ روایت نہیں ہے۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سند اً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

تتمہ: حافظ ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ’’المصنف‘‘ میں ایک مستقل باب باندھا ہے جو گھر کی صفائی ستھرائی کے متعلق ہے، اس باب میں صحابہ کرام اور تابعین کی موقوف روایات منقول ہیں کہ وہ گھر کو صاف ستھرا رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے، ذیل میں ان میں سے ایک اثر کو لکھا جارہا ہے۔

---

[1] مؤيد الواعظين: ص: ٥٢٥، ط: مطبع كريمي - بمبئي.

اثر

”أبو بكر، قال حدثنا أبو أسامة، عن أبي العُميس، عن أبي إسحاق، عن أبي زياد، عن أم ولد لعبدالله بن مسعود قالت: كان عبد الله يامر بداره فتُكنس حتى لو التمست فيها تِبْنَة أو قَصَبَة ما قدرت عليها“[1].

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ام ولد رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گھر میں جھاڑو لگانے کا حکم دیتے تھے، اور گھر میں ایسی صفائی ہوتی کہ اگر تم اس میں بھوسا یا تنکا بھی ڈھونڈنا چاہو تو نہ ڈھونڈ سکو۔
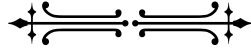
[1] المُصنف لابن أبي شيبة: ١٣/ ٢٥٠، رقم: ٢٦٤٤١، ت: محمد عوامة، دار قرطبة - بيروت، ط: ١٤٢٧هـ.

روایت نمبر:۵۴

حاملینِ عرش کی اللہ کے راستے میں جانے والے کے لئے تین دعائیں۔

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حاملین عرش اللہ کے راستے میں جانے والے کے لئے تین دعائیں کرتے ہیں: ① یا اللہ! اس کی بخشش فرما ② اس کے گھر والوں کی بخشش فرما ③ اس کو اور اس کے گھر والوں کو جنت میں جمع فرما“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

فائدہ: قرآن مجید وفرقان حمید کی تصریح کے مطابق عرش کو اٹھانے والے فرشتے مؤمنین کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں، نیز جنت میں مؤمنین کی ان کے نیک آباء، اولاد اور بیویوں کے ساتھ داخلے کی دعا کرتے ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ٱلَّذِينَ يَحۡمِلُونَ ٱلۡعَرۡشَ وَمَنۡ حَوۡلَهُۥ يُسَبِّحُونَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَيُؤۡمِنُونَ بِهِۦ وَيَسۡتَغۡفِرُونَ لِلَّذِينَ ءَامَنُواْۖ رَبَّنَا وَسِعۡتَ كُلَّ شَيۡءٖ رَّحۡمَةٗ وَعِلۡمٗا فَٱغۡفِرۡ لِلَّذِينَ تَابُواْ وَٱتَّبَعُواْ سَبِيلَكَ وَقِهِمۡ عَذَابَ ٱلۡجَحِيمِ ۝٧ رَبَّنَا وَأَدۡخِلۡهُمۡ جَنَّٰتِ عَدۡنٍ ٱلَّتِي وَعَدتَّهُمۡ وَمَن صَلَحَ مِنۡ ءَابَآئِهِمۡ وَأَزۡوَٰجِهِمۡ وَذُرِّيَّٰتِهِمۡۚ إِنَّكَ أَنتَ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡحَكِيمُ ۝٨﴾ (سورة المؤمن الآية ٨،٧)

ترجمہ: جو لوگ اٹھا رہے ہیں عرش کو اور جو اس کے گرد ہیں، پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں، اور اس پر یقین رکھتے ہیں اور گناہ بخشواتے ہیں ایمان والوں کے، اے پروردگار ہمارے! ہر چیز سمائی ہوئی ہے تیری بخشش اور خبر میں، سو معاف کر ان کو جو توبہ کریں اور چلیں تیری راہ پر اور بچا ان کو آگ کے عذاب سے، اے رب ہمارے! اور داخل کر ان کو سدا بسنے کے باغوں میں جن کا وعدہ کیا تو نے ان سے اور جو کوئی نیک ہو ان کے باپوں میں اور عورتوں اور اولاد میں بے شک تو ہی زبردست حکمت والا ہے۔
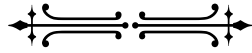
روایت نمبر:۵۵

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا تکبیرِ اولیٰ کے بارے میں ارشاد

روایت: ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں دنیا بھر میں بارش کے قطروں کو گن سکتا ہوں مگر تکبیرِ اولیٰ کا ثواب نہیں لکھ سکتا“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سند اًتاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
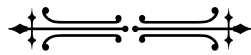
روایت نمبر: (۵۶)

نیک عورت کا اپنے خاوند سے پانچ سو (۵۰۰) سال پہلے جنت میں جانا

روایت: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو عورت نیک ہو اور دینی کاموں میں اپنے خاوند کی مددگار ہو، ایسی عورت اپنے خاوند سے پانچ سو (۵۰۰) سال پہلے جنت میں جائے گی"۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

فائدہ:

(۱) زیرِ بحث روایت سے ملتی جلتی ایک روایت ذخیرہ احادیث میں ملتی ہے، جسے حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے "صفة الجنة"[۱] میں تخریج کیا ہے، اسے فضائل کے باب میں بیان کرنے میں حرج نہیں ہے، عبارت ملاحظہ ہو:

"حدثنا أبو محمد بن حيَّان، ثنا الحكم بن معبد، ثنا يعقوب الدَوْرَقِي، ثنا يزيد بن هارون، ثنا محمد بن ثابت العبدي، حدثني رجل، من أهل الشام، عن شهر بن حوشب فيما نعلم عن أبي أمامة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: يا معشر النسوان! أما إن خياركن يدخلن الجنة قبل خيار الرجال، فيغسلن ويطيبن ويرفعن

[۱] صفة الجنة: ۲/ ۱۵۰، رقم: ۲۹۹، ت: علي رضا بن عبد الله، دار المأمون للتراث – دمشق، ط: ۱٤۱۵ھـ.

إلى أزواجهن على براذين الأحمر والأصفر والأخضر، يشيعهن الولدان كأنهن اللؤلؤ المنثور"[1].

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! تم میں سے نیک عورتیں، نیک مردوں سے پہلے جنت داخل ہوں گی، انہیں صاف ستھرا اور معطر کرکے، لال، زرد اور سبز رنگ کے گھوڑوں پر ان کے شوہروں کے پاس لے جایا جائے گا، ان عورتوں کے ساتھ چھوٹے بچے بھی چلیں گے گویا کہ وہ پروئے ہوئے موتی ہیں۔

② یہ مضمون بھی ثابت ہے کہ عورت کو اپنے خاوند کی اطاعت پر، خاوند کے نیک اعمال کا اجر ملتا ہے، ذیل میں "مسند البزار"[2] کی ایک ایسی ہی روایت ملاحظہ ہو جسے فضائل کے باب میں بیان کرنا درست ہے:

---

[1] سند کے راویوں کے بارے میں ائمہ کے اقوال:

① شهر بن حوشب (المتوفي:١١٢ هـ): حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "صدوق، كثير الإرسال والأوهام". یہ صدوق ہیں اور ان کی مراسیل اور اوہام زیادہ ہیں (تقريب التهذيب:ص:٢٦٩،رقم: ٢٨٣٠)-حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اپنی کتاب "ذكر أسماء من تكلم فيه وهو موثق" (ص:٢٦٥،رقم:١٦٢) میں ذکر کیا ہے، آپ فرماتے ہیں: "من علماء التابعين، وثقة أحمد وابن معين، وقال أبو حاتم: ما هو بدون أبي الزبير، وقال النسائي وغيره: ليس بالقوي".

② رجل من أهل الشام: ابہام دور نہیں ہو سکا۔

③ محمد بن ثابت العبدي أبوعبدالله البصري:حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "صدوق لين الحديث". یہ صدوق، لین الحدیث ہے (تقريب التهذيب:ص: ٤٧١،رقم: ٥٧٧١)-حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قال غير واحد: ليس بالقوي د ق". ایک سے زائد محدثین نے انھیں "ليس بالقوي" کہا ہے (الكاشف: ص: ١٦١،رقم:٤٧٥٦)-

④ يزيد بن هارون أبو خالد السُلَمِي (المتوفي:٢٠٦هـ): حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "تقريب التهذيب" (ص:٦٠٦، رقم:٧٧٨٩) میں فرماتے ہیں: "ثقة، متقن، عابد". یہ ثقہ، عابد، متقن ہیں۔

⑤ يعقوب بن أبراهيم بن كثير أبو يوسف الدَوْرَقِي (المتوفي:٢٥٢هـ): حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقة، وكان من الحفاظ". (تقريب التهذيب: ص:٦٠٧،رقم:٧٨١٢)-

⑥ الحكم بن معبد بن أحمد أبو عبد الله الخزاعي (المتوفي:٢٩٥ هـ): حاظ ابونعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ "تاريخ أصبهان" (ص:٢٩٥) میں فرماتے ہیں: یہ ثقہ اور کثیر الحدیث شخص ہیں۔

⑦ عبد الله بن محمد بن جعفر بن حيّان أبو محمد (المتوفى: ٣٦٩هـ): یہ مشہور محدث ابوالشیخ اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

[2] مسند البزار: مسند ابن عباس،٣٧٧/١، رقم: ٥٢٠٩،ت: عادل بن سعد، مؤسسة القران- بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٩هـ.

”حدثنا القاسم بن وُهيب الكوفي، قال: حدثنا علي بن عبد الحميد، قال: حدثنا مِنْدَل عن، رِشْدِين بن كُريب، عن أبيه، عن ابن عباس، رضي الله عنهما، قال: جاءت امرأة إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إني وافدة النساء إليك، هذا الجهاد كتبه الله على الرجال، فإن نصبوا أجروا، وإن قتلوا كانوا أحياء عند ربهم يرزقون، ونحن معاشر النساء نقوم عليهم فما لنا من ذلك؟ قال: فقال النبي صلى الله عليه وسلم: أبلغي من لقيت من النساء أن طاعة الزوج واعترافا بحقه يعدل ذلك، وقليل منكن من يفعله.

وهذا الحديث لا نعلمه يروى عن النبي صلى الله عليه وسلم إلا من هذا الوجه بهذا الإسناد، ورِشْدِين بن كُريب قد حدث عنه جماعة ثقات من أهل العلم واحتملوا حديثه“.

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عورتوں کی جانب سے نمائندہ بن کر آئی ہوں، یہ جہاد اللہ تعالیٰ نے مردوں پر فرض کیا ہے، مرد جہاد کرکے اجر پاتے ہیں، اگر شہید ہو جائیں تو زندہ رہتے ہیں، اپنے رب کے نزدیک روزی دیے جاتے ہیں، اور ہم عورتوں کی جماعت ان مردوں کی خدمت کرتی رہتی ہیں ہمیں کیا ملے گا ؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ان عورتوں کے پاس جاکر یہ کہنا کہ عورتوں کا اپنے خاوند کی اطاعت اور ان کے حقوق کا اعتراف (مردوں کے) ان اعمال کے برابر ہے، لیکن تم میں ایسا کرنے والی عورتیں کم ہیں ...“۔
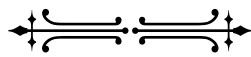
روایت نمبر: ۵۷

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ارشاد کہ یارسول اللہ! اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہدایت اپنے ہاتھ میں رکھی ہے...

روایت: ”ایک دفعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہدایت اپنے ہاتھ میں رکھی ہے، اگر ہدایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوتی تو میری باری نہ جانے کب آتی“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
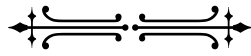
روایت نمبر: (۵۸)

روایت: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قسم پر سحری کے وقت کا ختم ہونا

روایت: ”ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سحری تناول فرمارہے تھے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صبح ہوگئی (یعنی سحری کا وقت ختم ہوگیا)، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سحری تناول فرماتے رہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے پھر کہا: یارسول اللہ ! صبح ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سحری تناول فرماتے رہے، تیسری مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم صبح ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سحری کھانے سے رک گئے اور فرمایا: صبح تو نہیں ہوئی تھی مگر اللہ تعالی نے بلال رضی اللہ عنہ کی قسم کی وجہ سے صبح کردی“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

تتمہ

زیرِ بحث روایت کے مقابلہ میں ایک دوسری مرسل روایت ملتی ہے، جسے امام عبد الرزاق صنعانی رحمۃ اللہ علیہ ”المصنف“[1] میں تخریج کیا ہے:

”عبد الرزاق، عن بن عيينة، عن إسماعيل بن أبي خالد، عن حكيم بن جابر قال: جاء بلال إلى النبي صلى الله عليه و سلم والنبي

[1] المصنف: ٤/ ٢٣١، رقم: ٧٦٠٨، ت: حبيب الرحمن الأعظمي، المكتب الإسلامي – بيروت، ط: ١٤٠٣هـ.

صلى الله عليه و سلم يتسحر، فقال: الصلاة يا رسول الله! قال: فثبت كما هو يأكل، ثم أتاه فقال: الصلاة، وهو حاله، ثم أتاه الثالثة فقال: الصلاة يا رسول الله ! قد والله أصبحت، فقال النبي صلى الله عليه و سلم: يرحم الله بلالا، لولا بلال لرجونا أن يُرَخَّص لنا حتى تطلع الشمس".

حکیم بن جابر رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سحری تناول فرما رہے تھے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! نماز، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کھاتے رہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ دوبارہ آئے اور کہا کہ نماز، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدستور اپنی حالت پر رہے، حضرت بلال پھر تیسری مرتبہ آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! نماز، اللہ کی قسم صبح ہوگئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشاد فرمایا: اللہ بلال پر رحم فرمائے، اگر بلال نہ ہوتے تو ہمیں امید تھی کہ ہمیں طلوعِ شمس تک کی رخصت مل جاتی۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "المصنف" کی اس سند کے رجال کو ثقہ کہا ہے [1]۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اس کلام سے طلوعِ صبح کی تقدیم و تاخیر میں تو کوئی فرق نہیں پڑا، جیسا کہ زیرِ بحث قصہ میں مذکور ہے، البتہ سحری کے وقت کی مزید رخصت سے یہ کلام مانع بن گیا، واللہ اعلم!

[1] فتح الباري: ٤/ ١٣٥، ت: عبدالعزيز بن باز، دار المعرفة — بيروت، ط: ١٣٧٩ هـ.
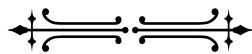
روایت نمبر: (۵۹)

فرشتے کا ہوا کو منہ میں لے کر مسجد سے باہر خارج کرنا

روایت: ”جب کوئی شخص مسجد میں ہوا خارج کرتا ہے تو فرشتہ اس ہوا کو منہ میں لے کر مسجد سے باہر خارج کر دیتا ہے“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سند اًتاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
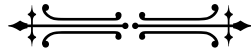
روایت نمبر:(۶۰)

یہودی کا استنجاء کے طریقہ میں آپ ﷺ کی پیروی پر جان بخشی اور ایمان لانا

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے ایک دفعہ استنجاء کا طریقہ بیان فرمایا کہ دایاں ہاتھ سر پر ہو اور بایاں ہاتھ پہلو پر، یہ طریقہ ایک یہودی نے سنا اور استنجے کے لئے اسی طرح بیٹھا، اس وقت اس یہودی کے کسی دشمن نے باہر سے اس پر ایک پھندا پھینکا تاکہ وہ گلا گھٹ کر مر جائے، اس یہودی کا دایاں ہاتھ چونکہ سر پر تھا اس نے وہ پھندا اپنے گلے سے نکال دیا، اس طرح جان بچ گئی، آپ ﷺ کی صرف ایک سنت کا یہ فائدہ دیکھ کر وہ مسلمان ہو گیا“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سند اًتاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

فائدہ: واضح رہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق مرفوعاً بسند ضعیف ثابت ہے کہ بیت الخلاء میں بیٹھے کی حالت میں بائیں پاؤں پر نسبتاً زیادہ وزن ہونا چاہیے، ملاحظہ ہو:

”وعن سراقة بن مالك – رضي الله عنه – قال: علمنا رسول الله – صلى الله عليه وسلم – في الخلاء: أن نقعد على اليسرى، وننصب اليمنى.

رواه البيهقي بسند ضعيف"[1].

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھایا کہ ہم بیت الخلاء میں بائیں پاؤں پر بیٹھیں، اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھیں۔
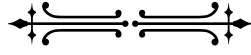
[1] بلوغ المرام: رقم: ١ / ٢٢، رقم: ١٠٤، ت: سمير بن أمين الزهري، دار الفلق ـ الرياض، الطبعة السابعة: ١٤٢٤ هـ.

روایت نمبر:(۶۱)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے قبر کا یہ کہنا کہ یہ حسب ونسب کی جگہ نہیں ہے

واقعہ: جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو انہیں تدفین کے لئے جنت البقیع لایا گیا، انہیں قبر میں رکھنے سے پہلے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے قبر سے کہا: اے قبر! تو جانتی ہے کہ یہ کون آرہی ہے؟ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیوی، حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ کی والدہ، جنتی عورتوں کی سردار، فاطمہ رضی اللہ عنہا ہے، ان کے لئے گل گلزار بن جا، ان کے لئے وسیع بن جا، اللہ پاک نے قبر کو گویائی دی، قبر نے کہا: اے ابوذر رضی اللہ عنہ ! یہ حسب ونسب کی جگہ نہیں ہے، اگر اس کے اعمال اچھے ہوئے تو میں اس کا استقبال کروں گی، اگر اعمال اچھے نہ ہوئے تو میں اس کے ساتھ اپنا کام کروں گی جس کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔

مصدر

مذکورہ واقعہ کو علامہ عثمان بن حسن بن احمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ نے "درّۃ الناصحین "[1] میں بلاسند اس طرح نقل کیا ہے:

"حکي أن فاطمة الزهراء بنت النبي صلى الله عليه وسلم لما ماتت، حمل جنازتها أربعة نفر: زوجها علي كرم الله وجهه و ابناها الحسن والحسين وأبوذر الغفاري رضي الله عنهم أجمعين، فلما وضعوها على سفير القبر قام أبو ذر،فقال: يا قبر! أتدري من التي جئنا بها إليك، هي فاطمة الزهراء بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم و زوجة علي المرتضي وأم الحسن والحسين، فسمعوا نداء من القبر،يقول: ما أنا

[1] درة الناصحين: ۲/ ۸۰، مطبع مجتبائي – دهلي، ط: ۱۳۱۹ هـ.

موضع حسب ونسب، وإنما أنا موضع العمل الصالح، فلاينجومني إلا من كثر خيره وسلم قلبه و خلص عمله .كذا في مشكاة الأنوار“.

واقعہ کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ واقعہ سنداً تاحال ہمیں کسی معتبر کتاب میں نہیں مل سکا، لہٰذا جب تک اس واقعہ کا ثبوت کسی معتبر کتاب میں نہ ملے اسے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، واللہ اعلم۔

اہم فائدہ

زیرِ بحث روایت کے مضمون پر مشتمل ذیلی روایت ملتی ہے:

آپ ﷺ نے ایک دفعہ قریش کو جمع فرمایا، اور آپ ﷺ نے اپنے ارشادات میں یہ بھی فرمایا:

”...أنقذوا أنفسكم من النار، يا فاطمة! أنقذي نفسك من النار، فإني لا أملك لكم من الله شيئا غير أن لكم رَحِما سَأَبُلُّها ببِلالِها“.[1]

تم اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، اے فاطمہ! تم بھی اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، کیونکہ میں اللہ کے مقابلے میں کسی قسم کا اختیار نہیں رکھتا، البتہ تم سے رشتہ داری ہے، عنقریب میں رشتہ داری کو اس کی تری سے تر کروں گا (یعنی تم سے صلہ رحمی کرتا رہوں گا)۔
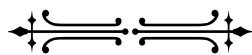
[1] الصحيح لمسلم: ص: ١١٣، رقم: ٢٠٤، ت: محمد فؤاد عبدالباقي، بيت الأفكارالدولية – الرياض، ط: ١٤١٩هـ.

روایت نمبر: (۶۲)

نماز کے مختلف ارکان واعمال پر اجر

روایت: ''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھے اسے ایک حج، ایک عمرہ اور ایک قرآن پڑھنے کا اجر ملے ملتا ہے، جو شخص نماز میں ثناء پڑھے تو جسم پر جتنے بال ہیں اللہ تعالیٰ اسے اتنی نیکیاں عطاء فرماتے ہیں، جو شخص رکوع میں تین مرتبہ ''سبحان ربی العظیم'' پڑھے، اسے چاروں آسمانی کتابیں پڑھنے کا اجر ملتا ہے، جو شخص رکوع کے لئے جھکے تو اللہ تعالیٰ اس کے جسم کے وزن کے بقدر سونا صدقہ کرنے کا اجر عطاء فرماتے ہیں''۔

روایت کا مصدر

شیخ ابو بکر بن محمد علی قرشی رحمۃ اللہ علیہ نے ''أنیس الواعظین''[1] میں مذکورہ روایت کو ''مصابیح''[2] کے حوالے سے بلاسند ان الفاظ سے نقل کیا ہے:

''مصابیح میں حدیث مذکور ہے کہ تکبیر کہتے وقت بندہ اس طرح گناہوں سے پاک وصاف ہوتا ہے جیسے ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے، اور جب ''سبحانك...'' پڑھتا ہے تو اس کے ہر روئیں کے عوض میں اللہ تعالیٰ ایسی ایک سال کی عبادت کا ثواب اس کو دیتا ہے، جس میں دن کو روزہ رکھا ہو اور شب کو عبادت کی ہو، اور جب ''أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں چار ہزار نیکیاں لکھواتا ہے

---

[1] جلیس الناصحین ترجمة أنیس الواعظین: ص:۳۰، مترجم: برکت اللہ لکھنوي، ط: ایچ، ایم، سعید کمپني.

[2] مشہور مصابیح یعنی ''مصابیح السنه للبغوي'' میں تلاش کے باوجود ہمیں یہ روایت نہیں ملی، ممکن ہے ''مصابیح'' سے کوئی اور کتاب مراد ہو، واللہ اعلم۔

اور چار ہزار برائیاں دور کرتا ہے اور جنت میں اس کے لئے چار ہزار درجے بلند کرتا ہے، اور جب بندہ سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے تو اس کے نامۂ اعمال میں حج اور عمرے کا ثواب درج کرتا ہے، اور جب بندہ رکوع میں جاتا ہے تو گویا خدا کی راہ میں اپنے وزن کے برابر سونا دیتا ہے، اور جب رکوع میں "سبحان ربي العظيم" تین مرتبہ پڑھتا ہے تو گویا تمام کتبِ منزلہ کی تلاوت کرتا ہے، اور جب رکوع سے سر اٹھا کر "سمع الله لمن حمده" کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے، اور جب سجدہ میں جاتا ہے تو گویا ہر آیتِ قرآنی پر ایک بَرْدَہ (غلام) آزاد کرتا ہے، اور جب "سبحان ربي الأعلى" کہتا ہے تو دیو اور پریوں کے شمار کے برابر نیکیاں اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں لکھواتا ہے، اسی قدر برائیاں اس کی دور کرتا ہے، اور جنت میں اسی قدر درجے اس کے لئے بلند کرتا ہے، اور جب جلسہ (قعدہ) کرتا ہے اور تشہد پڑھتا ہے تو صبر کرنے والوں کا ثواب اللہ تعالی اسے عطاء فرماتا ہے، اور جب سلام پھیرتا ہے تو بہشت کے آٹھوں دروازے اس کے لئے کھول دیے جاتے ہیں اور اس کو اختیار دیا جاتا ہے کہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو"۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سند اًتاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
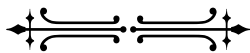
روایت نمبر: (۶۳)

نوجوان کی توبہ پر مشرق سے مغرب تک عذاب کا دور ہونا

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی نوجوان توبہ کرتا ہے تو مشرق سے مغرب تک تمام قبرستان سے چالیس دن (۴۰) اللہ عذاب کو دور کر دیتا ہے“۔

روایت کا مصدر

شیخ ابو بکر بن محمد علی قرشی رحمۃ اللہ علیہ ”أنیس الواعظین“[1] میں مذکورہ روایت کو بلا سند ان الفاظ سے نقل کیا ہے:

”حدیث میں ہے کہ جب کوئی بوڑھا توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے، اور جب کوئی جوان توبہ کرتا ہے تو مشرق سے مغرب تک تمام قبرستان سے چالیس دن (۴۰) اللہ عذاب کو دور کر دیتا ہے، اور وہ سب (اہل مقابر) اس کے لئے دعا کرتے ہیں“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سند اَتاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جا سکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

[1] جليس الناصحين ترجمة أنيس الواعظين: ص:۱۵۵، مترجم: بركت الله لكهنوي، ط: ايج، ايم، سعيد كمپني.

روایات کا مختصر حکم

فصل اول (مفصل نوع)

روایت	حکم
① روایت: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ٹاٹ کا لباس پہننا اور باری تعالیٰ کی جانب سے اُن پر سلام۔	من گھڑت
② روایت: ”جس کام کی ابتداء بروز بدھ کی جائے وہ تکمیل تک پہنچتا ہے“۔	آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کر سکتے۔
③ روایت: ”آسمان کے فرشتے اپنی قسم میں یہ الفاظ کہتے ہیں: قسم ہے اس ذات کی جس نے مردوں کو داڑھی سے زینت بخشی، اور عورتوں کو مینڈھیوں سے“۔	ساقط، ناقابل بیان۔
④ روایت: ”علم حاصل کرو اگرچہ چین تک جانا پڑے“۔ ضمنی طور پر روایت: ”علم حاصل کرو، ماں کی گود سے قبر تک“ کو ذکر کیا گیا ہے۔	دونوں روایتیں باطل، من گھڑت ہیں۔
⑤ روایت: ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ دکھائی نہیں دیتا تھا“۔	شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے۔
⑥ روایت: ”باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے، میں افلاک کو پیدا نہ کرتا“۔ یہ روایت ان الفاظ سے بھی نقل کی جاتی ہے: ”اے محمد! اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا“۔ ”اے آدم! اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہیں کرتا“۔ ”اللہ رب العزت نے فرمایا: میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! اگر آپ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو نہ میں جنت کو پیدا کرتا نہ دنیا کو“۔ ”... اگر محمد نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا، اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ جنت کو پیدا کرتا نہ آگ کو ...“۔	محدثین کی ایک بڑی جماعت نے اسے من گھڑت کہا ہے۔

روایت	حکم
⑦ روایت: آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا کیا ..."۔ ضمنی طور پر روایت: "میں اس وقت بھی نبی تھا جس وقت کہ آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے"۔ کو ذکر کیا گیا ہے۔	پہلی روایت بے سند، من گھڑت ہے، اور ضمنی روایت مذکورہ الفاظ سے ثابت نہیں ہے، دوسرے الفاظ ثابت ہیں، تفصیل تحقیق میں ملاحظہ فرمائیں۔
⑧ روایت: "جس نے علماء کی زیارت کی، گویا کہ اس نے میری زیارت کی، جس نے علماء سے مصافحہ کیا، گویا کہ اس نے مجھ سے مصافحہ کیا، جس نے علماء کی ہم نشینی اختیار کی، گویا کہ اس نے میری ہم نشینی اختیار کی، اور جس نے دنیا میں میری ہم نشینی اختیار کی اللہ تعالیٰ آخرت میں اسے میری ہم نشینی عطا فرمائیں گے"۔	شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے۔
⑨ روایت: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ روشن رات میں رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک میری گود میں تھا، اس دوران میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا کسی شخص کی ستاروں کی تعداد کے برابر نیکیاں ہو سکتی ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ہاں عمر کی"۔ میں نے عرض کیا: پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں کہاں گئیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: "عمر کی تمام نیکیاں ابو بکر کی ساری نیکیوں میں سے ایک نیکی کے برابر ہے"۔	شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے، محدثین کی ایک جماعت نے اسے صراحتاً من گھڑت کہا ہے۔
⑩ روایت: "کھڑے ہو کر کنگی کرنے والا شخص مقروض ہو جاتا ہے"۔	شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے، اسے محدثین کی ایک جماعت نے من گھڑت تک کہا ہے۔

روایت	حکم
⑪ روایت: ”اگر رمضان شریف ٹھیک رہا، تو پورا سال ٹھیک رہے گا، اور اگر جمعہ ٹھیک رہا تو پورا ہفتہ ٹھیک رہے گا“۔	شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے، بعض نے اسے صراحتاً من گھڑت کہا ہے۔
⑫ روایت: ”عالم کا سونا بھی عبادت ہے“۔	یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں، البتہ یہ مرفوع (آپ ﷺ کا قول) روایت درست ہے: ”علم کے ساتھ سونا، جہالت کے ساتھ نماز پڑھنے سے بہتر ہے“۔
⑬ روایت: ” گوہ کا آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دینا اور اعرابی کا مسلمان ہونا“۔	شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے۔
⑭ روایت: ”الدنيا مزرعة الآخرة“. دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔	یہ روایت ان الفاظ سے مرفوعاً (آپ ﷺ کا قول) ثابت نہیں ہے، اس لئے آپ ﷺ کے انتساب سے اسے بیان کرنا درست نہیں ہے، البتہ اس کا معنی درست ہے۔
⑮ روایت: ”تخلّقوا بأخلاق الله “. اللہ کے اخلاق اپناؤ۔	باطل ہے، بیان نہیں کر سکتے۔
⑯ روایت: ”کھانے کے بعد کی دعا: ”الحمد لله الذي أطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمين“.	یہ روایت اس حیثیت سے تحقیق کا جزء بنی ہے کہ اس میں لفظِ ”مِنْ“ کی زیادتی مصادر اصلیہ سے ثابت نہیں ہے، یعنی صحیح عبارت: ”الحمد لله الذي أطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمين“. ہے، تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

روایت	حکم
⑰ وضوء کے بعد : "إنا أنزلناه في ليلة القدر" پڑھنے کے مختلف فضائل	آپ ﷺ سے ثابت نہیں، بیان نہیں کر سکتے۔
⑱ روایت: "أفضل الدعاء أن تقول: اللهم ارحم أمة محمد رحمة عامة". سب سے افضل دعا یہ ہے کہ تو کہے: اے اللہ! امت محمد پر رحمت عامہ فرما۔	من گھڑت
⑲ روایت: جو مسلمان مرد، عورت آیۃ الکرسی پڑھے اور اس کا ثواب قبر والوں کو بخش دے، اللہ روئے زمین کی ہر قبر میں نور داخل کر دے گا اور قبر کو مشرق سے مغرب تک وسیع کر دے گا، اور اس کے پڑھنے والے کے لئے ستر (۷۰) شہیدوں کا ثواب لکھ دے گا۔	من گھڑت
⑳ روایت: "المعدة بيت الداء، والحِمْيَة رأس كل دواء، وأعط كل بدن ما عودته". معدہ بیماری کا گھر ہے، پرہیز کرنا ہر دواء کی جڑ ہے، بدن کو اس کی عادت کے مطابق خوراک دو۔	اسے آپ ﷺ کی جانب منسوب کرنا بے اصل و من گھڑت ہے، نیز حضرات محدثین کی تصریح کے مطابق یہ طبیبِ عرب، حارث بن کَلَدَہ ثقفی کا قول ہے۔
ضمناً اس رویت کی تحقیق بھی کی گئی ہے: "آپ ﷺ کا ارشاد ہے: معدہ بدن کا حوض ہے، اور رگیں معدہ میں آتی ہیں، لہذا اگر معدہ درست ہو تو یہ رگیں صحت لے کر لوٹتی ہیں، اور اگر معدہ خراب ہو تو یہ رگیں بیماری لے کر لوٹتی ہیں"۔	یہ ضمنی روایت بھی منکر، شدید ضعیف ہے، اسے بیان نہیں کر سکتے، نیز حضرات محدثین کی تصریح کے مطابق یہ ابن اَبْجَر ہمدانی کا قول ہے۔
㉑ روایت: "العلم علمان: علم الأبدان وعلم الأديان". علم کی دو قسمیں ہیں: جسمانی علوم اور دینی علوم۔	اسے آپ ﷺ کی جانب منسوب کرنا من گھڑت ہے، نیز ربیع بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے اسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہا ہے۔
㉒ روایت: "خير البر عاجله". بہترین نیکی، جلد کی جانے والی ہے۔	یہ الفاظ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں، بیان نہیں کر سکتے۔

روایت	حکم
㉓ روایت: "الدنیا ضَرَّة الآخرة". دنیا آخرت کی سوکن ہے۔	یہ رسالت مآب ﷺ کا قول نہیں ہے، البتہ بعض محدثین کی تصریح کے مطابق یہ حضرت عیسی علیہ السلام کا قول ہے۔
㉔ روایت: "حسنات الأبرار سيئات المقربين". یعنی نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کے گناہ ہوتے ہیں۔	یہ نبی اکرم ﷺ کا قول نہیں ہے، بلکہ ابوسعید خرّاز رحمۃ اللہ علیہ یا ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ یا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے۔
㉕ روایت: "الناس نيام فإذا ماتوا انتبهوا". لوگ سو رہے ہیں جب مریں گے تو بیدار ہو جائیں گے۔	یہ آپ ﷺ کا قول نہیں ہے، بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بعض صوفیائے کرام کا قول ہے۔
㉖ روایت: "سين بلال عند الله شين". بلال کا سین بھی اللہ کے نزدیک شین ہے۔ بعض مقامات پر یہ روایت ان الفاظ سے ہے: "إن بلالا كان يبدل الشين في الأذان سيناً". بلال رضی اللہ عنہ اذان میں شین کو سین سے بدل دیتے تھے۔	یہ بے اصل ہے۔
㉗ روایت: آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جس شخص نے ایک مرتبہ یہ دعا پڑھی: "الحمد لله رب السموات والأرض رب العالمين، وله الكبرياء في السموات والأرض وهو العزيز الحكيم، لله الحمد رب السموات والأرض رب العالمين، وله العظمة في السموات والأرض وهو العزيز الحكيم، لله الملك رب السموات ورب الأرض ورب العالمين، وله النور في السموات والأرض وهو العزيز الحكيم". پھر یہ کہے: اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچادے، تو اس پر اپنے والدین کا جو حق تھا، اس نے ادا کر دیا۔	امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "موضوعات" میں شمار کیا ہے۔

㉘ روایت: ”حب الوطن من الإيمان“. نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وطن سے محبت کرنا ایمان کا حصہ ہے۔	من گھڑت و بے اصل
㉙ روایت: ”من استوى يوماه فهو مغبون“. جس شخص کے دونوں دن (اعمال کے اعتبار سے) برابر ہوں وہ شخص خسارے میں ہے۔	آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کر سکتے، مشہور قول کے مطابق یہ روایت عبد العزیز بن ابی رَوَّاد کے خواب سے جانی گئی ہے۔
㉚ روایت: ”تزوجوا ولا تطلقوا، فان الطلاق يهتز له العرش“. نکاح کرو اور طلاق مت دیا کرو، کیونکہ طلاق سے عرش ہل جاتا ہے۔	شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے۔
㉛ روایت: ”من عرف نفسه فقد عرف ربه“. جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔	من گھڑت ہے، نیز مشہور قول کے مطابق یہ یحیی بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

فصلِ ثانی: مختصر حکم

روایت	حکم
① روایت: ابو جہل کے دروازے پر آپ ﷺ کا دعوت دینے کے لئے سو(۱۰۰) دفعہ جانا۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
② روایت: طوفانی رات میں آپ ﷺ کا قافلے والوں کو دعوت دینا۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
③ روایت: "آپ ﷺ کا ارشاد ہے: اے علی! آپ کی وجہ سے ایک آدمی کا بھی راہ راست پر آجائے تو آپ کی نجات کے لئے کافی ہے"۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
④ روایت: ایوب علیہ السلام کا اپنے جسم کے کیڑے کو یہ کہنا: "اللہ کے رزق میں سے کھا"۔	مذکورہ روایت کو علامہ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے "لایصح" کہا ہے، اور علامہ لَقّانی رحمۃ اللہ علیہ، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء علیہم السلام کی طرف اس طرح کی بیماری کے واقعات کی نسبت کی نفی کی ہے، چنانچہ مذکورہ واقعہ کو حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا درست نہیں ہے۔
⑤ روایت: آپ ﷺ کا مشرک مہمان کے پاخانے والے بستر کو اپنے ہاتھ سے صاف کرنا۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
⑥ روایت: آپ ﷺ کا اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم کے انتقال پر ایک خاص دعا کا امت کے لئے محفوظ رکھنا۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
⑦ روایت: آپ ﷺ کا سکرات میں اپنی امت کی موت کی تکلیف کو یاد کرنا، اور جبریل علیہ السلام سے کہنا کہ میری ساری امت کی سکرات کی تکلیف مجھے دیدو۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔

⑧ روایت: روز قیامت ایک نیکی دینے پر دو افراد کا جنت میں داخل ہونا۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
⑨ روایت: ایک عورت اپنے ساتھ چار اشخاص کو جہنم میں لے کر جائے گی: باپ، بھائی، شوہر اور بیٹے کو۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
⑩ روایت: "آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: میرا بستر سمیٹ دو، اب میرے آرام کے دن ختم ہو گئے"۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
⑪ روایت: داعی کے ہر بول پر ایک سال کی عبادت کا اجر۔	آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ثابت نہیں ہے، لہذا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے انتساب سے بیان نہیں کر سکتے، البتہ بظاہر بطور اسرائیلی روایت ثابت ہے، اس لئے اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کیا جا سکتا ہے۔
⑫ روایت: "نماز مؤمن کی معراج ہے"۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
⑬ روایت: " آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب معراج پر تشریف لے گئے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کہا: "التحيات لله والصلوت و الطيبات. اللہ رب العزت نے فرمایا: السّلام عليك أيهاالنبي ورحمة الله وبركاته . پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کہا: السلام علينا وعلى عباداللہ الصالحين. اس کے بعد جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام اور ملائکہ نے کہا: أشهد أن لاإله الا إلله و أشهد أن محمدارسول الله"۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
⑭ روایت: صحابی کی داڑھی کے ایک ہی بال پر فرشتوں کا جھولنا۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
⑮ روایت: مسجد سے بال کا نکالنا ایسے ہے جیسے مردار گدھے کا مسجد سے نکالنا۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔

روایت	حکم
⑯ روایت: ”حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اونٹ گم ہو گئے آپ رضی اللہ عنہ بہت غم زدہ ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو غمگین پایا، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس کی وجہ پوچھی انہوں نے ساری بات بتادی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا تو یہ خیال تھا کہ تمہاری تکبیرِ اولیٰ فوت ہو گئی ہے، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تکبیرِ اولیٰ کا ثواب اتنا زیادہ ہے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تکبیرِ اولیٰ کا ثواب تو دنیا مافیہا سے بہتر ہے“۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
⑰ روایت: ”اللہ اپنے بندوں سے ستر (۷۰) ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں“۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
⑱ روایت: ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص فجر کی نماز نہ پڑھے اس کے رزق میں برکت نہ ہو گی، جو شخص ظہر کی نماز ترک کردے اس کے قلب میں نور نہ ہو گا، جو شخص عصر چھوڑ دے گا اس کے اعضاء کی قوت جاتی رہے گی، جو شخص مغرب کی نماز میں غفلت کرے گا اس کے کھانے میں لذت نہ ہو گی، جو شخص عشاء ادا نہیں کرے گا دنیا و آخرت میں اسے ایمان نصیب نہ ہو گا“۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
⑲ روایت: ”اے ابن آدم! ایک تیری چاہت اور ایک میری چاہت ہے ...“۔	آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان نہیں کر سکتے، البتہ بظاہر بطور اسرائیلی روایت ثابت ہے، اس لئے اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کیا جاسکتا ہے۔
⑳ روایت: ”جسے اللہ ستر (۷۰) مرتبہ محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اسے اپنے راستے میں قبول کرلیتے ہیں“۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔

روایت	حکم
㉑ روایت: ”جو شخص اللہ کے راستے میں نکلتا ہے اس کے گھر کی حفاظت کے لئے پانچ (۵۰۰) سو فرشتے مامور ہو جاتے ہیں“۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
㉒ روایت: ایک یہودی کے جنازے کو دیکھ کر آپ ﷺ کا رونا۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
㉓ روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سو (۱۰۰) سال کا بوڑھا مشرک بھی کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ پڑھ لے تو اللہ اس کے تمام گناہ معاف فرمادیں گے“۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
㉔ روایت: ایک یہودی کا معراج کے واقعہ سے انکار پر عورت اور پھر مرد بن جانا۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
㉕ روایت: نبی اکرم ﷺ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سوتے وقت پانچ ہدایات۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
㉖ روایت: ”مذاق، شیطان کی طرف سے ایک ڈھیل ہے“۔	آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بلکہ حسن بن حیی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۰ھ - ۱۶۹ھ) کا قول ہے۔
㉗ روایت: ”جو شخص اللہ کے راستے میں علم حاصل کرتے ہوئے مر گیا، اسے بے جوڑ موتی کا محل ملے گا“۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
㉘ روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تکبیرِ اولیٰ دنیا ومافیہا سے بہتر ہے“۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
㉙ روایت: ایک عورت کا آپ ﷺ پر کچرا پھینکنا۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
㉚ روایت: ایک ضعیفہ کا آپ ﷺ کا اخلاق سے متأثر ہو کر ایمان لانا۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
㉛ روایت: ”آپ ﷺ کا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ کہنا: جو میرا کام ہے وہ تمہارا کام ہے“۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔

۳۲ روایت: "تمام تر دین، ادب ہے"۔	سند اً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
۳۳ روایت: "آپ ﷺ کا طبیب کو یہ فرمانا: ہم ایسی قوم ہیں جو سخت بھوک کے علاوہ نہیں کھاتے اور جب کھاتے ہیں تو پیٹ بھر کر نہیں کھاتے"۔	سند اً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
۳۴ روایت: بیل کے سینگ ہلنے سے زمین میں زلزلہ آجاتا ہے۔	من گھڑت
۳۵ روایت: حضرت سلیمان علیہ السلام نے مخلوقات کی ضیافت کے لئے کھانا تیار کیا جسے ایک مچھلی کھا گئی۔	بظاہر اسرائیلی روایت ہونے کی بناء پر اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کیا جا سکتا ہے، آپ ﷺ کے انتساب سے ثابت نہیں ہے۔
۳۶ روایت: "نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دین کے بارے میں ایک گھڑی فکر کرنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے"۔	سند اً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
۳۷ روایت: "جس نے عالم کی توہین کی اس نے اللہ کی توہین کی"۔	سند اً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
۳۸ روایت: "مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے سے چالیس (۴۰) دن کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں"۔	من گھڑت
۳۹ روایت: اللہ کے راستے میں عید گزارنے پر، جنت میں حضور ﷺ کے ولیمہ میں شرکت۔	سند اً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
۴۰ روایت: "نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو میری سنت کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے چار خصلتوں سے نوازیں گے: (۱) نیک لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ہو گی (۲) فاجر لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت ہو گی (۳) اس کے رزق میں برکت ہو گی (۴) دین میں معتبر سمجھا جائے گا / اسے ایمان پر موت آئے گی"۔	سند اً نہیں ملتی، بیان کرنا درست نہیں۔

۴۱ روایت: "داعی کے قبرستان سے گزرنے سے مردوں سے چالیس (۴۰) روز تک عذاب معاف ہو جاتا ہے"۔	من گھڑت
۴۲ روایت: بے نمازی کی نحوست سے بچنے کے لئے گھر کے دروازے پر پردہ ڈالنا۔	سند اً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
۴۳ روایت: بے نمازی کی چالیس (۴۰) گھروں تک نحوست پھیلتی ہے۔	سند اً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
۴۴ روایت: "آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: جو پانچ وقت کی نمازوں کا اہتمام کرے گا اللہ تعالیٰ اسے پانچ انعامات سے نوازیں گے: (۱) رزق کی تنگی اس سے دور کر دی جائے گی (۲) عذاب قبر اس سے دور کر دیا جائے گا (۳) اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا (۴) پل صراط پر بجلی کی طرح گزر جائے گا (۵) بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو گا"۔	سند اً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
۴۵ روایت: جان بوجھ کر نماز چھوڑنے پر ایک حُقب جہنم میں جلنا۔	سند اً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
۴۶ روایت: جبرائیل علیہ السلام کا سوال: اللہ کو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم زیادہ محبوب ہے یا دین زیادہ محبوب ہے؟	سند اً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
۴۷ روایت: " ایک عورت نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے پاس دودھ پیتا بچہ لے کر آئی اور کہا کہ اسے آپ اپنے ساتھ جہاد میں لے جائیں، لوگوں نے اس سے کہا: یہ بچہ جہاد میں کیا کرے گا، اس عورت نے کہا: کچھ نہ ہو تو اسے اپنے لئے ڈھال بنالینا"۔	سند اً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
۴۸ روایت: "نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: جس کھانے میں عالم شریک ہو جائے تو اس کھانے کے تمام شرکاء سے حساب کتاب معاف ہو جاتا ہے"۔	سند اً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔

روایت	حکم
۴۹ روایت: حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان نہیں دی تو صبح نہیں ہو رہی تھی۔	بے اصل
۵۰ روایت: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی عورت خاوند کے کہے بغیر اس کے پیر دبائے تو اسے سونا صدقہ کرنے کا اجر ملے گا، اور اگر خاوند کے کہنے پر دبائے تو اسے چاندی صدقہ کرنے کا اجر ملے گا"۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
۵۱ روایت: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدمت کرنے والے (اجر میں) شہید کے درجوں تک پہنچ جاتے ہیں"۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
۵۲ روایت: "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج میں عرش پر تشریف لے گئے اور دیدار خداوندی سے مشرف ہوئے تو اللہ رب العزت نے فرمایا: اے محمد! آپ میرے لئے کیا تحفہ لائے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میں وہ چیز لے کر آیا ہوں جو تیرے پاس نہیں ہے، اللہ نے فرمایا: وہ کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: میں عاجزی لے کر آیا ہوں"۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
۵۳ روایت: بسم اللہ کہہ کر گھر کو جھاڑو لگانے پر بیت اللہ میں جھاڑو لگانے کا اجر۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
۵۴ روایت: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حاملین عرش اللہ کے راستے میں جانے والے کے لئے تین دعائیں کرتے ہیں: (۱) یا اللہ! اس کی بخشش فرما (۲) اس کے گھر والوں کی بخشش فرما (۳) اس کو اور اس کے گھر والوں کو جنت میں جمع فرما"۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
۵۵ روایت: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں دنیا بھر میں بارش کے قطروں کو گن سکتا ہوں مگر تکبیرِ اولیٰ کا ثواب نہیں لکھ سکتا"۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔

۵۶ روایت: ''آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جو عورت نیک ہو اور دینی کاموں میں اپنے خاوند کی مدد گار ہو ایسی عورت اپنے خاوند سے پانچ سو (۵۰۰) سال پہلے جنت میں جائے گی''۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
۵۷ روایت: ''ایک دفعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ! اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہدایت اپنے ہاتھ میں رکھی ہے، اگر ہدایت آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہوتی تو میری باری نہ جانے کب آتی''۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
۵۸ روایت: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قسم پر سحری کے وقت کا ختم ہونا۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
۵۹ روایت: ''جب کوئی شخص مسجد میں ہوا خارج کرتا ہے تو فرشتہ اس ہوا کو منہ میں لے کر مسجد سے باہر خارج کر دیتا ہے''۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
۶۰ روایت: '' نبی اکرم ﷺ نے ایک دفعہ استنجاء کا طریقہ بیان فرمایا کہ دایاں ہاتھ سر پر ہو اور بایاں ہاتھ پہلو پر، یہ طریقہ ایک یہودی نے سنا اور استنجے کے لئے اسی طرح بیٹھا، اس وقت اس کے کسی دشمن نے باہر سے اس پر ایک پھندا پھینکا تاکہ وہ گلا گھٹ کر مر جائے، اس یہودی کا دایاں ہاتھ چونکہ سر پر تھا اس نے وہ پھندا اپنے گلے سے نکال دیا، اور جان بچ گئی، آپ ﷺ کی صرف ایک سنت کا یہ فائدہ دیکھ کر وہ مسلمان ہو گیا''۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے، البتہ مرفوعاً بسندِ ضعیف منقول ہے کہ بیت الخلاء میں بیٹھے کی حالت میں بائیں پاؤں پر نسبتاً زیادہ وزن ہونا چاہیے، تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔
۶۱ روایت: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے قبر کا یہ کہنا کہ یہ حسب نسب کی جگہ نہیں ہے۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
۶۲ روایت: ''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھے اسے ایک حج، ایک عمرہ اور ایک قرآن	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔

پڑھنے کا اجر ملے ملتا ہے، جو شخص نماز میں ثناء پڑھے تو جسم پر جتنے بال ہیں اللہ تعالی اسے اتنی نیکیاں عطاء فرماتے ہیں، جو شخص رکوع میں تین مرتبہ "سبحان ربی العظیم" پڑھے، اسے چاروں آسمانی کتابیں پڑھنے کا اجر ملتا ہے، جو شخص رکوع کے لئے جھکے تو اللہ تعالی اس کے جسم کے وزن کے بقدر سونا صدقہ کرنے کا اجر عطاء فرماتے ہیں"۔	
⑬ روایت: "نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جب کوئی نوجوان توبہ کرتا ہے تو مشرق سے مغرب تک تمام قبرستان سے چالیس دن (۴۰) اللہ عذاب کو دور کر دیتا ہے"۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔

فائدہ:

① "بیان نہیں کر سکتے" سے مراد ہے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے انتساب سے بیان نہیں کر سکتے۔

② "بیان کرنا موقوف رکھا جائے" یعنی سندِ معتبر ملے بغیر ہر گز بیان نہ کریں، مزید تفصیل "مقدمہ" میں ملاحظہ فرمائیں، اور کتاب کے اندر اس قسم کی روایات کے تحت اکثر فنی روایات لکھی گئی ہیں، جنہیں بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اسے ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

③ "بے اصل" اکثر من گھڑت کے معنی میں ہے۔

④ "اسرائیلی روایت" سے مراد وہ روایات ہیں جو بنی اسرائیل سے چلی آرہی ہیں، یہ روایات اگر ہماری شریعت کے مخالف نہ ہوں تو ان کو اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کیا جاسکتا ہے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے انتساب سے بیان نہیں کر سکتے۔

⑤ بعض مقامات پر لکھا گیا ہے کہ یہ حدیث نہیں ہے، بلکہ کسی کا قول ہے، محدثین کرام کی تصریح کے مطابق صاحبِ قول کا نام بھی لکھا جاتا ہے، ممکن ہے کہ یہی قول ان کے علاوہ کسی اور کی جانب بھی منسوب ہو، یہ کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ ایک ہی قول ایک سے زائد افراد سے مشہور ہو سکتا ہے۔

فہارس

فہرست آیات

فہرست رُواۃ

	إمرأة محمد بن علي أم عبدالرحمن		سكت عليه	٢١٦
	باذام أو باذان أبوصالح مولي أم هاني		اختلف فيه	١٠٥
	بُرَيْه بن محمد بن بُرَيْه		جرح	١٨٩
	بِشْر بن حسين أبو محمد الهلالي الأصبهاني	توفي بعد ٢٠٠ هـ	جرح	٣١٧
	جعفر بن محمد بن علي بن الحسين بن علي بن أبى طالب	توفي بعد ١٤٨ هـ	تعديل	٢٣٤
	حسن بن حُسين أبو علي الأسواري		لم أجده	٤١
	حسين بن داود بن مُعاذ البلخي	توفي ٢٨٢هـ	جرح	٦٠
	الحسن بن علي بن محمد الجَوْهَرِي	توفي ٤٥٤هـ	تعديل	٢٠٥
	حفْص بن عمر العدني		جرح	١٧٧
	حفْص بن عمر بن ميمون		جرح	١٧٩
	الحَكَم بن عبد الله البَلْخِي أبو مُطِيْع	توفي ١٩٩هـ	جرح	٢٢٤
	الحكم بن معبد بن أحمد أبو عبد الله الخزاعي	توفي ٢٩٥ هـ	تعديل	٤٤٧
	حمْدان بن أحمد الشَاوغَرِي		لم أجده	١٨٤
	خازم بن جَبَلَة بن أبي نَضْرَة العبدي		جرح	٢٠١
	داود بن سليمان الخُرَاسَاني الخوّاص		اختلف فيه	٢٠٢
	رَتَن الهندي	توفي حدود ٦٣٢ هـ	جرح	٣٣٩
	سعيد بن سِنَان الكندي أبو مهدي	توفي ١٦٨هـ	اختلف فيه	٤٠٨

	سعيد بن فِيْرُوز الطائي الكوفي أبو البَخْتَري	توفي ٨٢هـ	تعديل	٢٣٦
	سليما ن بن مِهْرَان الكوفي الأعمش أبو محمد	توفي ١٤٨هـ	تعديل	٢٣٦
	سهْل بن صُقير أبو الحسن الخِلاطِي		جرح	٣٦
	شهر بن حوشب	توفي ١١٢هـ	اختلف فيه	٤٤٦
	طَرِيف بن سليمان أبو عاتكة		جرح	٦٩
	عبد الرحمن بن الحسن أبو محمد الضَرَّاب الأصبهاني	توفي ٣٠٩هـ	تعديل	٢٣٣
	عبد الرحمن بن زيد بن أسلم		جرح	١١٢
	عبد الرحمن بن محمد الإدريسي	توفي ٤٠٥هـ	تعديل	١٨٤
	عبدالرحمن بن محمد بن علي الجُرْجَاني أبو سعيد	توفي ٣١٦هـ	سكت عليه	٢١٥
	عبد الرحمن بن قيس أبو معاوية الزعفراني		جرح	٩٩
	عبد الرحمن بن معاوية ابو القاسم الأمَوي العُتْبِي المصري	توفي ٢٩٢هـ	سكت عليه	٤٨
	عبد الرحمن بن يحيى بن سعيد الأنصاري		جرح	٢٧٧
	عبد الصمد بن علي بن عبد الله		جرح	١٤٨
	عبد العزيز بن أبان أبو خالد القرشي	توفي ٢٠٧هـ	جرح	٢٢٣
	عبد الله بن محمد بن جعفر أبو محمد المعروف بأبي الشيخ	توفي ٣٦٩هـ	تعديل	٢٣٣ و ٤٤٧
	عبيد الله بن محمد بن المؤ يد السِنْجَاري		لم أجده	١٧٣
	عبيد الله بن موسى القرشي		لم أجده	١٥١
	عبد الملك بن عبد الله بن أبي سفيان الثقفي		تعديل	٣٤١
	عثمان بن خالد		جرح	١٢٨
	عراقي بن طاهر الملاحي		سكت عليه	١٨٣
	علاء بن عمرو الحنفي	توفي ٢٢٧هـ	اختلف فيه	٣٣
	علي بن أحمد بن يوسف القرشي الهَكَّاري أبو الحسن	توفي ٤٨٦هـ	جرح	١٦٩

	علي بن عمر الدَارَقُطْنِي أبوالحسن	توفي ٣٨٤هـ	تعديل	٢٠٦
	علي بن عثمان بن خطاب أبو الدنيا الأشج المغربي	توفي٣٢٧هـ	جرح	٢٨٢
	عمران بن سَهْل		جرح	١٧٣
	عمرو بن أوس الأنصاري		جرح	١٤٤
	عمرو بن جُميع أبو عثمان		جرح	٣٣١
	عمرو بن محمد بصري البصري الأعسم		جرح	٢٧٧
	الفضل بن العباس المروزي		لم أجده	١٨٤
	فضيل بن جعفر بن سليمان		لم أجده	١٥١
	القاسم بن إسماعيل بن المَحَامِلِي أبوعبيد	توفي ٣٢٣هـ	تعديل	٢٠٦
	قاسم بن محمد بن سعيد الشَاشِي		لم أجده	١٨٤
	المحسن بن الحسن أبو الفتح الراشدي		سكت عليه	١٨٣
	محمد بن أحمد بن إسماعيل أبو بكر الصَّرّام السَّخْتِياني	توفي ٣٥٨هـ	سكت عليه	٢١٥
	محمد بن بابْشَاذ أبو عبيد الله البصري	توفي ٣٠٦هـ	جرح	٤٣
	محمد بن ثابت العبدي أبوعبدالله البصري		اختلف فيه	٤٤٧
	محمد بن الحسين المُقَوِّمي أبو منصور	توفى بعد ٤٠٨هـ	تعديل	١٨٣
	محمد بن السائب الكلبي أبو النضر الكوفي	توفى١٤٦	جرح	١٠٤
	محمد بن عبدالله بن إبراهيم بن ثابت أبوبكر الأشْنَاني		جرح	٤٧
	محمدبن عمر بن محمد سلم الجِعابي	توفي ٣٥٥هـ	اختلف فيه	٣٩
	محمد بن عمر المحاربي		لم أجده	١٤٥
	محمد بن علي بن الحسين بن علي بن أبى طالب	توفي بعد ١١٠هـ	تعديل	٢٣٥
	محمد بن علي بن زُهير أبو عبد الرحمن الجُرْجَاني		تعديل	٢١٦
	محمد بن علي بن الوليد البصري السُلَمِي		جرح	٢٤٥

	محمد بن غانم بن الأزرق التَّنُوخِي		جرح	١٦٩
	محمد بن مُعاذ بن فهْد النُهَاوَنْدِي الشعراني	توفي بعد ٣٣٤هـ	جرح	٦٤
	محمدبن نَهْشَل بن عبدالواحدالبصري		لم أجده	٤١
	محمد بن يحيى الضَرِير		لم أجده	٢٣٤
	محمد بن يحيى بن الضريس		تعديل	٢٣٤
	موسى بن السِنْدِي أبو محمد الجُرْجَاني		تعديل	٢١٦
	الوليد بن الفَضْل العَنَزِي البغدادي أبو محمد		جرح	١٩٧
	وهب بن وهب بن كثير أبو البختري القُرَشِي القاضي	توفي ٢٠٠هـ	جرح	٢١٠
	يحيى بن أحمد الكوفي		لم أجده	٢٠٦
	يحيى بن ميمون بن عطاء البصري التَمَّار أبوأيوب	توفي ١٩٠هـ	جرح	١٣٨
	يزيد بن هارون أبو خالد السُلَمِي	توفي٢٠٦هـ	تعديل	٤٤٧
	يعقوب بن أبراهيم بن كثير أبو يوسف الدَوْرَقِي	توفي ٢٥٢هـ	تعديل	٤٤٧
	يعقوب بن إسحاق العسقلاني		اختلف فيه	٨٨
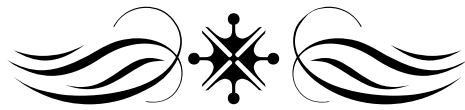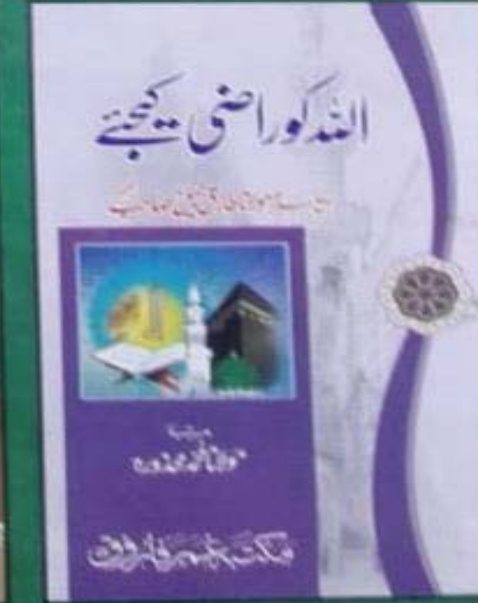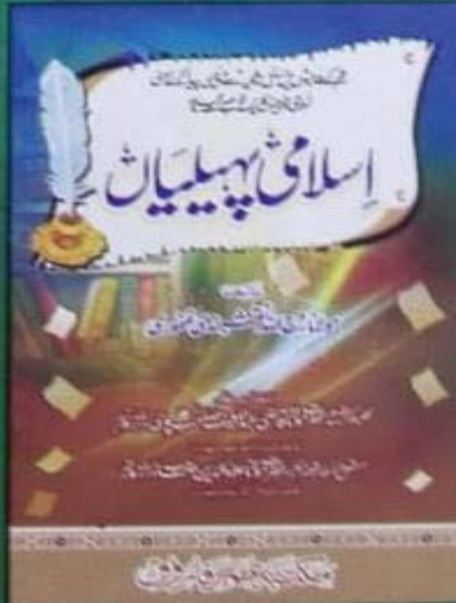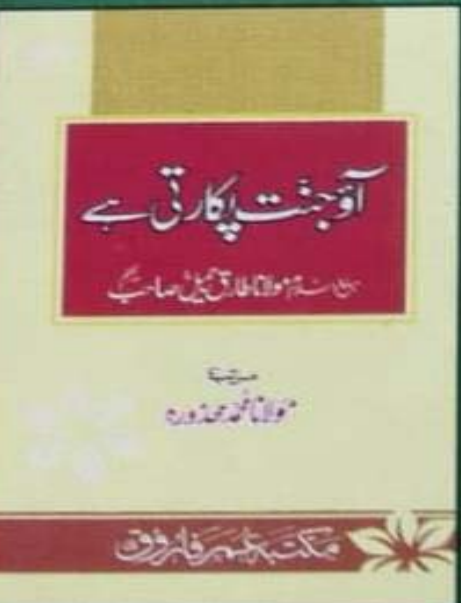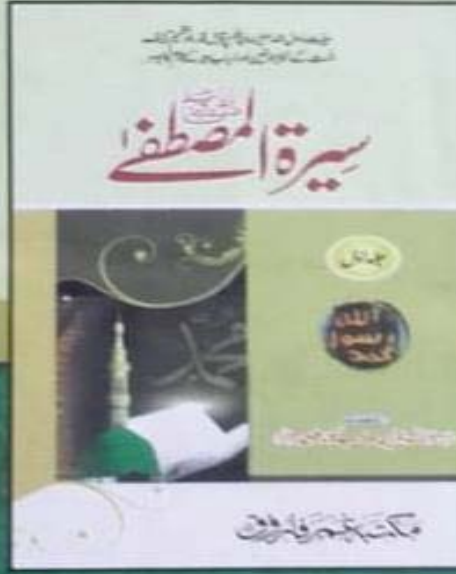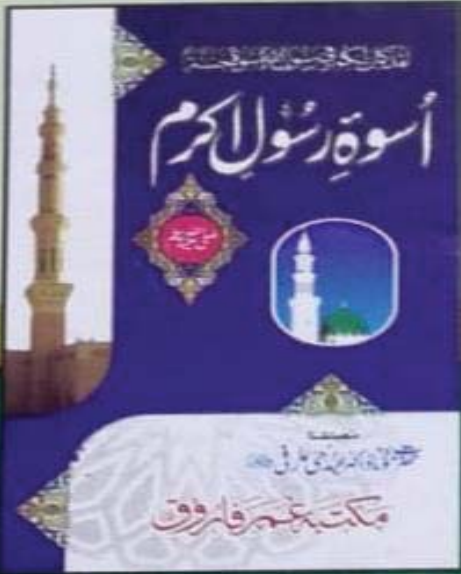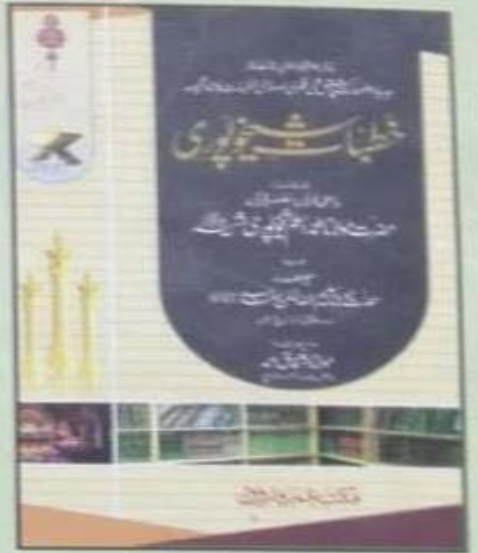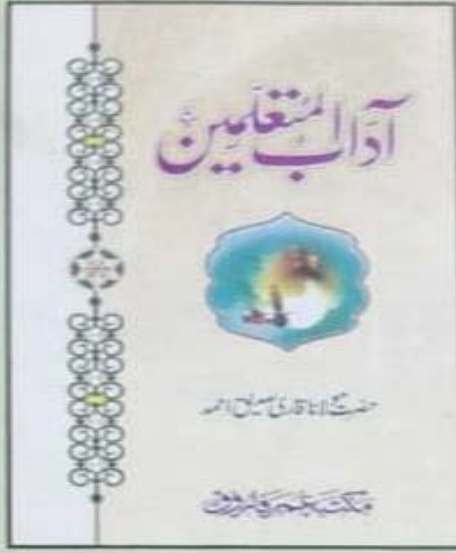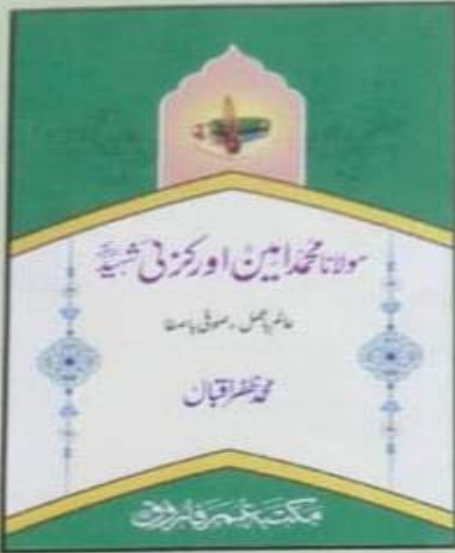
Faraz: 0302-2691277

4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی
Tel: 021-34594144 Cell: 0334-3432345